

سنتا سنی اردو

www.KitaboSunnat.com

پیش کشی
امام ابن تیمیہ

کلام کینی
ناشران و تاجران کتب کراچی
مقابل مولوی مسافر حسنانہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ
محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَوَسِّلْ وَسَلِّمْ

سیاستِ شرعیہ

تصنیف لطیف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا ابوالعلاء محمد اسماعیل گودھری محقق خاص مولانا ابوالکلام آزاد

اسلامی شریعت میں سیاست کی حیثیت کو سمجھنے کے لیے وہ ماوروقدم کتاب جس میں حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے نظامِ اسلامی کے حکم اور اصول اور ان کے مابین نظامِ حکومت اور حکومت کی تعلقات کے مہول و طریق کو کتابِ سنت کی روشنی میں واضح کیا۔

الف اشہ

کلامِ کمپنی

المکتبۃ المدینۃ
بیتنا للدراسۃ والنشر
مسجد خاندانہ لکھنؤ

۹۹... بے ماڈل ناڈن - لاہور

لنبر

حملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

باہتمام خواجہ عبدالاحمد
الناشر کلام مکتبی ایئر کنڈس آرڈر کراچی
طابع مطبع مسجد انوار کراچی
قیمت مجلد 20/-



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کلام اول

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام اور سیاست کے موضوع پر ساتویں صدی ہجری کے نامور سیاست دان شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور آفاق کتاب "سیاست شرعیہ" کا اردو ترجمہ شائقین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ یہ کتاب شیخ الاسلام نے اس دور میں لکھی تھی جبکہ پورا عالم اسلام اپنا سیاسی استحکام کھو بیٹھا تھا اور مسلمانوں کا سیاسی وجود خطرے سے ہم کنار ہو رہا تھا۔ متضاد نظریات پھیل چکے تھے اور اسلامی حکومتیں روز بروز کمزور ہوتی جا رہی تھیں۔

درحقیقت ساتویں صدی کا دور ابتلا و آزمائش کا دور تھا اور اس عظیم ابتری کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اخلاق و اعمال میں کتاب و سنت کے اصولوں سے دامن بچانے کا عام مرض پیدا ہو چکا تھا۔ ملکی انتشار نے عذاب الہی کی شکل اختیار کر لی تھی۔

امام ابن تیمیہ کے لئے یہ صورت حال بڑی تکلیف دہ تھی۔ برداشت نہیں کر سکے قلم نبھالنا، تلوار اٹھانی و عظ و تقاریر کا سلسلہ چھیڑنا اور جب مخالفت شروع ہوتی تو بے نظر مخالفت کے عظیم سمندر میں کود پڑے اور چارباغ محرم کے پروانوں کو میر کارواں کی طرح پکارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ مذہبی ابتری اور سیاسی انتشار میں اتحاد و جمعیت کی صورتیں نظر آنے لگیں۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کے سیاسی نظریات میں جو تزلزل پایا جاتا ہے وہ ساتویں صدی سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ صرف پاکستان ہی میں نہیں تمام دنیا میں مسلمان سیاسی توازن قائم رکھنے میں بڑی حد تک ناکام ہونے جا رہے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان اصولوں سے دوری اور بے تعلقی ہے جن کو اسلام میں سیاست شرعیہ کہا گیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کے سیاسی شرعیہ میں اسلامی سیاست کو کتاب و سنت کی روشنی میں قلم بند کیا ہے اور یہ بات پورے طور پر واضح کر دی ہے کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے خواہ وہ انتظامیہ سے تعلق رکھتے ہوں یا اخلاق و معاملات سے اسلام نے جو نظام عمل پیش کیا ہے وہ نہ صرف آخری و لازمی ہے بلکہ اس پر کاربند ہونے بغیر نہ معاشرے میں

خوبصورتی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ عورتوں کے یوانوں میں استحکام ہے۔

یہ سب شرعیہ کا اردو ترجمہ مولانا ابوالسلام آزاد کے بیان سے ان کے مستند خاص جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب گودھری نے کیا ہے اور بڑی خوبی یہ ہے کہ سلیس ہونے کے ساتھ حضرت امام صاحب کے جذبات نمایاں نظر آتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں اسلام کی سیاسی تاریخ پر مترجم موصوف کا جامع مقدمہ ہے اور مولانا قاری احمد صاحب نے حضرت امام صاحب کے سوانح حیات اور آپ کی سیاسی جدوجہد کو مرتب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میری اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

طالب دعاء خواجہ عبدالوحید عفی عنہ

فہرست مضامین سیرت نبویہ اردو

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۵	عقائد فقہاء	۳	کلام اول زخواجہ عبدالوحید
۵	عمران اور کورول کی مساجد	۵	حالات امام ابن تیمیہ از مولانا قاری احمد
۵۱	ہجرت و دیگر جہاز	۱۶	مقدمہ کتاب ذوالعقلار محمد اعلیٰ گوہر و جانا
۵۳	عقائد فقہاء	۲۰	رسول اکرم کی سیرت
۵۴	وصف صحیحی الجملہ	۲۳	اسلام کی جامعیت
۵۶	شہادت عمر بن الخطاب	۲۵	آمد و فوج
۵۶	قاری ابن عظیم کے عقائد و احکام و دیگر	۲۸	بادشاہوں کے نام خطوط
۶۱	طیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان	۲۹	غزوہ تبوک
۶۱	فنون و فنون	۳۰	قرآن کی تکمیل
۶۲	فتح قریظ	۳۰	وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۶۳	مخبرات	۳۱	خلافت صدیقیہ
۶۳	بکرمین اجناس	۳۱	بیعت خلافت
۶۵	مصر و کورول کے جہاز	۳۲	عزیمت و سستی رفتی و رفتی
۶۶	شہادت حضرت عثمان	۳۳	ابن ارتاد کے نام مشہور عام
۶۸	حضرت علی کی خلافت	۳۵	ایران و روم
۶۸	مخافت حضرت عائشہ طلحہ و زبیر	۳۶	دوسرا سفر
۶۹	بندگی و غلامی	۳۶	غزوہ روم
۷۰	حضرت امیر خدیجہ کی مخالفت	۳۸	صدیق اکبر کا بیچارہ
۷۲	انواع عقیدوں	۳۹	حضرت عمر فاروق کی خلافت
۷۳	تعمیر	۳۹	عہد فاروقی کی فتوحات
۷۵	حضرت امیر خدیجہ نے مصر فتح کر لیا	۴۳	فتوحات بلاد روم
۷۶	شہادت حضرت علی	۴۴	فتح طرابلس برترہ وغیرہ

۱۰۵

صالح ہے مگر کمزور ہے	۷۷
چوتھی فصل کے مضامین	۷۸
اصلاح کی پہچان	۸۱
مشہور ولایت	۸۵
مقاصد ولایت کی معرفت	
مقصد ولایت دینی کی اصلاح	
جمعہ و جماعت کا قیام	
مخلوق کی دینی اصلاح	
اللہ کی کتاب	
نئی کی سنت	
دین کو جاری اور باقی رکھنا	
پانچویں فصل کے مضامین	
امانتوں کی دوسری قسم جہاں سے	
دیوان خاصہ دعائے	
و بیعت و تہنیت	
توکل و مضاربت	
تہنیم کے احوال	۹۶
اوقات	
صدقہ حیرات	
عالمین	
مؤلفہ القلوب	
غلام کو آزاد کرانا	
قرضداروں کو دینا	۱۰۰
اللہ کی راہ میں دینا	
چھٹی فصل کے مضامین	

۱۱۳

خلافت حضرت امام حسن	
سیاست شریعی کی اہمیت	
مقدمہ از مصنف	
پہلی فصل کے مضامین	
سختیوں ولایت امر	
ناہین: ہمارے	
امر:	
ناہین سلطان	
فضاۃ	
احرار لشکر	
چھوٹے بڑے حکام	
دلیان احوال و وزراء	
منشیان و وزارت	
توزیع صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے والے	
توزیع کے والی	
سروران لشکر	
دوسری فصل کے مضامین	
اسلحہ موجود ہے تو اسے ولایت دینی چاہئے	
اصلاح نہ ہو تو صالح کو دینا چاہئے	
ہر منصب کے لئے الائنش ٹا لائن	
ولایت کے لئے قوت و امانت کی ضرورت	
دینی میں قسم کے ہیں	
تیسری فصل کے مضامین	
اجتماع قوت و امانت	
جنگ و شہادت دلیہ مگر ناجہ ہے	

۱۵۳	<p>آنحضرت ﷺ اور مولانا اقلیدب واپسی امانت کا صحیح طریقہ دسویں فصل کے مضامین وإذا علقتم بین اناس حدود و حقوق حدود میں سفارش حرام ہے رشوت دینے والا رشوت لینے والا رشوت دلانے والا</p>	<p>اسلامی مال کتاب سنت کے مطابق مال کی تین قسمیں مال غیرت مال صدقہ و خیرات مال فی آنحضرت ﷺ کو پانچ چیزیں دیگر اجرام سے ریا و وہی ہیں گم و زور کی وجہ سے روزی و نصرت مال غنیمت کی تقسیم خواجہ امیر اور بنو عباس کا طرز عمل</p>
۱۷۲	<p>گیارہویں فصل کے مضامین ڈاکوئی، لٹیروں اور زہریلوں کی سزا کافروں کے قتل میں غلو کی ممانعت وعدہ اور عہد پورا کرنا چاہیے مشکدہ کرنے کی ممانعت بچوں کے قتل کی ممانعت جو گھر میں بیٹھتا ہے اس کو قتل مت کرو مشکدہ کرنے والے کافروں سے بدلہ بارہویں فصل کے مضامین سلطان کو قتل کرنے والوں کا معاملہ وہ جن پر عہد جاری کی جائے اولیاء دم کے اختیارات مزاحمین سے کیا سلوک کرنا چاہیے</p>	<p>۱۳۵ ساتویں فصل کے مضامین صدر ذر کوڑا آٹھ قسم کے لوگوں کو دینا چاہیے دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی ضرورت ۱۳۶ بہ کھڑیوں فصل کے مضامین مال فی کسے کہتے ہیں اس کا مصرف کیا ہے عہد نبوی میں مال کا دیوان و دفتر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رشوت مطلقاً حرام ہے حکام کو بدیہ کے نام سے دین رشوت ہے</p>
۱۸۵	<p>۲۰۲ تیرہویں فصل کے مضامین چور کی چوری کی شہادت انفراد کے بعد فوراً پانچ کا ٹٹا</p>	<p>۱۳۷ مال کی تقسیم اہم فاناہم کے اصول پر اہل نصرت و جہاد مستحق ہیں مال فی میں علماء کا اختیارات</p>

۲۳۱	پینچھ گندھ حوالہ اور بڑوں پر نماز جانے باندھنا باندھنے جائیں الیسیوں فصل کے مضامین عقوبت اور سزا درستم کی ہے پہلی قسم میں حد ہے دوسری قسم میں جہاد ہے ۲۵۹	۲۰۸	قدیم سے کہ نہ چھوڑا جائے چوڑھویں فصل کے مضامین زانی کی سزا محسن زانی کہ پھر وہاں سے بچ گیا جائے نواطت کی سزا فاعل و مفعول کا تعلق ۲۱۱
۲۶۳	الیسیوں فصل کے مضامین عقوبت اور سزا میں کیوں ضروری تھی حرام سے بچایا جائے نیر و طاعات کی رحمت بڑی سزا سے دکنے کی ضرورت الیسیوں فصل کے مضامین حدود و حقوق بلا سبب قتل کسی کی جان لینا قیامت کے دن خون ناسخ کا فیصلہ فصل میں زندگی ہے ۲۴۲	۲۱۱	پندرہویں فصل کے مضامین شراب نوشی کی حد شرابیوں کو کوڑے لگوانا چاہئے بادیاد کوڑے لگوانے جائیں آنحضرت کا طرز عمل خلفاء کا طریقہ عماہ کا سبک ۲۱۲
۲۴۴	الیسیوں فصل کے مضامین جرم و ذمہ کا تعلق ہاتھ اور پاؤں کا کاٹنا دانت توڑنا اور سر بھوننا تیسویں فصل کے مضامین عدوت اور ہر دو کا قصاص شرع سے گالی دینا بھی جرم ہے باپ دادا اور کلبے قبیلے کو گالی دینا ۲۳۲	۲۲۱	سولہویں فصل کے مضامین حد و قذف محسن پر زانی تہمت تہمت لگانے طے کی سزا سترہویں فصل کے مضامین وہ معاصی جن پر کوئی حد مقرر نہیں کفارہ بھی نہیں ہے سزا تعزیر اور تادیب حاکم کی رٹے پر ۲۳۳
			۲۳۳

	<p>۲۷۶ احوال کا فیصلہ عدل و انصاف سے معاملات میں عدل و انصاف عدل چین کا کفیل ہے دنیا و آخرت اس سے درست ہوتی ہے</p>	<p>۲۷۶ چوبیسویں فصل کے مضامین افترار میں انصاف نہیں ہے عقوبت و سزا ہے حد ذلت بھی ہے مقدون کی تعریف فسق و فجور میں مشہور ہو جانے والوں کا</p>
۲۸۷	<p>۲۷۷ استانیسیویں فصل کے مضامین اعلیٰ ولی الامر کے لئے مشورہ ضروری ہے اللہ تعالیٰ کا نبی کو حکم مشورہ کرنے والوں کی تعریف</p>	<p>۲۷۸ پچیسویں فصل کے مضامین معاملہ حقوق ایضاح زین و شکر سر کے تعلقات حقوق مہر و نفقہ</p>
۲۸۸	<p>۲۷۸ اٹھالیسیویں فصل کے مضامین وزارتِ خیر امارت و حکومت دین کے عظیم رکن راہت و دعاء</p>	<p>۲۸۰ معاشرہ کے حقوق چھالیسیویں فصل کے مضامین</p>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

حالات امام ابن تیمیہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

مولانا قاری احمد، مدیر ماہنامہ بیس مہنہ حق کوڑھی

حضرت شیخ الاسلام علامہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور اسلام میں آپ کی تجدیدی کوششوں کے تذکرے سے پہلے مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے دوز اور ان سے پہلے کے کچھ سیاسی و مذہبی حالات پر روشنی ڈالی جائے تاکہ علامہ کے کارناموں کی اہمیت پرست طور پر سامنے آسکے۔

حضرت علامہ ابن تیمیہؒ جس دور سے تعلق رکھتے ہیں وہ ساتویں صدی ہجری کا زمانہ ہے، حضرت صیبراؒ، امام حضرات تابعین و تبع تابعین کو صدیاں گزر چکی تھیں دنیا کو خمیر یا مکے ہوئے اگر محمدؐ تین عظام رحیم اللہ تعالیٰ اپنے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ کی پاکیزہ زندگی کے اہم نمونوں کو کتابی شکل زدی ہوتی تو شاید اسلام اور اس کی پسندیدہ خصوصیات کو گروہ و غیرہ کے ڈھیر کے تلے سے نکلنے میں معلوم نہیں کتنی پریشانیاں اٹھانا پڑتیں۔

محمدؐ تین عظام ہو جن عظیم فتنوں سے مقابلہ کرنا پڑا، ان میں یونانی فلسفے کے گرویدہ، عجم کے نو مسلم اور ان سے بھی بڑا فتنہ تشیع اور فحش کا فتنہ تھا جس نے اسلام کی صورت کو کھینچنے کے لئے ہمیشہ جھوٹی حدیثیں بنا ڈالی تھیں اور عجمی نو مسلموں نے اپنے باپ دادا کی رسول پر اسلام کا لبس لگانا شروع کر دیا تھا، حکام و سلطان اپنے محلوں میں عیش و عشرت کا دربار جھانے بیٹھے تھے، عقلی و نقلی بحثوں کا عام سلسلہ چھڑ چکا تھا، اور ان کو جاری رکھنے کے لئے باقاعدہ مجلسیں منعقد ہونے لگی تھیں۔

محمدؐ تین کی اہم نے ان تمام گروہوں کا ہم کو مقابلہ کیا، جھوٹی حدیثوں کی نقلی کھولی تنقید و تحقیق کے دروازے کھولے، اصول حدیث اور سمار الرجال جیسے اہم فنون کو وجود بخشا اور اپنی اس کوشش میں بہت سے مصائب و روایت کئے بلکہ جانیں تک قربان کر گئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امام مالکؒ کو موڑا ہے اٹھرا وانا پڑے، حضرت امام ابو حنیفہؒ کو قید و بند کی ناقابل برداشت تکالیف کے بعد جان دینا پڑی، حضرت سعید بن ثوریؒ کو جگلوں میں روپوش رہنا پڑا، حضرت امام بخاریؒ کو شہر چھوڑنا پڑا، حضرت امام احمدؒ کو کمر پر

دردوں کی اذیت برداشت کرنا پڑی اور حضرت امام نسائیؒ کو جامع دمشق میں جام شہادت پینا پڑا، تو کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا ہے۔

یہ سب کچھ اسلام کو اختیار کے ہاتھوں مسخ ہونے سے بچانے کے لئے کیا گیا اور اس جھوٹے فیصل کو اتار کر پھینکنے کے لئے کیا گیا جو اسلام کا جھوٹا لہرہ بلند کرنے والوں نے حسمپاں کر رکھا تھا غرض یہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک محدثین فقہاء کی ذمہ داری تھی جو تمام فتوئوں کا جگہ کر اور سب سے سیر ہو کر مقابلہ کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ آنے والی نسلوں کے لئے خالص کو پیش کرنے کے لئے تصانیف و تالیفات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

حضرت امام غزالی کا دور آیا تو اشاعہ و معتزلہ نے پورے ملک پر اپنا تسلط جارکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق بے شمار عقائد کتاب و سنت کے خلاف مسلمانوں کے ذہنوں میں جگہ پڑ چکے تھے۔ محدثین اور فقہائے اسلام نے اس صورت حال کو جانچا اور کتاب و سنت کی روشنی میں بگڑے ہوئے عقائد کی اصلاح میں بہترین مصروف ہو گئے، علامہ ابن جوزیؒ نے تو خود کو در بدعت کے لئے وقف کر دیا اور اپنی بڑی کامیابی حاصل کی کہ ایک ایک وقت میں دس دس ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھ توبہ کی، اس کے ساتھ سر موصوع پر کتابیں لکھیں۔ پھر اسی زمانہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے مسند درس و وعظ اسماعیلی اور تصوف کے راستے جو ہزار ہا بدعات پیدا ہو رہی تھیں ان کے خاتمہ کے لئے پوری زندگی وقف کر دی۔

اس کے ساتھ ہی سیاسی صورت حال یہ تھی کہ اسلامی ظہور میں ہر جگہ مسلمانوں کے عروج کا آفتاب زوال پذیر ہو رہا تھا۔ دشمن مسلط ہونے جا رہے تھے، اخلاق و اعمال بگڑتے جا رہے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو بچا دکھانے کے لئے ان کی تلواریں اپنوں ہی کے سروں پر چمک رہی تھیں، حکام عیاشی کے گردیدہ ہو چکے تھے اور اسلامی سیاست پس پشت ڈالی جا چکی تھی۔

اجتہاد اور علمی تحقیق و تفتیش کے مقابلہ میں قصہ گوئی، مصتوی اور صاحبان اقتدار کو خوش کرنے کے لئے دوسرے بہت سے طریقے دن بدن ترقی کرتے جا رہے تھے۔ کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کی طرف سے یکسر غفلت برتی جا رہی تھی، قدیم و جدید فرقے مہر اٹھا رہے تھے اور موصوعہ کو غنیمت جان کر فائدہ اٹھانے میں مصروف تھے اور کہیں کہیں تو دین فردوسی نے بھی اپنا بازار گرم کر رکھا تھا۔

سب سے غصہ انگیز بات تاراریوں کی شکل میں نمودار ہوا، بغداد کی اینٹ سے اینٹ بج گئی، یہاں

تک کہ کتابوں کے انبار خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے اور بقبول علامہ سیوطی ۶۲۰ ماہ تک چائے دجلہ کا پانی گت یوں کی رکھتے تھے چھپا رہا۔

ان حالات میں جبکہ اسلامی ریاستوں اور مذہبی اخلاق و اعمال اور سلاطین کی پاکیزہ اسلامی زندگیوں کے ایمان افزوں نے نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت امام بن حمزہ کو وجود بخشا۔ یہ دن ربیع الاول ۶۶۱ء شنبہ کے دن ۶۶۱ھ میں بمقام حوزہ پیدا ہوئے۔ خاندان میں سات پشتوں سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ آپ کے والد مولانا عبدالحلیم دہرہ بہت بڑے عالم اور فنی حدیث میں یکتائے زمانہ سمجھے جاتے تھے۔

امام بن حمزہ کی عمر ۵ سال کی ہوئی تھی کہ زاتاریوں کی بغاوت سے بچنے کے لئے آپ کے والد نے حوزہ کو خیر باد کہہ کر دمشق کو اپنا وطن بنا لیا۔ ہر چیز چھوڑ دی مگر کتابوں کا ذخیرہ ایک گاڑھی پر ساتھ لے لیا۔ امام صاحب نے دمشق میں تعلیم حاصل کی۔ صد ہا علماء اور محدثین کی صحبتوں سے استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ میں ابن عبدالزکیم، امام ابن الخیر، امام ابن البراء اور امام کمال الدین جیسے مقبول عام ائمہ علم و فن کے نام بہت مسطور ہیں۔

امام صاحب نے ۷ سال کی عمر میں علوم دینیہ سے تالیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ والد کے انتقال کے بعد جبکہ ان کی عمر ۱۲ سال کی تھی دمشق کے علماء میں ان کو خصوصی جگہ حاصل ہو چکی تھی اور آپ دمشق کے دارالحدیث میں درس دیا کرتے تھے جس میں دمشق اور اطراف کے بڑے بڑے علماء اپنی شرکت کو باعث استغداد و سعادت سمجھا کرتے تھے۔ امام صاحب کے زوہبان اور وسعت علم و نظر کا یہ عالم تھا کہ صرف سورہ نوح کی تفسیر کئی سال تک بیان فرماتے رہے۔ اسی زمانہ میں قاضی القضاة کا عہدہ پیش کیا گیا مگر آپ نے خدمتِ علم و دین کو ترجیح دی اور عہدہ قضاة کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۶۹۱ھ میں امام صاحب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے، واپس آئے تو شہرت و عظمت کے ساتھ مخالفت کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا جس کی بڑی وجہ بدعات کا رد تھا۔ حج تو یہ ہے کہ حج بیت اللہ کے بعد ان کی تمام زندگی اجلا۔ آزمائش میں گذری مگر استقامت و استوری کی اس ٹھوس چٹان میں کہیں بھی کوئی ایک شکن پیدا نہ ہو سکی اور کتاب و سنت کا شدید ائی مسلمانوں کے لئے ایک ایسا نمونہ چھوڑ گیا جو رہتی دنیا تک ہر تاریکی میں روشنی کا میدان ثابت ہوتا ہے گا۔

بھی لوازما تھا۔ تاتاریوں نے کئی مرتبہ شام کا کام تمام کرنا چاہا مگر امام صاحبؒ ہر دفعہ ان صلاحی و نسیخی و
 خیای و منافی بقدرت الغالین کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اٹھے اور ویا نے دیکھا کہ جہاد باللسان
 و انقلم کا مسند نشین جہاد باالسیف کا علمبردار بن کر مسلمانوں کے جان و مال کو اغیار کے ہاتھوں بچانے
 میں مصروف ہے۔ ایک مرتبہ ۶۹۹ء میں ہلاکو خاں کے پوتے خازاں سے ملاقات کی وہ شام پر
 حملہ کی تیاریوں میں مصروف تھا لیکن امام صاحبؒ کی سفارت نے اس کے حوصلے پست کر دیئے
 دوسری مرتبہ ۷۰۰ء میں تاتاریوں نے پھر مصروف شام کو نشانہ بنانا چاہا۔ امام صاحبؒ اس موقع
 پر بھی خاموش نہیں رہے اور گھر گھر پہنچ کر مسلمانوں میں ایسا جذبہ جہاد بیدار کیا کہ تاتاری مسلمانوں کا
 جوش جہاد دیکھ کر ٹھنڈے پڑ گئے۔

۷۰۲ء میں ایک تاتاری سردار قنوشاہ نوے ہزار فوج لے کر ٹوٹ پڑا۔ امام صاحبؒ
 نے نصر پہنچ کر سلطان ناصر کو آمادہ جہاد کیا اور فرمایا: وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا خَيْرٌ كَثِيرٌ
 شَعْرًا لَا يَتَذَكَّرُونَ أَهْلًا نَكَحُوا. اگر تم پیٹھ دکھاؤ گے تو تمہاری جگہ دوسری قوم لے لے گی اور وہ تمہاری
 طرح بزدلی نہیں دکھائے گی۔ سلطان ناصر پر امام صاحبؒ کی دعوت جہاد نے ایسا اثر کیا کہ وہ
 اسی وقت تاتاریوں کے مقابلہ پر آگیا۔ جنگ چھڑی تو امام صاحبؒ نے میدان جنگ میں پھرے
 ہوئے شیر کی طرح ایسے حملے کئے کہ کشتوں کے پستے لگ گئے اور مسلمانوں نے بڑی جلدی تاتاریوں
 کا مزہ میدان جنگ سے پھیر دیا۔

۷۰۶ء میں امام صاحبؒ کے مخالفوں نے کچھ ایسا ہنگامہ برپا کیا کہ امام صاحبؒ شاہی
 عدالت میں طلبہ کئے گئے۔ بے سرو پا الزامات کی فہرست سامنے آئی تو آپ کے بھائی شیخ
 شرف الدین نے مخالفین کو بددعا دینا شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا: ایسا مت کہو بلکہ ایسا کہو کہ
 اللہم ھب لہم نوراً یھتدون بہ اذی الحسن۔ اے اللہ! کو ایسی روشنی عطا کر جس سے ان
 کو حق کا راستہ مل سکے۔ مگر مخالفین کے اثرات ایسے غالب آئے کہ امام صاحبؒ کو قید خانہ کی
 صف بندیوں برداشت کرنا پڑیں۔ ۷۰۸ء میں امیر حسام الدین بن علیسی کی کوششوں سے رہائی
 ملی مگر اس کے بعد آپ کے خلاف شور و شعل کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ آپ کے فتویٰ
 ”خلف طلاق“ اور ”زیارت قبور“ کے بعد ایک جماعت نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ اور
 سلطان کو مجبور کیا کہ وہ آپ کو قتل کر دے مگر سلطان قتل کرنے پر راضی نہ ہوا، البتہ عمر قید کی سزا
 دے کر دمشق کے قید خانہ میں بند کر دیا۔

امام عطاء رب کو اعلانے کلمۃ الحق کی خاطر برسوں قید و بند کی کلفتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ اس حالت میں بھی تصنیف و تالیف کی طرف سے ایک آن کے لئے غافل نہیں رہے، یہ سلسلہ مسجد میں، مدرسہ میں، مکان میں اور قید خانہ میں سر جگہ جاری رہا۔ اگر کبھی کاغذ قلم نہیں مل سکا، تو کوئلہ سے دیواروں ہی پر لکھنا شروع کر دیتے تھے۔

آپ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ منافقین کیا کر سکتے ہیں، یہ بے علم کی جنت میرے سینے میں محفوظ ہے، جہاں بھی رہوں گا یہ میرے ساتھ ہے گی، آپ فرماتے تھے کہ قید میری خلوت ہے، قتل میری شہادت ہے اور جلا وطنی میری سباحت ہے۔ قید خانہ کا سلسلہ دم آخر تک طاری رہا، یہاں تک کہ قوی جواب دینے لگے اور ایک مرتبہ ایسے صاحب فرماں ہوئے کہ بیس دن کے بعد بیس ذی قعدہ ۷۲۵ھ دو شنبہ کے دن صبح صادق کے وقت اپنے رب سے جا ملے،

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

انتقال کی خبر شہر بونئی تو دوستوں کے علاوہ منافقین کے دل بھی داخل کئے پورے ملک میں کبرام مچ گئے۔ موزوںوں نے مساجد کے میناروں سے اعلان کیا اور پولیس کے منادی راستوں میں پکارا بیکارہ کہہ رہے تھے اَلصَّلٰوةُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اَوْ مَفْسِرُهَا اَنْ يُّكَافَرَ جَزَاءُہُ بِرُؤْسِہُ کے لئے۔

محدثین و ائمہ نے غسل دیا، پہلی نماز قلعہ میں شیخ محمد تمام نے پڑھائی اور دوسری نماز جامع دمشق میں امام صاحب کے بھائی علامہ زین الدین نے پڑھائی، جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کا انسا بھوم تھا کہ لوگ اپنے عمامے چادریں اور رومال پھینک رہے تھے تاکہ امام کی میت سے چھو جائیں۔ آخر لاکھوں مسلمانوں کے بھوم میں جنازہ مقبرہ صوفیہ میں لایا گیا، اور ان کے بھائی علامہ شرف الدین ہنوزی ۷۲۶ھ کے برابر سپرد خاک کر دیا گیا اور مسلمان عرصہ دراز تک ان کی قبر پر آسمان گر غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے رہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ دین اسلام کے نامور مجدد اور کتاب و سنت کے بہت بڑے مبلغ تھے، انہوں نے اپنی پوری زندگی بقاء دین کے لئے وقف کر دی تھی، بڑے سے بڑے عہدہ کو ٹھکرا دیا، مصائب و آلام برداشت کئے مگر دین کے لئے جسے چراغ جلا گئے جو قیامت تک روشن رہیں گئے۔ اور جن کی روشنی سے استفادہ کئے بغیر کوئی شخص قوم کی مذہبی و سیاسی رہنمائی کے راستے نہیں پاسکے گا، اتباع سنت کا جو صور امام صاحب نے پھونکا

تھا وہ آج بھی پھینکا ہوا ہے اور قیامت تک پھینکا ہے گا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امام ابن تیمیہؒ خالص سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ سلف کے حامی تھے، اور اس کی تائید میں جو دلائل انہوں نے پیش کئے تھے اس سے پہلے کسی کی نظر ان تک نہ گئی تھی، چنانچہ علماء کا اس بات پر اتفاق تھا کہ جس حدیث کو امام ابن تیمیہؒ نے جانتے ہوں وہ حدیث ہی نہیں۔!

علامہ شمس الدین حنفی حویریؒ فرماتے تھے کہ تین سو سال میں امام صاحبؒ جیسا کوئی عالم پیدا نہ ہوا۔ دورِ حاضر کے نامور ناقد اور صاحب تصنیف علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص بیضاہرؒ (مصلح) محمدؐ کا صلی مصداق ہو سکتا ہے وہ علامہ ابن تیمیہؒ ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں کہ اصلاح کی تمام پھولی تو تھی ختم ہو چکی تھیں اور فساد کے تمام تخم آئندہ کے لئے پھل پھول رہے تھے، ایسے نازک دور میں جس نے زبانِ قلم اور تلوار سے دشمنانِ دین پر قیامت توڑی وہ امام ابن تیمیہؒ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تھی۔!

علامہ ذہبیؒ نے امام صاحبؒ کی تصانیف کو تین سو سے زائد بیان کیا ہے لیکن امام صاحبؒ کے شاگرد و خصوصاً علامہ ابن تیمیہؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۰۰ کے قریب بیان کیے ہیں۔ اب تک چالیس سے زائد کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر شاہ فیض کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ جن میں فتویٰ ابن تیمیہؒ اور منہاج السنہ بانچ اور چار ضخیم جلدوں میں ہے۔ سیاستِ شریعت، امام صاحبؒ کی وہ مخصوص کتاب ہے جس میں سیاست اور جہاں بانی کے اصول کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں اور اجتماعی مدنیت کے اصولوں کو اس خوبی سے جوڑا قلم کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کی نظریں اسلام میں راضی اور رعایا کے حسین اختلاط کے تصور سے چمکنے لگتی ہیں۔

علمائے پاک و ہند بلکہ عالم اسلام میں مولانا ابوالکلامؒ زاد پہلے شخص ہیں جن کی نظر سیاستِ شریعہ پر پڑی اور انہوں نے مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کیلئے اسے نہ صرف پسند کیا بلکہ اپنے معتمدِ خصوصی ابوالعلاء مولانا محمد امجد علیؒ کو دھڑکی کو اس کے اردو ترجمہ کی جانب توجہ دلائی۔

یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ ترجمہ میں امام صاحبؒ کے مخصوص انداز بیان میں کہیں

فرق نہیں آیا ہے۔ ایک ایک فقرہ موثر دل نشین اور مستقل دعوت معلوم ہوتا ہے۔ مجھے کانٹلی یقین ہے کہ سیاست شرعیہ کے مطالعہ سے مسلمانوں کے سیاسی نظریات میں غیر معمولی استحکام پیدا ہوگا اور ملی و سیاسی زندگی کی صدا ہاتھ آسانی سے پڑھ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سیاست شرعیہ کے ناشر خواجہ عبدالوہید مالک کلام کہنی کو جزائے خیر دے اور مسلمانوں کو استفادہ کی توفیق فریق بخشنے۔ آمین وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مقدمہ

از مولانا ابوالاعلیٰ محمد اسماعیل گودھروی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اجْتَنَّبَی - وَاصْطَفٰی حَمْدًا اَصْلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
لِیَكُوْنَنَّ عَلَیْكُمْ سُرْحَمٰیةً - وَتَكُوْنُوْا اَشْهَادًا اَوْ تَعْلٰی النَّاسِ - وَرَیْطُظْهَرُ
دِیْنُكُمْ عَلٰی الدِّیْنِ كُلِّهِ - وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ
وَعَلٰی مَن تَبِعَهُ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ

اٹھا بعد! آج ہم نوع انسانی کی پوری تاریخ پر نظر ڈالیں۔ تو نوع انسانی کو مطمئن
اور مسرور بنانے کے لئے جس قدر ذرائع و وسائل، جتنی عمومیت اور ہمہ گیری کے ساتھ آج ہیں۔
پچھلے کسی دور میں نظر آئیں گے۔ سائنس نے ہر قسم کے سامان عیش اور مفرطانہ عیش پستی
آرام و راحت کے اسباب جمع کر رکھے ہیں جو پچھلے دور میں نظر نہ آئیں گے۔ اور بین الاقوامی نشر گاہ
سے ہر ملک اپنے اس یقین کا اظہار کر رہا ہے کہ ”ہمارا ملک اب معاشی سطح پر پوری طرح مطمئن
اور مسرور ہے“ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، نوع انسانی جتنی اور جس قدر عمومیت
کے ساتھ بے چین، مضطرب، پریشان، اور دکھی آج ہے شائد کبھی نہیں تھی۔ لکھتی تھی کہ وہ تھی بھی
مضطرب و بے چین ہے۔ غریب بے کس بن کے پاس کھانے کو روٹی نہیں، تن ڈھانکنے کو کپڑا
نہیں وہ بھی مضطرب و بے چین ہے، نافرمانان حکومت، کرسی نشینان سلطنت، فرما روائی
بھی مضطرب و بے چین ہیں۔ مخلوق بے بس رعایا بھی مضطرب و بے چین ہے۔ جمہوریتوں کے
علبر دار بھی مضطرب و بے چین ہیں۔ اور مارکیزم اور سٹالین کے پیرو بھی مضطرب و بے چین
ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ کی جمہوریتیں بھی مضطرب و بے چین ہیں۔ اور کمیونسٹ روس
وہیں بھی مضطرب و بے چین ہے۔ ہندوستان اور پاکستان بھی مضطرب و بے چین ہے۔
مصر و عرب وغیرہ بھی مضطرب و بے چین ہے۔ باوجود ذرائع و وسائل کی افزائش و فراوانی
کے نوع بشری۔ اور نوع انسانی کا ہر شخص، ہر فرد مضطرب و بے چین اور پریشان حال، اور
پریشان خاطر ہے۔ آخر وجہ کیا ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس کی وجہ اور اس کے اسباب

دریافت کرنا ہر انسان کا فرض ہے، آخر قصہ کیا ہے اور کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ اور
ع ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“

کا قصہ کیوں پیش آ رہا ہے!

فلسفی اٹھتے ہیں، ماہرین اقتصادیات اٹھتے ہیں۔ ناخدایان سلطنت اٹھتے ہیں۔ اپنی اپنی فکر
اپنی اپنی طبیعت، اپنے اپنے ذہن و دماغ، اور اپنی اپنی عقل و سمجھ کے مطابق چند قواعد و ضوابط مرتب
کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جو قواعد و ضوابط آج وہ مرتب کرتے ہیں کل وہ بیکار ہو
جاتے ہیں۔ دوسرے قواعد و ضوابط مرتب کرنے پڑتے ہیں، ان کا حشر بھی وہی ہوتا ہے جو پچھلے
قواعد و ضوابط کا ہوا۔ آخر مجبور ہو کر یہ ناخدایان انسانیت کو کوشش کر رہے ہیں کہ، جماعی مفاد کے نام
پر افراد و اشخاص کو اپنی خواہشات قربان کرنے کے لئے آمادہ کیا جائے۔ مگر اس کا حشر بھی سامنے سے
بلند پروازی کی یہ عقلی خواہش فطری تقاضوں سے ٹکراتی ہے تو انسان بیچارہ کیا کر سکتا ہے؟ فطرت کا
دباؤ تو وہ پیر سے کہ عام انسان تو کیا اس بلند پروازی کے جو داعی اور فلسفہ طراز ہوتے ہیں وہ بھی
اس کے مقابلے میں عاجز نظر آتے ہیں، اور عجیب عجیب چودہ دروازوں سے اپنے مطالبات پیچھے
کر لیتے ہیں، انسان کا مستقل طرز عمل دراصل وہی ہو سکتا ہے جو کسی فطری داعیہ سے ہم آہنگ ہو
اور اجتماعی مفاد کیلئے قربانی اس کے لئے انسان کی فطرت میں کوئی داعیہ نہیں۔

غرض ایسی طرح مخلوق کا اضطراب ذبے چینی اور نوع انسانی کی پریشانی کم ہونے نہیں پاتی،

آخر یہ قصہ کیا ہے؟

ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسان، یا ناخدایان انسانیت کے سامنے ایک ایسا نظام عالم جو ہر امر
نوع انسانی کے لئے رحمت ہے، اس کی فلاح و بہبود کے لئے امن و سکون کا پورا متکفل ہے۔ اور اس
کی تعمیر کے لئے پورا سامان، پورے اسباب موجود ہیں، مگر ان ناخدایان انسانیت نے اپنے علم و
آگاہی کے زعم میں اس سامان، اور ان اسباب کو دم ٹھہرا کر رکھ دیا ہے، اور اس طرح اس تیار کردہ
کو وجود میں لانے کا راستہ ہی سب سے بند کر دیا ہے، جو ایک صحت مند، پرسکون، پر اطمینان، خوشحال
زندگی کے لئے لازم ہے اسے ٹھکرا دیا ہے، کوشش کی گئی ہے کہ اجتماعی مفاد کے نام پر افراد
انسانی کی فطری خواہشات کو قربان کر دیا جائے۔ مگر اس کا حشر بھی سامنے ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہ نظام زندگی جو یہ ناخدایان انسانیت تیار کرتے ہیں یا جو تیار
کیا گیا ہے۔ یہ نظام انسان کو زندگی سے بیزاد کر تلے، خالق فطرت جس سے خوش نہیں ہے، دنیا

جہاں کو اس نے اطمینان و سکون۔ طمانیت و سردی سے یکسر محروم کر رکھا ہے۔ ہر انسان، نوع بشری کا ہر فرد۔ ہر شخص اضطراب و بے چینی، پریشان حالی، پریشان خاطر میں مبتلا ہے۔ اور سخت مبتلا ہے۔

دراصل یہ ایک بہت بڑی اور بہت ہی بڑی سزا ہے، خالق فطرت کے ہاتھوں انسان کو اس کی ناکردنیوں کی باداش میں جو خود اس کے ہاتھوں سے لائی گئی ہے اور لائی جا رہی ہے، انسان کے خالق نے اس کی نوعی، اجتماعی، انفرادی، شخصی فلاح و بہبود کے لئے بہترین اصول اور کامیابی کے حکم ترین فطری بنیادیں فراہم کی تھیں، خالق فطرت نے فطری قواعد و ضوابط پیش کئے تھے۔ لیکن اس نے اپنے زعم علم میں اپنے خالق نمائے سے انکار کر دیا اور ان تمام چیزوں کو بھی رو کر دیا جو خالق کائنات یعنی موجد فطرت نے اس کی نوعی، اجتماعی، انفرادی، شخصی، فلاح و بہبود کے لئے تیار کیا تھا۔ اور اب وہ اس کی سزا بھگت رہا ہے، اور بڑی طرح بھگت رہا ہے، اور جب تک انسان اپنے خالق، فطرت کے خالق کے منشا، کو ٹھکراتا ہے گا اس کا یہی حال ہوگا۔

اسلام ایک ایسا نظام پیش کر رہا ہے، جو دنیا اور آخرت کا جامع ہے، خالق فطرت فطری نظام پیش کرتا ہے، انسان کی نوعی، اجتماعی، شخصی، انفرادی ضروریات کو نہایت وضاحت کے ساتھ بڑی خوبصورتی سے پیش کرتا ہے، اسلام نے نوع انسانی کے لئے اجتماعی، نوعی، شخصی، انفرادی حالات کے ماتحت پوری طرح و رست کیا۔ انسان کی عمرانی، حضارانی، سیاسی، اقتصادی، تمدنی نظام کو اس قدر کامل اور مکمل شکل میں پیش کیا کہ دنیا حیرت سے انگشت بردنان ہے۔ دنیا کی اقداروں کو آخرت کی اقداروں میں کچھ اس طرح سمویا کہ انسانیت پوری طرح کامیاب ہے۔ دنیا میں امن و چین، اطمینان و سکون، عزت و سربلندی نصیب ہو، اور آخرت میں فلاح و بہبود اور نجات میسر آئے، دنیا اور آخرت دونوں درست ہو جائیں۔

آج زمانہ دھرمیت یا نیم دھرمیت کا شکار ہو چکا ہے۔ آخرت کی زندگی کو ایک دہم سمجھا جا رہا ہے، حالانکہ اصل دائمی زندگی آخرت کی زندگی ہے، اسلام نے اس دنیا کی زندگی کے علاوہ ایک دوسرا عالم بتلایا ہے، جو اس عالم دنیا کی زندگی سے بہت اہم اور یقینی ہے، جہاں اس دنیا کی زندگی کے سہرے عمل، چھوٹے بڑے اعمال و کردار کا بدلہ دیا جائیگا۔ اور وہی نظام کامیاب ہے گا جو دنیا و آخرت کی زندگی کو ہموار کر دیے، اور وہ اسلام ہے، ایسا نظام نہ یہود پیش کر سکتے ہیں، نہ نصاریٰ عیسائی پیش کر سکتے ہیں، نہ ہندو چین اور پاکستان کی ہندو اقوام زبودہ

پیش کر سکتا ہے، نہ جینی دھرم،

دنیا کی عزت و طلب کی خاطر ہر چھوٹا بڑا انسان سب کچھ کر گزرتا ہے، اگر اپنے کو دنیا کے سامنے
صاف و سچھا دکھانا چاہتا ہے تو پورا دروازے سے گزرتا ہے، لیکن آخرت کا تصور اور یہ اعتقاد
و عقیدہ کہ آخرت میں دنیا کے اندر ہر چھوٹا بڑا عمل کیا ہے اس کا بدلہ یقینی ہے، ہر چھوٹے بڑے
انسان کو براہ راست پر پھینک کر دیتا ہے، اور جس قدر آخرت کا رنگ بچتہ ہوگا اسی قدر عدل
و انصاف کی کسوٹی پر پورا اترے گا۔

یہود نے اپنے دین میں دنیوی فلاح و بہبود کی راہیں مسدود کر دیں اور مذہب ترک کر دیا۔ اور
مَحْضُ مَوْتًا خَيْرٌ مِّنْ حَيَاتٍ مَّهْمُورَةٍ، انصاف نے ترقی کی راہیں اپنے مذہب میں نہ پاتے ہوئے مذہب کو
خیر باد کہہ جا۔ چند وجوہیں ہیں پر وہ مذہب بنا جس کو اپنا یا اور اپنے لئے ارتقاء کے دروازے
بند کر لئے۔

رسول اکرم کی سیاست

غرض اربیا کے تمام مذاہب ہر دو عالم دنیا و آخرت کے لئے جامع ہوں ایسا کوئی بھی نہ نکلا۔
ایک مذہب اسلام ہی ایسا ہے جس نے دنیا و عقبی، مبداء و معاد، دنیا و آخرت کی زندگی کو کامیاب
بلند کر دیا۔ اور نور انسانی کو ایسی سر بلندی بخشی کہ دنیا و عقبی کی ترقی سر بلندی کے مداروں پر گھڑا کر
دیا۔ دنیوی اقتدار کو اخروی اقتدار، مادی قدریں کو روحانی قدروں میں کچھ ایسا سمودیا کہ مبداء و معاد
دونوں کامیاب ہو گئے، عقیدہ تو سید اور اعتقاد آخرت اجزاء اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے ایک بہترین
معاشرہ پیش کیا، اور ترقی کے میدانوں میں سب سے آگے کر دیا،

سلسلہ ہجری میں حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو خلافت کبریٰ عطا ہوئی، تا سید الہی
پوری طرح ساقی ہوئے، اس سے ملک نے اس دو عالم کے مہلکے کو قبول کر لیا۔

سلسلہ ہجری میں چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ نے عمرہ کا قصد فرمایا، اور ذی قعدہ میں آپ
ردنہ ہوئے، ذوالحلیفہ پہنچ کر عمرہ کا احرام باندھا، اور قربانی کے جانوروں کو ساتھ لیا تھا ان کا شہاد
کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک آدمی اپنے پیچ دیا تھا کہ قریش ملکہ کی خبر لائے، عسفان
مقام کے قریب پہنچے تھے کہ یہ آدمی خبر لے کر آیا، اور کہا میں نے کعب ابن لؤئی کو دیکھا ہے وہ آپ کے
خلاف جنگ کی تیاری کر چکا ہے، اور بیت اللہ سے آپ کو روکے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے صحابہ سے مشورہ کیا اور فرمایا ہم بیت اللہ کی حرمت کو توڑنا نہیں چاہتے، لیکن ہمیں اگر روکا گیا تو ہم ان سے مقاتلہ کریں گے، حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کی کہ ہم عمرہ کرنے کو آئے ہیں نہ کہ جنگ کرنے کو لیکن اگر کوئی ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حال ہوا تو ہم ضرور ان سے مقاتلہ کریں گے، قریش کی جانب سے خالد بن الولید بطور طلوع آگئے تھے، قریش بہت پریشان تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آگئے ہیں حدیبیہ مقام پر پہنچ کر مزاحمت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان کو مکہ کی طرف روانہ کیا کہ قریش سے کہو کہ ہم جنگ کرنے کو نہیں آئے، عمرہ کرنے کو آئے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کی دعوت بھی پیش کی، قریش بھی طرح نہ مانے، حضرت عثمان واپس لوٹے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مکہ میں صلح ہو کر قرار پایا، حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے صحابہ اس قسم کی شرائط سے خوش نہ تھے، زعمہ کے بغیر واپس جانا چاہتے تھے، حضور نبویؐ میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم کو خدا نے فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا
ہم نے تم کو کھلی فتح دی،

فرمایا ہے، کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا یقیناً یہ فتح ہے، عہد نامہ میں عرب سے بڑی شرط یہ تھی کہ مسلمان آزادی کے ساتھ تبلیغ اسلام کرتے رہیں گے، اس شرط کی رو سے تمام عرب میں اسلام کی دعوت پہنچانی گئی، ابتداء اسلام سے لے کر اس وقت تک جس قدر اسلام پھیلا تھا، اس سے کہیں زیادہ اسلام پھیل گیا، اسلام کا اولین عقیدہ توحید خداوندی، اور آخرت میں جزاء اعمال یقینی ہے، یہی اعتقاد و عقیدہ تھا کہ اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا، مسلمانوں کا خدا کے فرمان پر پورا پورا بھروسہ تھا اور خدا کا وعدہ تھا،

وَعَدَا اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَوَسَّلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا مِلَّةَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ لَئِنْ لَمْ يَنْزِلْ اللَّهُ بِآيَاتِهِ لَفَسَدُوا وَمَنْ يَفْسُدْ فَإِنَّ اللَّهَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

تم میں جو لوگ ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان لوگوں کو ملک کی خلافت ضرور عطا فرمائیں گے جیسے ان لوگوں کی خلافت عطا کی تھی جو ان سے پہلے ہو گئے ہیں اور جن دین کو اس نے اپنے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کیسے جا کر رکھا اور خون جو ان کو لاش ہے اس کے بعد ان کو نیک بننے میں امن ہے گا کہ ہماری عبادت کیا کریں، اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانیں اور جو ان احسانات کے بعد ناشکری کرے

تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں؛

(سورہ نور ۲۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ تھا۔

هَذَلِكَ كِسْرَى وَلَا كِسْرَى بَعْدَكَ
وَهَذَلِكَ قَيْصَرٌ وَلَا قَيْصَرٌ بَعْدَكَ وَلَتَنْتَفِقُنَّ
كِنُزْرَهُنَا.

کسری ہلاک ہوگا اسکے بعد کوئی کسری نہیں ہوگا اور قیصر
ہلاک ہوگا اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اور ان دونوں
حکومتوں کے ننانے تم خرچ کر دے گے۔

صلح حدیبیہ کے بعد اسلام اس قدر مقبول ہوا کہ گھر گھر ایسی کاہر چا تھا۔ قبائل کے قبائل اسلام
میں داخل ہو گئے اور سارا عرب اسلام میں داخل ہو گیا۔

قریش مکہ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، اس لئے آپ نے مکہ کی تیاری شروع کر دی۔ دس
رمضان المبارک ۳۳ھ میں دس ہزار فوج لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے، منگہ پہنچے حضرت
ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور مکہ میں جا کر آواز دی :-

مَنْ دَخَلَ الْمَدِينَةَ الْحَرَامَةَ مِنْ
أَيِّ دَوَابِّ سَفِيَّانَ فَهُوَ
أَمِنٌ. (مختصر زاد المعاد ص ۱۶۵)

جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائیگا اسکو امن ہے
اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائیگا
اسکو امن ہے۔

اس کے بعد آپ بیت اللہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، تمام سرداران قریش آپ کے
سامنے پیش ہوئے آپ نے انھیں خطاب کر کے فرمایا :-

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ مَا تَدْرُونَ رَبِّي
فَاعِلٌ بِكُمْ؟ (مختصر زاد المعاد ص ۱۶۶)

تمام قریش ایک زبان بول اٹھے :-
خَيْرٌ يَا نَجْدِي يَا نَجْدِي يَا نَجْدِي
(مختصر زاد المعاد ص ۱۶۷)

آپ نے فرمایا :-

رَبِّي أَنَا قَوْلُ كَمَا قَالَ يُوسُفُ لِأَخْوَاتِهِ
لَا تَأْتِرِينَ عَلَيَّ يَوْمَ أَذْهَبُوا فَاتَخَّرُوا
بِالطَّلَاءِ (مختصر زاد المعاد ص ۱۶۸)

میں دہی کہوں گا جو یوسف نے اپنے بھائیوں کو
کہا تھا، آج کے دن تمہارے لئے کوئی پریشانی
کی بات نہیں، جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔

اس کے بعد سارے عرب میں اسلام کا اتمہ قائم ہو گیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
باہر کی دنیا کے متعلق سوچنے لگے۔

اسلام کی جامعیت

اسلام دنیا اور آخرت دونوں کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ نہ آخرت کو دنیا کے لئے چھوڑا جائے نہ دنیا کو آخرت کے لئے چھوڑا جائے، اسلام کہتا ہے:-

دنیا آخرت کی کھینٹی کی جھلک ہے۔

الدُّنْيَا مَرْعَى الْأَخْرَجِ

قرآن کہتا ہے:-

جس نے نیک عمل کیا مرد وہ یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے اس کی زندگی ہم ابھی طرح بسر کر اس کے اور ان کو آخرت میں ان کے بہترین اعمال کا صلہ دیں گے۔

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَهُ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلْيُحْيِيَنَّهٗ حَيَاتًا طَيِّبَةً
وَلْيَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ (نحل ۷۶)

اور کہتا ہے:-

لے پیغمبران لوگوں۔ سے پوچھو کہ اللہ نے جو نیکیت کے سامان اوکھانے کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے ان سے کہو کہ یہ دنیا میں ان لوگوں کے لئے ہیں ایمان لائے ہیں اور قیامت کے دن خاص نہیں کیلئے ہوں گی۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي
اخْرَجَ لِعِبَادِهِ مِنَ الدُّنْيَا
قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
خَالِصَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(اعراف ۳۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

تم میں اچھا آدمی وہ نہیں جو اپنی دنیا کو آخرت کیلئے ترک کر دیوے اور آخرت کو دنیا کیلئے ترک کر دیوے بلکہ وہ بہتر ہے جو دونوں کو لے کر چلے کیونکہ دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

لَيْسَ بِخَيْرٍ كَرِهَ مَنْ تَرَكَ دُنْيَاهُ
لِالْآخِرَةِ وَلَا آخِرَتَهُ لِدُنْيَاهُ حَتَّى يَصِيبَ
مِنْهُمَا حَبِيبًا فَإِنَّ الدُّنْيَا بَلَاءٌ وَالْآخِرَةُ
مِنْهَا عَذَابٌ (ابن مسعود عن النبي)

اور فرماتے ہیں:-

تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو اپنی دنیا سے اپنی آخرت درست کرے، اور اپنی آخرت سے اپنی دنیا درست کرے۔

خَيْرُكُمْ الَّذِينَ يَأْخُذُونَ مِنْ دُنْيَاهُمْ
لِالْآخِرَةِ وَمَنْ أَخْرَجَهُمْ لِدُنْيَاهُمْ

مفہوم کنز العمال برہان شریف مسند احمد ۱۹۷

اور فرماتے ہیں۔

جب آخر زمانہ ہوگا تو لوگوں کو درہم و دنانیر کی سخت ضرورت ہوگی۔ آدمی اس سے اپنے دین اور دنیا کو باقی رکھ سکے گا۔

إِذَا كَانَ فِي إِخْرَازِ الزَّمَانِ لَابُدَّ
لِلنَّاسِ فِيهَا مِنَ الدَّنَاحِرِ وَالذَّنَابِئِرِ
يُقْبِعُهُمُ الزُّجْلُ وَيُنْتُهُ دُونِيَاةُ

(طبرانی فی الکبیر)

اسلام خلافت کبریٰ کا دستور العمل ہے، آسمانی نظام، خدائی ضابطہ حیات ہے۔ نوع انسانی کے لئے فطری نظام زندگی ہے، دنیوی مادی اقدار کو دینی، مذہبی روحانی اقدار میں کچھ اس طرح مخرج کر دیا کہ دنیا اور آخرت دونوں کو مکمل کر دیا، خلافت کبریٰ نظام انہیں اقداروں پر قائم ہوا۔ عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کا نظام بھی قائم ہو گیا، اور معاملات مثلاً لین دین، اقتصادیات، سیاسیات، وغیرہ کا نظام بھی قائم ہو گیا، یہ نظام اس قدر بلند اور اونچا تھا کہ انسانی فطرت پر اس لئے فطری حکومت قائم کر لی اور

حکم صرف خدا ہی کا ہے

إِن الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ

حکم صرف خدا کا چلتا تھا، کتاب و سنت کا چلتا تھا، خلیفہ صرف اس نظام سلطنت، دستور خدائی کا نافذ اور جاری کرنے والا تھا، چنانچہ جو نظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا اسی نظام پر آپ کے خلفاء رہ چلے اور مخلوق خدا کو اس پر چلائے ہے۔ قرآن مجید مسلمانوں کی صفات بیان کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے اس نے تم کو انتخاب فرمایا ہے۔ اور دین کے بارے میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی، تمہارے رب نے وہی دین جو تمہارا جہاد تھا، باپ براہیم کا تھا، اسی خدا نے پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا، اور اس قرآن میں بھی، تاکہ رسول تمہارے مقابلہ میں اعلان حق کریں، اور تم دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اعلان حق کرتے رہو، تو تم نمازیں پڑھو، اور زکوٰۃ دو اور اللہ ہی کا سہارا پکڑو، کرو، تمہارا کارساز ہے تو کیا ہی اچھا کارساز

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ
هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ
مِنْ حَرَجٍ مَّمْلَكَةٌ أَبْيَكُمْ أَبْدَاهِيكُمْ هُوَ
سَمَّاكُمْ مُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا
لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا
شَهِدًا عَلَى النَّاسِ فَأَتَيْنُوا الْفَصْلَةَ
الَّتِي فِيهَا الزُّكُوتُ - وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ
مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ

(حج ع ۱۰)

ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔

نظام شرعی کو چلانے کے لئے اس امت کو بہترین امت فرمایا، اور بہترین امت ہونے

کا راز بھی بتلادیا۔ فرمایا

لوگوں کی رہنمائی کے لئے جس قدر امتیں پیدا

كُنَّ خَيْرًا مَّا مَجِبَتْ لِلسَّاسِ

ہوئیں ان میں تم سب سے بہتر ہو کہ اچھے کام

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ

کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے

الْمُنْكَرِ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ ط

ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(آل عمران ۱۱۳)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہترین امت ہونے کی اولین شرط ہے، اسی بنا پر اس کو

بہترین امت کہا گیا ہے، کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے رہیں۔

اور فرمایا

اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہئے جو لوگوں کو

وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ

نیک کاموں کی طرف بلائیں، اور اچھے کام کرنے

اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ

کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں، ایسے ہی

عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ط

لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے، اور ان جیسے نہ ہو جو فرتے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَلْفَظُوا۔ وَآخْتَلَفُوا

فرتے ہو گئے اور اپنے پاس کھلے کھلے احکام آئے تو بچے

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ط وَ

آپس میں اختلاف کرنے لگ گئے اور یہی لوگ ہیں

اُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

جن کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔

(آل عمران ۱۱۰)

غرض! عائلی، قبائلی، ملکی، عمرانی، حضری، بدوی سیاست کو مکمل کر دیا، شرائع دینیہ

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وجہ احسان، برو تقویٰ اور پرہیزگاری، خدا پرستی، خدا ترسی، عدل

والصاف، باہمی مسادات و موصات، اخوت و بھائی چارہ، حریت فکر و رائے، اور شرائع

اجتماعیہ کی تکمیل کر دی۔

آمد و نفود

صلح حدیبیہ سے قبل اسلام کی راہ میں بہت رکاوٹیں تھیں، گو اسلام کے فطری نظام کو بہت

سے قبول کر چکے تھے، لیکن اس کے اظہار سے رکتے تھے، اور اظہار سے رکنے کی دُور، وہیں تھیں

پہلی وجہ تو یہ تھی کہ عرب میں عار اور ظعن و تشنیع کو بہت بُرا سمجھا جاتا تھا، تا آنکہ بعض بڑے بڑے لوگوں سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اسلام کی صداقت کا یقین نہ رکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ

اِسْتَحْتَرْتُ النَّارَ عَلَيَّ الْخَابِرَا
میں نے عار کے مقابلہ میں نارِ جہنم کو اختیار کر لیا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ قریش مکہ اس بارے میں عاقل تھے، کیونکہ بیت اللہ کی ساری خدمات ان کے ہاتھ میں تھی اور عرب یہ سمجھتے تھے کہ اس گھر کی خدمت انہی کو ملتی ہے جو خدا کے مقبول بندے ہوں۔

علاوہ ازیں مسلمانوں اور قریش کے درمیان لڑائیاں ہوتی تھیں، اس میں پہلے کبھی مسلمانوں کا بھاری رہتا اور کبھی قریش مکہ کا، غزوہ بدر میں مسلمان کا میاب ہے، تو غزوہ اُحد میں قریش کا پہلے بھاری رہا، غزوہ خندق ایسا غزوہ تھا کہ قریب قریب دونوں مساوی تھے، صلح حدیبیہ سے تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں، قرآن کی فطری دعوت تمام کو مسحور کر چکی تھی صلح حدیبیہ کے بعد قبائل عرب کے ذوق آنے لگے، سارا عرب ٹوٹ پڑا اور صدق دل سے اسلام قبول کرنے لگا۔ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنے اپنے قبائل کی نمائندگی کرنے لگے چنانچہ یہ ذوق آنے لگا۔

وفد ثقیف

جب ان لوگوں نے دیکھا ان کے اطراف کے لوگ تمام اسلام قبول کر چکے ہیں اپنا وفد بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اسلام قبول کر لیں، میں وفد عبدالیل بن عمر تھے جب یہ لوگ بارگاہ رسالت میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے ایک کونے میں ان کے لئے ایک خیمہ ڈلا دیا، اس کے بعد گفتگو کی، ان لوگوں نے نماز سے معافی مانگی آپ نے فرمایا

لَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَا صَلَاةَ فِيهِ
اس دین میں خیر نہیں جس میں نماز نہیں ہے،

اور عرض کی ان کے بتوں کو آپ نہ توڑیں، لیکن آپ نے ان کے ہمراہ ابوسفیان بن حرب اور غمیرہ ابن شعبہ کو بھیجا، اور انہوں نے ان کے بڑے بت لات کو توڑ دیا، اور عثمان بن ابی العاص کو ان کا امیر مقرر فرمایا، اور چلتے وقت خاص نصیحت فرمائی کہ نماز میں ضعیف، بوڑھوں اور چھوٹوں اور حاجت مندوں کا خیال رکھنا، ثقیف اسلام کے لحاظ سے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صادق القبول تھے،

وفد بنو تمیم

اس وفد کے رئیس عطارد بن حاجب بن زرارہ اور اقرب بن حالمس، زبیر بن بکر، اور عمرو بن الاہتم اور قیس بن عاصم تھے۔ اس وفد کے متعلق سورہ ہجرات کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئی تھیں، اس وفد نے اپنے قومی مفاد بیان کئے، اس کے جواب میں قیس بن شماس نے خطبہ دیا، مہاجرین اور انصار کی اس میں بہت تعریف کی، اس کے بعد حضرت حسان بن ثابتؓ نے ایک قصیدہ پڑھا جو بہترین قصیدہ تھا

وفد قیس بنو عامر

اس کے رئیس عامر بن الطفیل اور ربیع بن قیس تھے،

وفد بنی سعد بن بکر

اس وفد کے رئیس ضمام بن ثعلبہ تھے، بڑے بہادر اور دلیر تھے،

وفد ربیعہ بنو عبد قیس !

اس وفد کے رئیس جارد بن بشر بن المعلى تھے، یہ نصرانی تھے لیکن اسلام لانے کے بعد بڑے

سخنوت اور پکے مسلمان ہو گئے۔

وفد ربیعہ بنو خلیفہ

مسئلہ کذاب اسی قبیلے سے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے

نبوت کا دعویٰ کیا تھا،

وفد قحطان

اس کے رئیس زید الخلیل تھے،

اس کے بعد مرادہ اور زبید اور کندہ کے وفد آئے، اور اسلام قبول کر لیا۔

اس کے بعد ملوک حمیر حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے،

اس کے بعد وفد بنو الحارث بن کعب تھا، اسی وفد کے ہمراہ حضرت خالد بن الولیدؓ

تھے اسلام لاکر مشرف باسلام ہوئے،

اس کے بعد بنو رفاعہ کا وفد آیا، یہ اور ان کی قوم ساری مسلمان ہو کر مشرف باسلام ہوئی

اس کے بعد وفد ہمدان آیا، اس کے رئیس ذوالمخثر تھے جن کی کنیت ابو ثور ہے۔

غرض! یہ کہ اسی طرح وفد آتے رہے اور اسلام قبول کرتے چلے گئے تا آنکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کا سفر میں ارادہ کیا تو ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان آپ کے ہمراہ حج میں تھے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ حج میں آپ کے ہمراہ نہیں تھے وہ کس قدر زیادہ ہونگے یہ ظاہر ہے اس وقت حکومتوں کے رئیسوں کے ماتحت سب کچھ ہوا کرتا تھا، جب رئیس اسلام لے آئے تو سارے قبیلے کا اسلام لے آنا سمجھنا چاہئے۔

بادشاہوں کے نام خطوط

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوک و سلاطین کے نام دعوتی خطوط روانہ کئے دجیہ بن خلیفہ الکلبی کو شاہ روم کی طرف بھیجا۔ اور ایک خط دیا کہ اسے دے دیا جائے، خط کا مضمون یہ تھا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ كِی جَانِبِ
سے بنام برقل عظیم روم، اسلام اس پر جو ہدایت کی
اتباع کرے، اما بعد، اسلام قبول کرو تم سلامت
ہو، اور تم اسلام قبول کرو تو تمہیں دوسرا اجر ملے گا
اور اگر تم نے اس دین سے منہ موڑا تو تمہارے تمام
متبعین کا گناہ تمہارے سر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . مِنْ
مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِنِّیْ هُرِّدْتُ عَظِیْمًا لِّدَوْرٍ
السَّلَامِ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعْنَا الْهُدٰی . اَمْ اَبَعْدُ
اَسْمِعُ تَسْبِیْحًا وَاَسْمِعُ یَوْمَئِذٍ اللّٰهُ اَجْرَكَ
مَرَّتَیْنِ دَانَ تَتَوَلَّوْا فَاِنَّ اِشْرَاقًا لِّرَّسُوْلٍ عَلَیْكَ
(محاضرات نعیمی، یک، ص ۱۴۷، ۱۴۸)

برقل نے اس خط کی قدر کی، لیکن اراکین سلطنت نے مخالفت کی اس کی وجہ سے برقل نے اظہار اسلام سے گریز کیا۔

سلطان دمشق کے نام

اس وقت دمشق پر فرمانروائی منذر بن الحارث ابن ابی شمرا لفسانی کرتا تھا، آپ نے شجاع بن وہب کو جو بنو خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے اس کی طرف بھیجا، آپ نے اس کو لکھا،

سلا متی اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی، اور
مجھ پر ایمان لایا، میں دعوت دیتا ہوں کہ تو اللہ وحدہ
لا شریک پر ایمان لے آتیرا ملک باقی رہے گا۔

السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعْنَا الْهُدٰی وَ
اَمْنَ بِنِیْ اِبْنِ اَبِیْ اَدْعُوْكَ اِنِّیْ اَنْتَ نُوٌّ مِنْ بِاللّٰهِ
وَحَدَاةٌ لَا شَرِیْكَ لَهٗ یُنَبِّئُكَ لَمَّا مَلَکَ

(محاضرات نعیمی، یک، ص ۱۴۷)

سلطان حبش نجاشی کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبش کے بادشاہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمریؓ کو بھیجا
خط پڑھا کہ نجاشی نے اسلام قبول کر لیا۔

کسریٰ شاہ فارس کے نام

عبداللہ بن حذافہؓ مسہمی کو کسریٰ کی طرف روانہ فرمایا۔

شاہ مصر کے نام

مقتوس عظیم مصر کے پاس حاطب بن ابی بلتعبرہ کو بھیجا۔ یہ اسلام نہیں لایا، اس کے بعد
سلیط بن عمرو العامری کو ہزہ بن علی الخنقی کی طرف بھیجا، اور العلاء بن المحضمیؓ کو منذر بن سادی
سلطان بحرین کی طرف بھیجا، اور عمرو بن العاصؓ جیفر اور اس کے بھائی (جو ہزہ ازہ سے تعلق رکھتے تھے) کی طرف
بھیجا، غرض! کہ زمین کے اکثر گوشوں میں آپ کا آپ کے دین کا نام مشہور ہو گیا، اور آپ کی
دعوت پہنچ گئی، اور تمام رئیسوں اور سرداروں کے لئے سوچنے اور غور کرنے کا وقت آ گیا، اور
بڑی حد تک جزیرہ عرب میں اسلام شائع اور مقبول ہو گیا۔

غزوہ تبوک

۳ہ میں آپ نے حکم دیا کہ روم کی حکومت کے خلاف غزوہ کیا جائے، ان لوگوں نے
حضرت زید بن حارثہؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا، اس غزوہ کو غزوہ العسرة بھی کہتے ہیں
کیونکہ مسلمان اس وقت تنگ حال تھے، علاوہ ازیں ان دنوں کھجور کے باغ پاک کہ بالکل تیار
ہو گئے تھے، جن پر ان کی زندگی کا مدار تھا۔ لوگ چاہتے تھے کہ پہلے کھجور وغیرہ باغوں سے لے لیں
پھر تبوک کی طرف نکلیں۔ لیکن آپ نے حکم دیا تو لوگ تیار ہو گئے، اسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم خود شریک تھے، تبوک پہنچے تو سب سے پہلے آپ کے پاس بختہ بن ربیعہ صاحب ایہ
آیا اور آپ سے جزیرہ دینا قبول کر کے صلح کر لی، پھر اہل جربہ اور اہل ذریح آئے اور جزیرہ قبول کر
کے صلح کر لی، آپ نے ان کے لئے معاہدہ لکھ دیا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو اکیدرومۃ الجندل بھیجا حضرت خالدؓ
وہاں پہنچے اور وہاں کے لوگوں کو امیر و قید کیا۔ پھر جزیرہ قبول کر کے آپ نے صلح کی، قریب بن وین
آپ نے تبوک میں قیام فرمایا، پھر واپس لوٹے، اس غزوہ کا سارا قصہ سورہ توبہ کے اندر مذکور
ہے۔ یہ آخری غزوہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی اس کے بعد آپ کسی

غزوہ میں اپنی ذات سے شریک نہیں ہوئے۔ قرآن کی تکمیل!

سلسلہ میں حج اکبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین ماہ پہلے یہ

آیت آپ پر اتری۔

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا
اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لئے
اسلام کو ادرستے دین پسند کیا۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَعْتَدْتُ
عَلَيْكُمْ الْغَنَمَةَ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ
دِينًا ۖ

وفات رسول ﷺ

اور صفر ۱۱ سالہ میں آپ بیمار ہوئے، بخار نے شدت اختیار کر لی، آپ نے اپنی تمام
ازواج سے اجازت چاہی کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر وقت گزارنے دو، جب مرض نے
شدت اختیار کر لی آپ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمانے لگے۔

سے گزرو مہاجرین میں انصار کے بلکے میں بھلائی کی وصیت
کرنا، ہر ایک کو مہاجرین کے بڑھ سے ہے، اور انصار
اپنی حالت پر نہیں بڑھ سے ہیں ہی لوگ تھے جن
میں آگ میں نے پناہ لی تھی، انکے بھلائی کرنے والوں کے
ساتھ بھلائی کرنا۔ اور برائی کرنے والوں سے در
گزر کرنا۔

يَا مَعْشَرَ آلِ الْمُهَاجِرِينَ اسْتَوْصُوا
بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا فَإِنَّ النَّاسَ يَبْذُرُونَ
وَالْأَنْصَارَ عَلَىٰ هَيْئَتِهِمَا لَا تَزِيدُ ۚ وَإِنَّهُمْ
كَأَنُوعٌ عَيْبَتِي الَّتِي أُدِيتُ إِلَيْهَا فَاحْسِنُوا
إِلَى الْمُحْسِنِينَ وَجَادُوا عَنِ الْمُسِيءِينَ ۖ

(محاضرات الحضری، یک ۱۵۴ ج ۱)

اور حضرت ابو بکر صدیق کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیوں پناہ پھر جب تک آپ بیمار رہے
حضرت ابو بکر ہی نماز پڑھاتے رہے، پیر کا دن کھٹا بارہ ریح الاول سلسلہ میں آپ رفیق
اعلیٰ سے جا ملے، حضرت ابو بکر صدیق نے آپ کی وفات کا اعلان کیا، اور تمام صحابہؓ وغیرہ
جمع تھے خطاب کر کے فرمایا۔

لوگو! جو شخص محمد کی عبادت کیا کرتا تھا تو محمد تو وفات
کرتے، اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ
زندہ ہے، مرنے والا نہیں ہے۔

أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا
فَإِنَّ مُحَمَّدًا أَقْدَمَاتُ وَمَنْ كَانَ يُعْبُدُ
اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ (محاضرات ۱۵۴ ج ۱)

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی :-

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ
أَلْقَلْبُتُّ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ
عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَإِنَّ لَیْسَ لِلَّهِ سِیْرًا وَ سَیَجْزِي
الشَّاكِرِیْنَ ۝

(آل عمران ع ۱۰)

جزا تیرے گا۔

غرض! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا نظام انسانیت جو ایک فطری نظام ہے، آسمانی دستور العمل ہے پیش فرمایا، جو سراسر عدل و انصاف پر مبنی ہے، خدا پرستی، خدا ترسی کا معیار بہت بلند اور اونچا کر دیا۔ دنیا و آخرت مبدلہ و معاد کا نظام ایسا کامل و اکمل کر دیا کہ اس سے پہلے کبھی قائم نہ ہو سکا تھا، فطرت نوع انسانی کو بہت بلند کر دیا۔ رب صل و سلح و بارک علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ و علیٰ من تبعہ الی یوم الدین آمین :

خلافت صدیقی رض

بیعت خلافت :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس فطری نظام، اور آسمانی دستور کے چلانے کے لئے بڑے بڑے اور جمہور مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رض کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی، حضرت صدیق رض بیعت کے بعد کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ فرمایا :-

لوگو! مجھے تمہارا امیر و حاکم بنایا گیا ہے اور میں تم میں بہتر نہیں ہوں، اگر میں اپنا نزل میری مدد کرو، اگر میں سچا کروں تو میری توجہ مضبوط کرو، کیونکہ صدق ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت، اور جو تم میں ضعیف میں میرے نزدیک قوی میں، تاکہ میں انکا حق لوں گا۔ اور جو تم میں قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے، اور اللہ میں اس سے حق لوں گا تم میں سے کوئی جہاد ترک نہ کرے کیونکہ جو جہاد ترک کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے

أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَ
لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ. فَإِنْ أَحْسَنْتُمْ فَأَجْرِي
وَإِنْ صَدَقْتُمْ فَقُوْمُوْنِي الصِّدْقُ أَمَانَةٌ
وَ الْكِبْرُ بِخِيَانَةٍ. وَ الضَّعِيفُ فِيكُمْ
قَوِيٌّ هُنْدِي حَتَّىٰ أَحْدَأَ لَهُ حَقَّهُ. وَ الْقَوِيُّ
فِيكُمْ ضَعِيفٌ عِنْدِي حَتَّىٰ أَحْدَأَ لِحَقِّ
مِنْهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. لَا يَدْعُ أَحَدٌ مِنْكُمْ
إِلَىٰ جِهَادٍ فَإِنَّهُ لَا يَدْعُهُ تَوْمَرًا لَأَصْرِهِمْ

اللَّهُ بِالذُّبِّ أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ فَإِذَا عَصَيْتُمُ اللَّهَ
فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ قَوْمًا
إِلَّا صِلَاتِكُمْ بِيَوْمِكُمْ
اللَّهُ - (محاضرات محمد نظری ایک صفحہ ۱۸)

میری پیروی اس وقت تک کرو کہ میں اللہ اور اس کے
رسول کی پیروی کروں، جب میں اللہ کی نافرمانی کروں
تو میری پیروی تم پر ضروری نہیں۔ اب نماز کیلئے کھڑے
ہو جاؤ اور خدا تم پر رحم فرمائے۔

اس وقت سے عام دستور ہو گیا ہے خلفاء بیعت کے بعد کھڑے ہو کر قوم و ملت کے سامنے
اپنے طریق کار کی وضاحت کریں۔ آج تک یہ دستور چلا آتا ہے۔

عزیمت و سختی اور رفق و نرمی !

ہر کام کے لئے دو چیزوں کی سخت ضرورت ہے، عزیمت، اور رفق و نرمی، عزیمت کے
یہ معنی ہیں کہ جس کام کو اٹھانے پوری ہمت سے اسے پورا کرے، اور ہمت ایسی ہو کہ

ع۔ یا جاں رسد بہ جاناں۔ یا جاں زتن بر آید

رفق و نرمی کے یہ معنی ہیں کہ رحمدلی ایسی ہو کہ کسی کی معمولی سی معمولی تکلیف بھی گوارا کرے۔ حضرت
صدیقؓ میں یہ دونوں صفات موجود تھیں، اور بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات کے بعد سارے عرب میں فتنہ اترنا دیکھا گیا۔ دو قسم کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے،
ایک وہ بجز کوفہ کا انکار کرتے تھے، دوسرے وہ جو سرے سے اسلام ترک کر بیٹھے تھے، اسلام
ترک کرنے والوں میں اسود غسانی، سیلر کذاب اور سجاح بھی تھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی
عزیمت و ہمت تھی جو اس وقت اسلام کو بچالیا۔ گیارہ سرداروں کو مختلف جہات میں جو روانہ
کروئے۔

(۱) خالد بن الولیدؓ کو طلحہ بن خویلد اسدی کی طرف بھیجا جو بنی نضیر میں تھا، یہاں سے فراغت
کے بعد مالک بن نویرہ کی طرف بطاح روانہ ہوئے (۲) عکرمہ بن ابی جہل کو یمامہ کی طرف
مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے بھیجا (۳) ان کے پیچھے پیچھے شرجیل بن حسنیہ کو روانہ کیا۔
(۴) مہاجر بن ابی امیہ کو اسود غسانی کی فوج کی سرکوبی کے لئے صفحہ وغیرہ روانہ کیا۔ (۵) حذیفہ
بن محسن کو عمان کی طرف روانہ کیا (۶) غنیم بن برثہ کو اہل مہرہ کی طرف بھیجا (۷) سوید بن مقرن
کو تہامہ اور یمن کی طرف بھیجا (۸) علاء بن حضرمی بحرین کی طرف روانہ کیا (۹) حریفہ بن حجازہ کو یمن
سلیم اور یمنی ہوازن کی طرف بھیجا (۱۰) عمرو بن العاص کو قضاہ کی طرف روانہ کیا (۱۱) خالد بن سعید
کو شام کی طرف روانہ کیا۔

اس وقت جو عزیمت و ہجرت حضرت صدیق نے دکھائی بڑے بڑے ابطال بھی پیش نہیں کر سکے، کوئی مشکل۔ کوئی دشواری آپ کی عزیمت و ہجرت کو توڑ نہ سکی، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سارا جزیرہ عرب ارتداد کی آگ سے مشتعل ہو چکا تھا، بڑے بڑے لوگ اس آگ سے متاثر تھے، اور ہجرت توڑ بیٹھے تھے، حضرت صدیق اکبر کی عزیمت و قوت تھی کہ اس فتنہ کا خاتمہ کر دیا، اور پھوڑے سے پھوڑے وقت میں اس کا خاتمہ کر دیا، حضرت صدیق نے ہی کی عزیمت و قوت تھی جس نے اسلام کو بچا لیا۔ اور ایک معجزہ کا کام کیا۔

دوسری صفت رقت قلب رفق و نرمی، آپ اس قدر رقیق القلب تھے کہ دیکھنے اور سننے والے حیرت کرتے تھے، خلافت سے قبل کسی بوڑھیا کی بکریاں دوہ دیا کرتے تھے۔ خلافت کے بعد آپ اس کے گھر کے سامنے سے گزرتے، بوڑھیا کی ایک چھوٹی لڑکی باہر کھیل رہی تھی، ہنس کر کہنے لگی، اب تو یہ خلیفہ ہو گئے ہیں، اب ہماری بکریاں نہیں دوہیں گے، حضرت صدیق نے فرمایا نہیں نہیں اب بھی میں تمہاری بکریاں دوہ دیا کروں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کی پابندی اس طرح کی کہ پورے دور خلافت میں اس کی بکریاں دوہ دیا کرتے تھے، آپ کی رقت قلب رفق و نرمی کے واقعات سے کتب سیر و تاسخ پُر ہیں۔ اگر یہ واقعات جمع کئے جائیں تو بڑی بڑی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

اہل ارتداد کے نام آپ کا منشور عام

حضرت صدیق اکبر نے جب افواج کی تعیین کر دی۔ لشکر کے سپہ سالاروں اور مختلف جہات پر مختلف فوجوں کا تقرر کر چکے تو پھر آپ نے عرب کے مرتد لوگوں کے نام ایک منشور لکھا۔ اور لشکر و افواج کو روانہ کرنے سے پہلے بھیج دیا۔

حمد و صلوة اور ذکر رسالت کے بعد فرمایا:-

جو لوگ تم میں اپنے دین سے پھر گئے انکا حال مجھے معلوم ہے، انہوں نے زبان سے اسلام کا اقرار کیا ہے وہ خدا کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور اسلام کی حقیقت سے جاہل ہیں، شیطان کی آواز کو قبول کرتے ہیں

وَقَدْ بَلَغْتَنِي رُجُوعٌ مِّن رَّجَعٍ
مِّنكُمْ عَنِ دِينِهِمْ أَقْدَبًا لِّسْلَامِهِمْ
وَعَمِلَ بِهِمُ إِغْتِرَارًا بِاللَّهِ وَبِهِمُ الْاِثْمُ
بِأَمْرِهِ وَإِجَابَةٌ لِلشَّيْطَانِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

جنگ روک لی جائیگی اور اس عورت کا اقرار کیے تو
یہ اسے قبول کر لے گی اور پھر جو ان کے حق میں مناسب ہو
گا وہ کمرے گا۔

یہ منشور لے کر لشکر سے پہلے روانہ کر دیا، اور یہ تاریخ اسلام میں پہلا منشور ہے جو اجتماعات
میں عام لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا، اور خاص و عام تمام کو خلیفہ اسلام کا نظر یہ معلوم کرنے
کا موقع دیا۔

اور اس کے قریب قریب ایک معاہدہ لکھا گیا جو قائدین سے کیا جائے، اور عہد نامہ میں
خلیفہ ابو بکر صدیق کا نام لکھا گیا، ان کی جانب سے یہ معاہدہ کیا جائے۔

بنو تمیم اور مالک ابن نویرہ، بنو حنیفہ، اور مسیلہ، بنی۔ اسودا الغنسی، سبحان وغیرہ تمام
ارتداد کی زد میں آ گئے تھے، مسیلہ، اسودا الغنسی اور سبحان تو دعوئے نبوت کر کے بیٹھ گئے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی حسن تدبیر تھی کہ سارے عرب کو چند روز میں قابو میں کر لیا۔ اس وقت اسلام
اس کشتی کی مانند تھا جو دریا میں طوفان کی زد میں آ گئی ہو، اگر طوفان سے بچ کر کناٹے لگ گئی
تو کشتی والے ہمیشہ زندہ رہ گئے، اور اگر کشتی ڈوب گئی تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے، غرض
چند روز میں فتنہ ارتداد کا نام و نشان تک نہ رہا۔ اور سارے کے سارے بچے مسلمان ہو
گئے، ارتداد سے توجہ نہ کری۔

ایران و روم

عرب کے پڑوس میں دو بڑی سلطنتیں ایران اور روم کی موجود تھیں، انہیں کی سیادت
دوسر داری میں عرب رہا کرتے تھے، کبھی ایک غالب رہتا کبھی دوسرا، حکومت ایران جن کا
دار السلطنت مدائن تھا، اس کو کبھی کہا جاتا تھا، اور حکومت روم جس کا دار السلطنت
روم تھا بہت بڑی سلطنت تھی، مصر، سوریہ اس کے ماتحت تھا، آخر میں یہ سلطنت دو حصوں
میں تقسیم ہو گئی، ایک کا دار السلطنت قسطنطنیہ رہا اور دوسرے حصہ کا روم رہا۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ٹٹ گئے، تو آپ نے حضرت خالد بن ولید
کو حکم دیا، ایران اور ہندوستان پر حملہ کریں اور ابلہ سے اس کا آغاز ہو، اور عیاض بن غنم رضی
اللہ عنہ کو حکم دیا کہ شمال کی جانب سے ایران پر حملہ کریں۔

چنانچہ حضرت خالد بن الولیدؓ نے ہرگز کو سب سے پہلے خط لکھا، دیکھنا یہ ہے کہ خط کس قدر اثر انداز ہے اور اسلام کا مطمح نظر کیا ہے؟ حمد و صلوة کے بعد لکھتے ہیں۔

أَمَا بَعْدُ فَاَسَلِمُكَ تَسْلِيمًا
اعْتَقِدُ لِنَفْسِكَ وَتَوَمِكَ الدِّمَامَةَ فَاقْرَبْ
بِالْحِزْبِ يَدِي وَالْأَفْلَا تَلُوْمَنْ إِلَّا لِنَفْسِكَ
فَقَدْ جِئْتِكَ بِقَوْمٍ يُحِبُّونَ الْمَوْتَ كَمَا
تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ .

اما بعد اسلام قبول کر لو، سلامت رہو گے، اور
اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے ذمہ کا معاہدہ کر لو،
اور جزیرہ کا اقرار کر لو، وگرنہ اپنی جان کے سوا کسی
کو ملامت نہ کرنا، میں تمہارے مقابلہ کے لئے
ایسے لوگ لایا ہوں کہ وہ موت کو ایسا ہی پسند
کرتے ہیں جیسا تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔

(محاضرات محمد انصاری، ص ۱۸۳)

اس کے بعد حضرت خالد بن الولیدؓ نے ایران کے دوسرے فرمانرواؤں کے نام خطوط روانہ
کئے اس میں بھی دہری انداز ہے، اور اسلام کی حقیقی شرح پائی جاتی ہے، ایک خط میں تو یہاں
تک لکھا ہے کہ تمہیں ایسی قوم سے پالا پڑا ہے کہ
يُحِبُّونَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ .
کہ وہ موت کو ایسا ہی پسند کرتے ہیں جیسا تم
زندگی کو پسند کرتے ہو۔

(محاضرات ص ۱۸۴)

دوسرا خط

أَمَا بَعْدُ فَاَسَلِمُوا تَسْلِيمًا
وَالْأَنَا عَتَقِدُ وَأَمْنِي الدِّمَامَةَ وَأَدْوَا
الْحِزْبِيَّةَ فَقَدْ جِئْتُكُمْ بِقَوْمٍ
يُحِبُّونَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّونَ شَرِبَ
الْحَبْنَبِ . (محاضرات انصاری، ص ۱۸۴)

اما بعد اسلام قبول کر لو، سلامت رہو،
اور اگر نہیں تو مجھ سے جزیرہ کا معاہدہ کر لو۔
اور جزیرہ ادا کرو، میں ایسے لوگوں کو تمہارے
مقابلہ کے لئے لایا ہوں کہ وہ موت کو ای طرح
پسند کرتے ہیں جس طرح تم شراب کو پسند کرتے ہو،

غرض! حضرت خالدؓ ایک برس اور دو مہینے عراق میں جنگ کرتے رہے، اور ۳۳ھ
تک وہ کام کیا کہ کوئی دوسرا سپہ سالار نہیں کر سکتا، عجمیوں، ایرانیوں سے نہر نرات،
اور ابلہ اور فرافن تک قبضہ کر لیا، اور شام، عراق اور جزیرہ پر پورا پورا قبضہ اور قابو پالیا۔
ایرانیوں سے متعدد مرتبہ جنگ ہوئی، لیکن کسی میں پیچھے نہیں ہٹے، فاتح بن کر جاتے تھے،
لیکن غارتگری اور لوٹ سے قطعاً اجتناب کرتے تھے۔

۱۵ اہل ہندوستان پر حملہ کر نکالیں اور اہلین مقام ہے، یہیں سے ہندوستان پر حملہ کیا جاسکتا تھا۔ (ابوالاعلام)

جب کبھی کسی ملک کو فتح کرتے اس پر دو امیر مقرر کرتے، ایک سیاست کی نگرانی کرتا، دوسرا ذمیوں سے خراج وغیرہ وصول کرتا، سب سے بڑی خوبی آپ میں یہ تھی کہ فلاحین اور کسانوں کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت اچھا تھا، اس قدر نرمی اور حسن سلوک سے پیش آتے کہ ایرانیوں کے مقابلہ میں یہ لوگ مسلمانوں کو پسند کرتے، اور اسلامی حکومت کو ایران و عجم کے فرمانرواؤں کے مقابلہ میں ترجیح دیتے۔

جب کبھی دشمنوں کا لشکر دیکھتے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اندر جوش پیدا ہو جاتا، اور اس رئیس سے دُور دُور باتیں ہونے لگتیں۔

غرض اہل اور فرائض تک قبضہ کر لیا، اور فارس و ایران کے بڑے حصہ پر اسلام کی حکومت قائم ہو گئی۔

غزوہ روم

حضرت صدیق اکبرؓ نے فتح عراق کے لئے حضرت خالد بن الولیدؓ کو سلمہ کے اواخر میں روانہ کیا، اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے چار قائد مقرر کر کے جو تمام سے زیادہ امتیازی حیثیت رکھتے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ، یزید بن ابی سفیانؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور شرجیل بن حسنہؓ، اول اندک تین قائد تشریف ہی اور آخر الذکر ایک تخطائی، حضرت عمروؓ کو فلسطین کا اور یزید بن ابی سفیانؓ کو دمشق کا، اور حضرت ابو عبیدہؓ کو حمص کا اور حضرت شرجیلؓ کو اردن کا قائد مقرر فرمایا، اور مقررہ راہ سے چھتیس ہزار لشکر لے کر روانہ ہوئے، جب سلطان روم کو اس فوج کا علم ہوا تو اس نے تقریباً ڈھائی لاکھ فوج تیار کی، اور تمام احرار و رؤسا اور سرداروں کو جمع کر کے حملہ کے جواب کے لئے آمادہ کیا۔

ادھر حضرت خالد بن الولیدؓ کو حضرت صدیقؓ نے لکھا کہ عراق پر حضرت عثمانؓ بن عمارؓ کو مقرر کرو اور تم رومیوں کے محاذ پر جاؤ، چنانچہ اسی ہزار فوج لے کر حضرت خالد بھی پہنچ گئے، اب مسلمانوں کے پاس فوج کل چھیالیس ہزار تھی۔

حضرت خالدؓ پہنچے اور فوج کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ہر حصہ پر علیحدہ سالار مقرر کیا، اور ہر حصہ فوج کے لئے ایک واعظ مقرر کیا جو جہاد کی فضیلت وغیرہ پر وعظ کیا کرے، یہ وعظ ان لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا۔

اللہ، اللہ، تم عرب کے سرور ہو، اور اسلام کے مددگار، اور یہ لوگ روم کے بے انداز لوگ ہیں اور شرک کے مددگار لے اللہ تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے لے اللہ اپنی نصرت لپٹنے بندوں پر اتار۔

اللَّهُ اللَّهُ اتَّكْرَادَةُ الْعَرَبِ
وَأَنْصَارُ الْإِسْلَامِ وَأَنْصَارُ نَادَةِ الدِّينِ
وَأَنْصَارُ الشَّرِكِ وَاللُّهُرَاتِ هَذَا يَوْمٌ
مِنْ أَيَّامِكَ اللَّهُمَّ أَنْتَ تَصَوَّلُ عَلَى عِبَادِكَ
(محاضرات المحضریٰ یک ص ۱۹۲)

اس جنگ میں عورتوں نے بھی حصہ لیا، اور یہ خطرناک جنگ یرموک کے میدان میں لڑی گئی، اور بڑی خطرناک جنگ کی حیثیت سے لڑی گئی، اور تقریباً تیس ہزار مسلمان اس جنگ میں کام آگئے جن میں بڑے بڑے بزرگ صحابہ اور بڑے بڑے قائد و شہسوار بھی موجود تھے، بالآخر رومیوں کو شکست ہوئی اور روم کی فوجیں بھاگ نکلیں تو ہرقل نے محسوس کیا کہ اب یہاں کھڑنا خطرناک ہے، محسوس چھوڑ کر بھاگ نکلا، چلتے وقت محسوس کی دیواروں کو خطاب کر کے کہتا ہے۔

سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا سُبُورِيَا سَلَامًا
لَا لِقَاءَ بَعْدَكَ (محاضرات المحضریٰ یک ص ۱۹۳)
اب اسکے بعد تجھ سے ملاقات نہ ہوگی۔

اسی اثنا میں حضرت صدیق اکبر نے وفات کی حضرت فاروق اعظم کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، حضرت صدیق کے زمانہ میں ادارہ اسلامیہ کو چند حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، اور ہر حصہ پر اپنا امیر مقرر فرماتے، یہی امیر اقامت نماز، اور قضا یا کا فیصلہ کرتا اور یہی امیر حدود بھی قائم کرتا،

صدیق اکبر کا ایثار

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلافت سے پہلے تجارت کیا کرتے تھے، خلافت کے بعد بھی تقریباً چھ ماہ تجارت کرتے رہے، جب آپ نے دیکھا کہ تجارت اور خلافت دو دو کام انجام نہیں دے جاسکتے، کہنے لگے واللہ تجارت، اور لوگوں کی خدمت ناممکن ہے، حضرت عمرؓ اور بعض دیگر صحابہ کرام نے جمع ہو کر روزانہ دو دو مقرر کرنے، اور سو مہینے میں حج و عمرہ کا خرچ اور اس طرح چھ ہزار درم یعنی ۱۲۸ گنی مصری مقرر کر دیا گیا، لیکن آخر دم تک آپ کو یہ درم کھٹکتے تھے، اس لئے آپ نے حکم دیا کہ میرے مرنے کے بعد میری فلاں زمین فروخت کر دینا اور مسلمانوں کے مال میں جمع کر دینا۔

آخر ۱۳۳۷ھ کو آپ کو بخار ہوا ۱۵ روز آپ بیمار رہے اور ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۳۳۷ھ کو وفات فرمائی۔ اور دو سال تین مہینہ دس دن خلافت کبریٰ کے کام نہایت خلوص و ایثار کے ساتھ انجام دئے، اور ملاراعلیٰ کو جاسدھاکے اور اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ کے مجھے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہوئے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت

حضرت صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی، کہ خدائی دستور العمل، فطری آسمانی نظام کو چلانے، بیعت خلافت کے بعد حضرت عمرؓ نے ممبر پر چڑھے اور چند کلمات کہے، ان کلمات سے آپ کی سیاست کا پورا پتہ چلتا ہے۔ حمد و صلوة کے بعد فرمایا:

میری مثال جمل انفس اور نطفہ صبی ہے جو ذلیل و خوار بن کر چلتا رہتا ہے اسکی تکمیل کبڑ کر دھڑے جانا چاہوے جاؤ۔ تو اس کے قائد کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ کدھر اس کو لے جانا چاہیے۔ تو قسم رب کعبہ کی میں تمہیں سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْجَمَلِ كَمَثَلِ جَسَدٍ
أَنْفُ أَتْبَعُ قَائِدَهُ فَيَنْتَظِرُ قَائِدَهُ
أَيْنَ يَجُودُهُ - أَمَا أَنَا فَوَدَّتُ الْكَعْبَةَ
لَأَحْبِدَنَّكَ عَلَى النَّطْرِيقِ -

(محاضرات المنصوری ص ۱۹۵ ج ۱)

یہ حضرت فاروقؓ کی سیرت پاک کی طرف بہترین اشارہ ہے، قوم و ملت کی فدیہ کی مسولیت کبریٰ کی انتہائی جوابداری کی، اور امت اسلامیہ کے لئے دستور آسمانی چلانے والے کے لئے فطری نظام کو چلانے والے کی بہترین تعبیر ہے، ایک بہترین قائد کی مسولیت کبریٰ کی بہترین تشریح ہے، کہ یہ امت اسلام کو کسی خطرے میں نہیں گرنے دے گا، بلکہ ان کے لئے وہ راستہ اختیار کرے گا جو سہل و آسان۔ اور خدائی نظام، آسمانی دستور العمل کو پوری قوت سے چلائے گا۔

عہد فاروقیؓ کی فتوحات

جب حضرت صدیق اکبرؓ نے خالد بن الولیدؓ کو عراق بلایا اور لکھا کہ اس نواح میں مثنیٰ بن حادہ شیبانی کو حاکم بنا کر تم جلد آؤ۔ اور آدمی فوج ان کے پاس چھوڑ دو اسی اشارہ میں

ایرانی فوجیں پوری طرح منظم ہو چکی تھیں۔ حضرت عثمانؓ سپہ سالار اسلام کی طرف اقدام شروع کیا۔ بابل کے قریب جنگ شروع ہوئی اور گھمسان کارن پڑا۔ ایرانیوں کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیئے، بہن اور اس کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ اب ایرانی فوجیں مدائن میں جمع ہونا شروع ہوئیں، مگر جراثیم پر بھروسہ رکھتے ہیں اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں ان کی زندگی ہی کچھ دوسری ہوتی ہے، حضرت عثمانؓ نے بھی مدائن پہنچ گئے، لیکن ادھر کئی دن سے حضرت صدیق اکبرؓ کا کوئی خط نہیں آیا تھا، ادھر ایرانی فوجیں بے شمار جمع ہو گئی تھیں، جس کا مقابلہ دشوار تھا، آنسو بشارت انھیں کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، اور خود مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے کہ وہاں کی کچھ خبر نکالیں اور اپنی یہاں کی کیفیت سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔ اہل مدینہ توبہ و ندامت کر رہی چکے تھے، مہاجرین کی امداد کے لئے ان کو تیار کر لیا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت صدیقؓ بیمار ہیں، حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو بلا یا، اور کہا میری موت اب قریب ہے، اور مجھے موت کا یقین ہو چکا ہے، میں مرجاؤں تو شام نہ ہونے دینا پسند ہاتھ بیعت لے لینا، اور عثمانؓ کے ہمراہ لشکر کو دینا، میری موت کی مصیبت میں تم ہرگز مشغول نہ ہونا، اگر تمہارے نزدیک دین کی عظمت اور اللہ کی وصیت کی طرف نگہاری نگاہ ہے تو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مجھے دیکھا تھا، کہ میں نے کیا کیا تھا۔ حالانکہ مخلوق کے لئے اس سے بڑی مصیبت کوئی نہیں تھی، اگر تم نے اس بارے میں اللہ اور اللہ کے رسول کی پیروی نہ کی تو ہم ذلیل ہو جائیں گے، اور ہر طرف سے ہر جانب سے دشمن دوڑ پڑیں گے، مدینہ طیبہ شعلہ آتش بن کر رہ جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ امر ارشام کو فتح دیوے، تو خالد کو اور خالد کے ساتھیوں کو عراق بلانوا، کیونکہ یہ لوگ یہاں کے والی ہیں اور لوگ ان سے مانوس ہیں۔

ایک دن حضرت صدیقؓ نے وفات فرمائی، اور خلافت کبریٰ کے لئے حضرت فاروقؓ عظیم عمر بن الخطاب کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، حضرت فاروقؓ نے ایران کی فتح کے لئے بھرتی کر لیا اعلان کر دیا، اور نہایت تیزی کے ساتھ بھرتی ہوئی، اور ابوعلیہ بن جراح کی قیادت میں روانہ ہو گئے، حضرت عثمانؓ تمام افواج کے سپہ سالار تھے، اور اس وقت ایران شعلہ آتش بنا ہوا تھا، مختلف وڈا ملک کی دوچار تھا، تھوڑی سی مدت میں نو حکمران دعویٰ داران سلطنت کوٹے ہوئے اور قتل ہوئے، اب ایرانیوں کے لئے سنبھلنا دشوار تھا، آخر ملکہ بوران جو ایران میں نہایت مقبول تھی، حکمران منتخب ہوئی۔ اور دستم کو شریک ملک بنا کر قائد افواج مقرر کیا۔

اس سے حالات کچھ درست ہو گئے، اب رستم نے ان دیہاتیوں کے پاس جو مسلمانوں کی حکمرانی میں داخل ہو گئے تھے یہ خبر بھیج دی کہ تم بھی شورش برپا کرو، اسی اثنا میں حضرت مثنیٰ رضہ حیرہ پہنچے، کچھ آرام کیا۔ فوج کو مرتب کیا، اور ایرانیوں کی تفتیش حالات کر کے آگے بڑھے، معلوم ہوا غزوانہ میں ایرانیوں کی فوجیں جمع ہیں۔ حضرت مثنیٰ رضہ اور ابو عبیدہ اپنی فوجیں لے کر آگے بڑھے، گھمسان کی جنگ ہوئی، جاہان ایرانی افواج کا سپہ سالار گرفتار ہوا، یہ بڑا عیار تھا، مگر وفدع سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا تھا اس کو کسی مسلمان نے امان سے دی تھی، آخر ابو عبیدہ کے پاس بھیج دیا گیا، انہوں نے حالت کا جائزہ لیا اور آخری فیصلہ یہ دیا کہ کسی مسلمان نے اس کو امان سے دی ہے۔

اب دونوں لشکر آمنے سامنے جنگ کرنے لگ گئے گھمسان کی جنگ ہوئی، اور آخر تاہید ابی نے مسلمانوں کو فتح دی، ایران کا لشکر بھاگ کر ارکس پہنچا، یہاں بھی سخت ترین جنگ ہوئی، اور ایرانیوں کو شکست ہوئی، رستم کو معلوم ہوا تو اس نے بہن جازدیہ کی قبادت میں فوجیں روانہ کیں، اس مرتبہ ایرانیوں نے ہاتھیوں کا مقدمہ الجیش تیار کیا، عرب لوگ ہاتھیوں کے مقابلہ میں لڑنا نہیں جانتے تھے،

غرض ابہن نے ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ تم اس ندی سے اس پار آ جاؤ، یا ہم اس پار آ جائیں، ابو عبیدہ کی رائے یہ تھی کہ ندی عبور نہ کی جائے، لیکن اسلامی لشکر نے جواب دیا۔ ہم سے زیادہ ایرانی موت کے لئے جرات نہیں کر سکتے، آخر فرات ندی عبور کر کے اس پار پہنچے اور پل جو عبور کے لئے بنایا گیا تھا اسے توڑ دیا، گھمسان کی جنگ ہوئی، مسلمانوں نے دیکھا کہ ہاتھیوں نے بہت اوجھم مچادی ہے، گھوڑوں سے نیچے آئے اور ہاتھیوں کی سونڈوں کا ٹٹا، اور تلواروں اور نیزوں سے ان کے پیٹ چاک کرنا شروع کر دیا، آخر ایک سفید ہاتھی نے حضرت ابو عبیدہ پر حملہ کر دیا جس سے وہ شہید ہوئے، حضرت مثنیٰ رضہ نے صبر و جہاد کی تلقین کی اور فرات عبور کر کے واپس آ گئے، اور چونکہ پل توڑ دیا گیا تھا، اس لئے مسلمانوں کو فرات عبور کرنا بہت دشوار تھا، لیکن حضرت مثنیٰ رضہ کی بہادری اور جلاوت نے اس وقت بہت مدد کی، حضرت فاروق اعظمؓ کو خبر ہوئی تو اٹھوٹانے تازہ دم فوجیں روانہ کیں، جب فوجیں پہنچ گئیں تو پھر ایرانیوں کے قائد نے حضرت مثنیٰ کو لکھا کہ آپ اس دریا کو عبور کر کے ادھر آئیں یا ہم ادھر آ جائیں۔ اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ ایرانی لشکر دریا عبور کر کے اس پار گیا، اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی، مسلمانوں نے اس بہادری

کام کیا کہ ایرانیوں کے چھکے چھوٹ گئے، قریب ایک لاکھ ایرانی موت کے گھاٹ اتارے گئے، اور چند بوڑھوں کے سوا تمام قتل کر دیے گئے، اب ایرانیوں نے کچھ سنبھل کر دوسری جنگ کی تیاری کر لی۔ حضرت فاروق اعظم نے چار ہزار فوج اور روزا کر دی، اب کل آٹھ ہزار فوج سے ایرانیوں کا مقابلہ تھا، حضرت عثمانؓ بھی زخم کی وجہ سے انتقال کر گئے، اب اسلامی افواج کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاصؓ تھے، حضرت سعدؓ اسلامی لشکر لے کر قادیسیہ پہنچے، یہاں فوج کی جانچ کی گئی، تو کل تیس ہزار فوج تھی، اور دشمنوں کی بڑی دل فوج کا مقابلہ تھا، حضرت سعدؓ نے حضرت فاروق اعظم کو خطرات کی خبر دی، حضرت فاروق اعظم نے لکھ بھیجا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، اور اسی پر بھروسہ کرو اور جنگ سے پہلے چند ہتھیار آدمیوں کو دعوت اسلام لے کر بھیجو، مگر تمہاری دعوت اور دعا ان کی تذبذب تو بین کا موجب بن جائے، چنانچہ حضرت سعدؓ نے وفد بھیجا، وفد ناکام واپس پھرا، ایک ٹوکرا منگوا کر اس میں مٹی بھر کے اسلامی وفد کے سر پر رکھ دیا کہ یہ تو تم ہماری سرزمین لینا چاہتے ہو تو یہ لے جاؤ، حضرت عمرو بن العاصؓ آگے بڑھے، اور کہا یہ لو کہ امیرے کندھوں پر رکھ دو، میں ان کا سردار ہوں، اور اس نے وفد سے کہا، تمہارے مقابلہ کے لئے میں رستم کو بھیجتا ہوں وہ تمہیں قادیسیہ کی خندق میں دفن کرے گا۔ وفد واپس لوٹا اور ٹوکرا پیش کیا اور کہا، واشر! یہ ملک کی کنجیاں ہیں، گو بزدل نے اسلامی وفد کے ساتھ سلوک اچھا نہیں کیا، لیکن وفد کا کافی اثر پڑا، اسلامی جرات و جلال اس پر کافی سے زیادہ اثر انداز ہوئی، تاکہ رستم بھی جنگ سے پہلے جان بچانے کی فکر میں لگ گیا، مگر لاچار تھا، بزدل نے اسے مجبور کر دیا کہ رڑائی رڑائی ہوگی، اور مسلمانوں نے کہا تین باتوں میں سے ایک قبول کر لو، اسلام قبول کر لو، یا جزیہ دے کر ہمارے تابع ہو جاؤ، یا پھر ہمارے ہتھکڑے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی، رستم مجبور ہو گیا، اور رڑائی شروع کر دی، تین دن رڑائی رڑائی گئی، کوئی نتیجہ نہ نکلا، چوتھے دن اسلامی لشکر بڑے جوش و خروش اور بہادری سے نکلا، اور مرنے ہی کے لئے نکلا، کہ کوئی موت سے ڈرتا ہی نہیں تھا، اور ظاہر ہے کہ ایک مرنے والا سو پر بھاری ہوا کرتا ہے، اس دن ایرانیوں کے لشکر میں رخنے پڑنے لگے، رستم مارا گیا اور ایرانیوں کے لشکر میں بھگدڑ پیدا ہو گئی، مسلمانوں نے پوری طرح ان کا تعاقب کیا، بے شمار ایرانی مارے گئے، حال غیرت اس قدر ہاتھ لگا جس کا حساب نہیں، اس شکست کے بعد ایرانیوں کا سنبھلنا مشکل تھا، سلطنت رمانہ دار السلطنت رہا، قادیسیہ کا انجام وہی ہوا جو یرموک میں امویوں کا ہوا تھا، اسلام کا واقعہ ہے اس دن سے اسلام کا ستارہ چمکنے لگا، اور ایرانیوں کا ستارہ

ڈوبنے لگا، اکثر بڑے بڑے شہر مثلاً بابل اور موصل، حلوان، ٹکریٹ، فرنسیا، اور جزیرہ کے اکثر شہروں پر اسلام کا قبضہ ہو گیا، آخر یہ کہ مدائن جس میں ایوان کسری تھا، مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ حالِ حدودت اس قدر ہاتھ لگی جس کا اندازہ مشکل ہے، حضرت سعد بن وقاصؓ نے اس مال میں سے خمس الگ کر لیا، اور باقی سارا مال اسلامی لشکر پر تقسیم کر دیا، تاج کسری، اور کسری کے اسلحہ و ہتھیار اس کا لباس، اور فرش و فرشِ عمرہ کی خدمت میں بیچ دیا، تاکہ مدینہ منورہ کے مسلمان دیکھیں، اور اس زبردست فتح پر خدا کا شکر بجالائیں، اب سارا ایران اسلام کے قبضے میں ہے، جزیرہ، رومیہ، کرمان، آذربائیجان، ہمدان، اصبہان، خراسان، طبرستان، اسے، وغیرہ پر اسلامی پرچم لہانے لگا، اس سلسلے ملک پر حضرت سعدؓ کی حکومت تھی، انھیں کو اس ملک کا عامل مقرر کیا گیا اور کوفہ کو اس کا مرکز بنایا۔

فتوحات بلادِ روم

یرموک کا واقعہ خلافت فاروقی میں انجام کو پہنچا، عہدِ صدیقیؓ میں یرموک پر حملہ ہوا، حملہ کے دوران میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات، اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی ختم ہو گئی، حضرت عمرؓ کا فرمان پہنچا کہ ابی علیہ بن ابی العرح کی قیادت میں کام کریں، مسلمان کس طرح اور کیوں نہ بڑے اور کیسی خطرناک جنگ کو فتح کیا تا آنکہ یرموک کو فتح کر لیا، اور آگے بڑھتے ہی چلے گئے، تا آنکہ فحل، اردن وغیرہ پر قبضہ کر لیا، اس وقت سپہ سالارِ اعظم حضرت خالد بن الولیدؓ تھے، یرموک کے میدان میں بڑی جنگ ہوئی، اور بالآخر رومیوں کو شکست فاش ہوئی، ۳۳ھ ماہ ذی قعدہ میں جبکہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کو چھ ماہ ہو چکے تھے، یرموک کو مسلمانوں نے پوری طرح فتح کر لیا۔

یرموک کی فتح رومی حکومت کا خاتمہ تھا، ۳۳ھ میں حضرت عمر بن الخطابؓ بغرض صلح شام تشریف لے گئے، اور اہل بیت المقدس سے صلح کر لی، اس کے بعد حضرت عمرؓ بن العاصؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو مصر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی، حضرت عمرؓ کو مصر پر حملہ کرنے میں کچھ پس و پیش تھا، لیکن حضرت عمر بن العاصؓ برابر انہیں ترغیب دلاتے رہتے تھے، اور کہتے رہتے کہ اے امیر المؤمنین! اگر مصر آپ نے فتح کر لیا تو سمجھئے مسلمانوں کی قوت و طاقت میں بہت کچھ اضافہ ہو جائیگا، حالِ حدودت اس قدر ہاتھ لگے گی کہ حد شمار سے باہر ہوگی، اور کوئی طاقت پھر مسلمانوں کے مقابلہ میں ابھر نہیں سکے گی، بالآخر حضرت عمر بن الخطابؓ نے چار ہزار بہادران کے ساتھ

کرنے، اور کہا تم جاؤ۔ اور میں خدا کی جناب میں استخارہ کروں گا، میرا خط تمہیں جلد سے جلد مل جائے گا اگر زمین مصر میں داخل ہونے سے پیشتر میرا خط تمہیں ملے تو تم واپس لوٹ جانا، اور اگر زمین مصر میں داخل ہو چکے ہو تو تم مصر پر حملہ کر دینا، اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے استعانت و امداد طلب کرنا اور اسی سے مدد مانگنا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنے ساتھیوں کے فراعزہ مصر کی زمین کی طرف بڑھتے چلے گئے، یہاں تک کہ بضع (دور فتح) پہنچے، حضرت عمر بن الخطابؓ کا فرمان پہنچا، لیکن یہ ڈر تھا کہ خط میں کہیں واپسی کا حکم نہ دیا ہو، عریش کے قریب پہنچے تھے حکم دیا کہ جلد آگے بڑھو عریش پہنچ کر حضرت عمر بن الخطابؓ کا خط کھولا، اور مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا، اس میں وہی لکھا تھا جو پہلے آپ کہہ چکے تھے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے پوچھا آج ہم کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا عریش مقام پر، کہا یہ شام کی زمین ہے یا مصر کی؟ انہوں نے کہا مصر کی، بہت خوش ہوئے اور کہا چلے چلو، بڑھے چلو خدا کی برکت اتنے سے گی۔ فرما تک پہنچے، یہاں رومیوں کے دستوں نے مزاحمت کی، پورے ایک مہینہ تک یہ مزاحمت جاری رہی، اور بالآخر مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا،

اب حضرت عمرو بن العاصؓ نے محسوس کیا کہ رومیوں کی فوج بہت زیادہ ہے اور منظم ہے حضرت عمر بن الخطابؓ سے امداد کی درخواست کی اور فوج کو آہستہ آہستہ چلنے کا حکم دیا کہ مرکز سے حضرت عمر بن الخطابؓ کی ملک آجائے، حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس چار ہزار فوج تھی چار ہزار دوسری فوج حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھیجی، حضرت عمروؓ ام دین تک پہنچ چکے تھے، مسلمانوں نے حملہ کر کے ام دین کے مضبوط قلعے پر بھی قابو پالیا، اس کے بعد مجاہدین اسلام قلعہ بالیون کی طرف بڑھے حضرت عمرو بن الخطابؓ نے چار ہزار فوج اور بھیج دی، اب کل بارہ ہزار فوج ہو گئی، ادھر پرے کے پرے لگے ہوئے ہیں، اور پوری طرح منظم ہے، اور پھر رومیوں نے قلعہ کے باہر خندق کو دی تھی، اور پھر بڑھے کے کانٹوں سے اسے گھیر لیا تھا، حضرت عمرو بن العاصؓ نے منہنق (گوچن) لگا دی جو قلعہ پر پتھر پھینکا کرتی تھیں، لیکن باوجود اس کے وہاں کوئی اثر نہیں ہونے پاتا تھا، حضرت زبیر بن العوامؓ کھڑے ہوئے، اور کہنے لگے میں اپنی جان خدا کے لئے وقف کرتا ہوں، ممکن ہے اس طرح خدا مسلمانوں کو فتح دیوے، انہوں نے ایک سیر طعی تیار کی قلعہ کی ایک جانب ٹیک دی، اور کہا جب میں اوپر جا کر نعرہ تکبیر بلند کروں تو جواب میں تمام مجاہدین بھی نعرہ تکبیر بلند کریں، یہ کہہ کر حضرت زبیر بن العوامؓ

قلعہ پر تھے، ہاتھ میں تلوار تھی نعرۂ تکبیر بلند کیا، لوگ سیرٹھی کے ارد گرد جمع ہو گئے، نعرۂ تکبیر سے قلعہ والوں کو یہ یقین ہو گیا کہ عرب ہجوم کر کے آ گئے ہیں، جو لوگ قلعہ میں تھے، ادھر ادھر اور کچھ سیرٹھی کی طرف دوڑ پڑے، اور اس پر قبضہ کر لیا، حضرت زہیر بن العوام اور کچھ مسلمان اس میں محصور ہو گئے، اب متوقس نے اشارہ کیا کہ وقت صلح کا ہے ایسا شرائط پیش کرو جو دونوں کے حق میں قابل قبول ہوں، حضرت عمرو بن العاصؓ سے کہلو یا تم اپنے نمائندے بھیج دو، انہوں نے دس آدمی تیار کئے جس میں حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی تھے، یہ کالے رنگ کے بٹے تھکے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا بات چیت یہی کریں گے، اور ان کو کہہ دیا تین چیزوں میں جو منظور کریں اسے قبول کرو، اسلام قبول کر لیں، یا پھر جزیہ دینا منظور کر لیں، یا پھر تلوار جو فیصلہ کرے، چنانچہ وفد کشتی میں سوار ہو کر متوقس کے پاس پہنچا، حضرت عبادہ گفتگو کے لئے آگے بڑھے متوقس نے کہا:-

نَحْنُ عَرَبِيٌّ يَا أَسْوَدَ - وَ قَتِي هُوَا
غَيْرِكَا لِيَكَلِمَتِنِ فَإِنِّي أَحَابُ سَوَادَا -

لے کالے کلوئے مجھ سے دور رہ، اور وفد سے کہا کہ

دوسرے کو میرے پاس پیش کرو کہ وہ گفتگو کرے،

کیونکہ میں اس کی سیاہی سے ڈرتا ہوں۔

(تاریخ اسلام)

وفد کے اراکین نے کہا:-

إِنَّ هَذَا الْأَسْوَدَ أَفْضَلُنَا رَأْيًا وَ
عِلْمًا وَهُوَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَامْتَقَدَّمُ
فِينَا دَأَانًا نَرْجِعُ جَمِيعًا إِلَى قَوْلِهِ -

یہ کالام میں سب سے بہتر رائے رکھتا ہے اور صاحب

علم بھی ہے، یہ ہمارا سردار اور ہم میں سب سے بہتر

ہے، ہمارا پیشوا ہے اور ہم سب اس کی بات کی طرف

رجوع کرتے ہیں۔

(تاریخ اسلام رزق اللہ ص ۱۱۷)

متوقس نے کہا اچھا آگے آؤ بات چیت کرو، لیکن ذرا آہستہ بات کرنا میں تمہاری سیاہی سے ڈرتا ہوں، اگر تم بات چیت سخت کر دو گے تو میں ڈر جاؤں گا، حضرت عبادہ آگے بڑھے، اور جواب دیا میں ایک ہزار آدمی ایسے چھوڑ رہا ہوں جو مجھ سے زیادہ سیاہ اور کالے ہیں، اور الحمد للہ کہ میں ایسے سو آدمی ہوں تو بھی نہیں ڈرتا، اور یہ اس لئے کہ ہماری رغبت اور خواہش بہادری سبیل اللہ اور رضائے الہی کی آرزو ہے، جہاد سے ہم اہل مقصد نہ مال ہے، نہ دولت، غنیمت کا مال ہمارے لئے حلال کیا گیا ہے، اس سے زیادہ دینا ہمیں درکار نہیں، نعیم آخرت، ہمیں درکار ہے، اور ہمارے رب نے اسی کا ہمیں حکم دیا ہے، ہمیں صرف یہ چاہئے کہ کھجور کے لئے روٹی اور ستر کے لئے کپڑا، ہماری اہمیت و توجہ پروردگار عالم کی رضامندی ہے، اور اس کے دشمنوں سے

جہاد کرنا، ہمارا ہی مقصد ہے۔

مقوقس اس گفتگو کو سن کر کہنے لگا، دانشران کا بادشاہ ساری دنیا کو خراب کرے گا، اور سب پر غالب آجائے گا، مقوقس اس وقت بڑا پریشان تھا، اسلامی وفد سے کہا تم لوگ جاؤ اور اپنے امیر کو بھیجو کچھ راستہ نکل آئے گا، حضرت عبادہ اور ان کے ساتھی واپس آئے اور مقوقس سے جو بات چیت ہوئی تھی وہ پیش کی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر مقوقس کے پاس پہنچے، فریقین میں گفتگو کے بعد جزیرہ پر صلح ہوئی، اور حضرت عمروؓ نے قبیلوں کے لئے امن لکھ دیا، مقوقس نے برقل کو لکھ بھیجا کہ اس طرح جزیرہ پر مصالحت ہوئی ہے، ہر قتل بہت بگڑا، اور لکھا ہمیں یہ منظور نہیں، مقوقس نے برقل کا جواب حضرت عمرو بن العاصؓ کے سامنے پیش کیا لیکن اپنی جانب اور قبیلوں کی جانب سے صلح نامہ پر دستخط کرے، اور اپنے کوردیوں سے منقطع کر لیا، حضرت عمروؓ نے مقوقس اور قبیلوں کو پورا پورا اطمینان دلایا، اور کہا اب تم ہمیں اسکندریہ پہنچنے کا راستہ بتلاؤ، چنانچہ ان لوگوں نے راستہ بتلادیا، اور عرب حضرت عمروؓ کی قیادت میں اسکندریہ پہنچے اور اسکندریہ کا سخت محاصرہ کر لیا، جو عرصہ تک قائم رہا لیکن اسکندریہ والوں کے لئے دریائی راہ کھلی ہوئی تھی، خود عمروؓ اور داود قائد سلمہ بن خالد اور دردان حاکم اسکندریہ کے پاس بطور وفد پہنچے، ان حضرات کا وہی کہنا تھا، جو پہلے کہتے تھے، حاکم اسکندریہ کو شبہ ہوا کہ یہی ان عربوں کا سب سے بڑا سردار ہے، اور اپنی زبان میں ان کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا، دردان یونانی زبان جانتے تھے، سمجھ گئے کہ معاملہ دیگر گون سے، حضرت عمروؓ کو اشارہ کیا اور حقائق شروع کر دیا، اور آخر میں سخت دست کبنا شروع کر دیا، کہ تم کون جوتے ہو، تم ایک دیہاتی آدمی ہو، تم نہیں جانتے کہ تمہارے امیر کا کیا منشاء ہے، اس باہمی تلخ کلامی سے حاکم اسکندریہ کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہو گئی اور انہیں رہا کر دیا اور کہا جاؤ تم اپنے امیر کو بھیجو، آخر یہ لوگ اسکندریہ سے ناکام واپس لوٹے، اسکندریہ کے لوگ محاصرے سے تنگ آچکے تھے، دریائی راہ سے بھاگنے لگے، اور جو اسکندریہ میں رہ گئے تھے، ان میں مقاومت کی طاقت نہیں تھی، حضرت عمروؓ نے پوری طاقت سے حملہ کا حکم دیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے قلعہ فتح کر لیا، شروع محرم سنہ ۳۰ مطابق ۲۲ دسمبر سنہ ۶۴۲ء میں حضرت عمروؓ کا تقرر ہوا اور میں جمعہ کے دن شہر میں داخل ہوئے، حضرت عمر بن الخطابؓ کو خط لکھا، اور فتح کی خوشی میں ایک بردست جلسہ کیا، حضرت عمروؓ نے یہاں کا امیر و عامل انہی کو مقرر کیا، حضرت عمروؓ نے نظام داخلی شروع کر دیا فسطاط کی تعمیر، جامع عمروؓ کی تعمیر نظام عدالت کی طرف توجہ کی، اور طلح امیر المؤمنین جو دریا سے

نیل تک جاتی ہے کھدوائی۔

فتح طرابلس، برقہ وغیرہ

۳۲۰ء میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے برقہ پر حملہ کیا، اس کے بعد طرابلس، بارس، بارس، بارس پر حملہ کر دیا شہر کا محاصرہ کر لیا، ایک مہینہ تک محاصرہ رہا، تا آنکہ ایک روز شکار کے لئے چند سپاہی نکلے انہوں نے دریائی راہ پائی۔ وہاں سے داخل ہوئے، اور نعرہ بکنیر بلند کر دیا ادھر حضرت عمروؓ فوج لے کر آگے بڑھے، اور دیکھتے ہی دیکھتے شہر فتح کر لیا، بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا، اور جزیرہ پر صلح کر لی۔

ادھر دوسرے مسلمان حملہ آور ہوئے مرج الروم، اور محص، قنصرین، بیت المقدس وغیرہ فتح کرتے چلے گئے، ایلیا، جو عیسائیوں اور یہودیوں کا دینی مرکز تھا اس پر حملہ کیا، اور مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ سے عاجز آ کر صلح کی درخواست کی لیکن شرط یہ پھرانی کنوڈ امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ یہاں تشریف لائیں اور ان کے ہاتھ عقد صلح ہو، حضرت عمرؓ نے شام کا ارادہ کر لیا۔ اور تمام امراء شام کو خطوط لکھے کہ جاہلیہ میں اگر مجھ سے مل لو چنانچہ سب سے پہلے یزیدؓ ابو عبیدہ، اور پھر خالد بن الولیدؓ پہنچے، یہ گھوڑوں پر سوار تھے، دیباچ اور سحر کیا کہ لباس زیب تن تھا، حضرت عمرؓ نے دیکھا سواری سے اتار گئے، اور ان کو پتھر لگانا شروع کر دیا، اور کہنے لگے دو برس میں تم نے اپنا یہ حال بنا دیا، پیٹ بھر بھر کے خوب کھایا، اگر دو برس کے بعد بھی تم ایسا کرو گے تو خدا تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا، ان حضرات نے جواب دیا حضرت ایسا نہیں ہے بلکہ یہ کپڑے اوپر پہن سکے ہیں۔

تاکہ یہاں کے دستور کے بموجب آپ کا استقبال ہو۔ اندرا سلحہ موجود ہیں۔ آپ نے کہا پھر ٹھیک ہے، یہاں ایلیا کا وفد بھی آیا، اور معاہدہ لکھا گیا، حضرت خالد بن الولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت معاویہ بن سفیانؓ کے بطور گواہ دستخط ہوئے، اور ۳۲۰ء کو ان لوگوں کو ایمان دی گئی، پھر بیت المقدس تشریف لائے اور کنیسہ قیامت میں قیام رہا۔ نماز کا وقت آیا آپ نے کہا تبرک کی غرض سے نماز پڑھنا چاہتا ہوں، ان لوگوں نے کہا ہمیں پڑھ بیٹھے، آپ نے انکار کیا کہ میرے بعد مسلمان یہ کہہ کر کہ یہاں عمرؓ نے نماز پڑھی ہے قبضہ کریں گے، اور دوسری جانب جا کر نماز گزارا، اور لکھ دیا اس جگہ کوئی مسلمان اذان اور نماز نہ پڑھے۔

اس کے بعد آپ نے کہا یہاں میں مسجد تعمیر کرنا چاہتا ہوں، ان لوگوں نے صخرہ پر جہاں

حضرت داؤد سے اللہ تعالیٰ ہم کو کلام ہوا تھا مسجد تعمیر کی۔

جب ایلیا والوں نے اپنی قوم عیسائیوں، اور مسلمانوں کے سلوک میں زمین و آسمان کا فرق پایا کہ وہ نہایت ظلم کرتے تھے، اور مسلمان سراسر انصاف اور مساوات کا سلوک کرتے ہیں تو نہایت تیزی سے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے اکثر عیسائی مسلمان ہو گئے۔ دوسری مرتبہ میں حضرت عمرؓ نے سفر شام کیا، آپ کے ہمراہ مہاجرین اور انصار کافی تعداد میں موجود تھے، جب حضرت فاروقؓ کا مقام سرخ میں پہنچے جو حجاز و شام کی سرحد ہے خبر ملی کہ وہاں طاعون پل رہا ہے، آپ نے مہاجرین اولین کو سب سے پہلے پوچھا، اور مشورہ لیا، ان میں مسئلہ کے بارے میں اختلاف تھا، آپ نے عام مہاجرین اور انصار کو جمع کرنے کا حکم دیا، ان میں بھی اختلاف رہا، آپ نے فتح مکہ کے وقت جو مہاجر وہاں موجود تھے انہیں بلایا اور مشورہ کیا، ان میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں تھا، آپ نے اعلان کر دیا کہ یہاں سے واپس لوٹ جائیں چنانچہ سب واپس لوٹ گئے،

آپ کی واپسی کے بعد طاعون سخت ہو گیا، بڑے بڑے لوگ اس طاعون میں انتقال کر گئے، ابو عبیدہ بن جراح، معاذ بن جبلؓ، زید بن ابی سفیانؓ، حارث بن ہشامؓ، سہیل بن عمروؓ، عقبہ بن سہیلؓ وغیرہ اس طاعون میں کام آگئے، اور اس وقت یہ طاعون گیا جبکہ عمرو بن العاصؓ یہاں کے حاکم مقرر ہوئے، اور انہوں نے کہا لوگو یہ آگ ہے، اور آگ سے بچو، پہاڑوں پر چلے جاؤ، چنانچہ لوگوں نے اس پر عمل کیا، اور مصیبت ٹل گئی، حضرت عمر بن الخطابؓ کو اس کی اطلاع دی گئی، تو اس فعل کے متعلق کچھ اعتراض، سوال جواب نہیں کیا،

اس کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے شام کا سفر کیا، تاکہ طاعون کے مصیبت زدہ لوگوں کی دل جوئی کریں، اسی اثناء میں نماز کا وقت آگیا، لوگوں نے کہا حضرت بلالؓ کو حکم دیدیتے تھے کہ وہ اذان پکاریں۔ جب بلالؓ نے اذان کہی تو تمام صحابہؓ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا دوڑ پڑے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آگیا، ایسے رونے کہ لوگوں کی ڈاڑھیاں وغیرہ تر ہو گئیں، حضرت عمرؓ سب سے زیادہ رونے، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سب سے زیادہ یاد آگیا،

یہ ہیں وہ فتوحات جو دس سال سے بھی کم میں حاصل کیں، ایران ختم ہو گیا، ادھر نہر سندھ

اور نہر حیرتوں تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

اور حرم کی حکومت کا بڑا حصہ اور شام وغیرہ اسلام کے قبضہ میں آ گیا، اسلامی عدل و انصاف آسمانی دستور العمل سے بہت خوش تھے، ان کے سروں سے شاہان جبروت اور جبار باد ملک، فراعنہ کا وبال ٹل گیا، فطری حکومت انھیں مل گئی، ہر شخص آزاد و خداترس، خدا پرست، خدا شناس، عدل و انصاف کا پیکر تھا۔

حضرت فاروق اعظم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بڑے بڑے کام کئے اور کتاب اللہ، کتاب الرسول کی پیروی میں ہر امکانی کوشش کی، جس سے دنیا جہان کے لوگوں نے اطمینان کی سانس لی، اور وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔

هَذَلِكَ كَيْسَرِي وَلَا كَيْسَرِي بَعْدَكَ - كَسْرِي بَلَكَ جِوَا اسْكَ بَعْدَ كُوْنِي كَسْرِي اَنْهِي، قَيْصَر
وَهَذَلِكَ قَيْصَرٌ وَلَا قَيْصَرَ بَعْدَكَ وَ - بَلَكَ جِوَا اسْكَ بَعْدَ كُوْنِي قَيْصَرٍ اَنْهِي، اَوْ تَمَّ لَوْ كَانِ
لَتَنْفَعْنَ كُنُوْرَهُمَا - دُوْنُوْلٍ حُكُوْمَتُوْلٍ كَيْ تَخْرُجَ كُرُوْكِي -

محکمہ قضاء

حضرت فاروق اعظم نے محکمہ قضا قائم کیا، اول اس کو امرارہ والی - حاکم سے آزاد رکھا، اور کسی طرح کا انکا اس پر اثر نہیں تھا۔ چنانچہ کوفہ میں شریح ابن الحرث الکندی کو مقرر کیا، انہوں نے ۲۰ سال قضا کی، مصر میں قیس بن ابی العاص السہمی کو مقرر کیا جو اسلام میں پہلے قاضی تھے، ابوالدرداء کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر کیا، اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو قاضی القضاة مقرر کیا۔

غرض! یہ کہ نظام قضا باقاعدہ قائم کر دیا، اور فیصلہ کے لئے طریقہ کار مقرر فرمایا، اور اس بارے میں آپ کا وہ خط جو عید الشکر میں لکھا ہے اصول کا کام دیتا ہے، اور بہت اہم ہے۔ جمہور مسلمانوں نے اس خط کو نظام قضائیہ کی اصل و اساس گردانا ہے۔

عمال اور گورنروں کی مساوات

عمال و گورنر، لاعلمی اور عایا میں مساوات کے خواہش مند تھے، عامل، گورنر اور رعیت کے ایک معمولی فرد کو برابر سمجھتے تھے، ایک عامی آدمی کسی عامل کی شکایت کرتا تو آپسے جھگڑنے کے لئے بیچ دیتے، اور وہاں دونوں کی ایک حیثیت ہوتی، اور شریعت کے موافق فیصلہ ہوتا۔ جب کسی کو عامل بنا کر بھیجتے تو خدا کی جناب میں پہلے دعا کرتے کہ اے خدا میں اس لئے ان کو نہیں بھیجتا کہ لوگوں کا مال لے لیوں اور نہ اس لئے کہ لوگوں کو ماریں اگر امیر ظلم کرے تو میرے سوا اس پر کسی کی حکومت نہیں۔

ایک مرتبہ جتہ کے خطبہ میں آپ نے کہا: اہراء انصار کے لئے فرمایا: کہ اے خدا میں اس لئے ان اہراء کو بھیجتا ہوں کہ لوگوں کو دین اور سنت نبوی سکھائیں اور تقسیم کا موقعہ ہو تو عدل و انصاف کریں اور اگر کسی ہائے میں ان کو اشکال پیش آئے تو مجھ تک پہنچا دیں۔

اور اسی لئے عمال اور والیوں تک جو لوگ شکایت نہ پہنچا سکتے مول ان کے لئے موسم حج مقرر کر دیا، کہ ہر ایک آئے اور آزادی کے ساتھ جس سے جس کو شکایت ہو پیش کیسے، چنانچہ عام طور عمال و گورنر ڈرتے سستے تھے کہ مبادا موسم حج میں ان کی رسوائی نہ ہو، حضرت سعد بن ابی وقاص کی نسبت شکایت کی گئی، حالانکہ فاتح قادسیہ اور فاتح مدائن۔ اور کوفہ کو آباد کرنے والے تھے، بعض لوگوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے متعلق شکایت کی حالانکہ صحابی تھے، اور امیر بصرہ بھی تھے، فتوحات اسلامیہ میں بڑا جہد تھا ان پر تہمت لگائی، حضرت فاروق نے ان کے متعلق خاص کر کے شکایت سنی، جب مجرم نہ پایا تو ان کو بری کر دیا، اور تہمت لگانے والوں پر حد جاری کی۔

حضرت عمار بن ابی اسلمہ جو امیر کوفہ تھے اور سابقین اولین میں جن کا شمار تھا شکایت سن کر حضرت فاروق نے ان کو معزول کر دیا۔

اور پھر یہ کہ تمام عمال پر نگرانی کے لئے ایک عامل مقرر کر دیا، جو تمام عمال، حکام، والی، گورنروں کی گھوم پھر کر جانچ پڑتال کرتا، اور جو شکایت ہوتی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجتا۔

بہت المال کی حفاظت کرنا آپ کو بہت پسندیدہ تھا، چنانچہ کنز پر علی بن ابی سفیان

کو والی بنا کر بھیجا، جب وہ واپس آئے تو اپنے ہمراہ بہت سامان لائے، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مال کہاں سے لائے؟ انہوں نے کہا میں اپنے ہمراہ لے گیا تھا، میں نے اسے تجارت میں لگایا، اس میں نفع ہوا ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے وہ مال لے کر بیت المال میں داخل کر دیا، حضرت عمر فاروق کی شدت و سختی نے رعایا کو عام طور پر رفاہت و خوشحالی بخشی،

رعایا کی دیکھ بھال

حضرت فاروق اعظمؓ کی رعایا پر دردی اور دیکھ بھال کے متعلق سیرت و تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں واقعات کا شمار و احصار و شواہد ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنی مسولیت کا خیال کر کے فرمایا: "اگر نہ ہر ذات کے گناہ کے کسی کا اونٹ ضائع ہو تو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ آل خطاب سے باز پرس کرے گا"

ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا:

اگر میں اچھا کنڑوں تو میری اعانت کرو اگر کجروی کروں تو مجھے سیدھا کر دو، تو ایک آدمی مسجد کی آخری صفوں سے چلا آیا کہ اگر تم تمہارے اندر کجی پائیں گے تو تلوار کے ذریعہ تم کو سیدھا کریں گے، اس پر حضرت فاروقؓ بہت خوش ہوئے۔

فَاتُ أَحْسَنَتْ فَأَعْيُونِي - وَإِنْ
مَدَدْتُ فَقَعْمُونِي - فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ
مِنْ أَخْرِيَاتِ الْمَسْجِدِ - لَوْ أَنَّنَا بَيْنَكَ
إِعْوِجَابًا لَهَيَّ مَمْلَكَتًا بِسَيِّئَاتِنَا فَسَرَّحْنَا
ذَلِكَ - (محاضرات خضریٰ مشاجہ ۲)

رعایا کی نگہداشت کی خاطر آپ رات کو بہت کم سوتے تھے، گشت لگانے اور دیکھتے کہ کہیں کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے، اس شب گردی کے عجیب عجیب واقعات تاریخ میں درج ہیں، جن ہیروؤں، کنواری عورتوں، بوڑھیوں کا وظیفہ مقرر ہونا گھم پھر کر اپنے ہاتھ سے پہنچا دیتے، دفتر اپنے ہاتھ میں ہوتا،

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے:-

اگر میں زندہ رہا ایک برس رعیت میں گھبروں گا میں جانتا ہوں لوگوں کی ضرورت میں مجھ تک پیش نہیں ہوتی، ان کے مال و گور و مجھ تک نہیں پہنچاتے اور وہ خود بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتے، میں شام کی پیر کو لگا

لَيْتِي عَشْرَتٌ لَا يَسْتَدِينُ فِي الْمَدِينَةِ
كَوْلًا فَإِنِّي أَعْلَمُ أَنَّ لِبَلْتَانِ خَوَابِيحَ تَقْطَعُ
عَنِّي أَمَّا عَمَّا لَهَيَّ فَلَا يَرُدُّوهُنَّ إِلَى فَمَا نَا
عَمْرٌ فَلَا يَمْلُونُ إِلَى فَمَا سِيرًا سَبَّحْنَا

اور دو ماہ قیام کر دل گا، اس کے بعد آپ نے بڑے بڑے شہر گزرائے کہ ان میں دو دو ماہ قیام کر دل گا۔

فَأَقْبِرَ بِهَا شَهْرَيْنِ ثُمَّ عَدَّ إِلَى الْمَهْجَرِ
الْمَكِّيِّ يُقِيمُ فِي كُلِّ مَهْجَرٍ ثَلَاثِينَ -

رحمات خضریٰ ص ۲۷

لیکن زندگی نے وفانگی۔

حضرت اسلمؓ کہتے ہیں، ایک روز حضرت عمرؓ اور میں سرحدی کے موسم میں تار یک رات میں نکلے، دیکھا ایک جگہ ایک عورت چند بچے لئے بیٹھی ہے اور سامنے آگ پر ایک ہنڈیا رکھی ہوئی ہے۔ آپ وہاں پہنچے اور پوچھا یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ کہا بھوک کے مارے؟ کہا اس ہنڈیا میں کیا ہے؟ کہا خالی پانی، تھپک تھپک کر بچوں کو سلاد رہی ہوں، اور ہمارے اور عمرؓ کے درمیان فاصلہ۔ حضرت عمرؓ نے کہا عمرؓ کو تمہاری حالت کا علم نہیں ہوگا۔ اس نے کہا ہمارا دالی ہے، اور ایسا غافل ہے کہ ہماری خبر نہیں لیتا، اسلمؓ کہتے ہیں ہم دونوں دوڑتے ہوئے بیت المال پر پہنچے، آپ نے ایک بورہ اور کچھ چربی لی اور اپنے کندھوں پر لادی، میں آگے بڑھا کہ حضرت مجھے اٹھانے دیجئے، آپ نے انکار کر دیا، اور کہنے لگے کیا تم قیامت کے دن میرے گناہ اٹھا لو گے، جب یہ سامان لے کر ہم اس عورت کے پاس پہنچے تو آپ فوراً چولہے کے پاس آگ دھونکنے لگ گئے، اسلمؓ کہتے ہیں آپ کی ریش مبارک بہت گھنی تھی، چولہا پھونکنے کی وجہ سے دھواں اس قدر اٹھتا تھا کہ ڈاڑھی سے دھواں نکل رہا تھا،

غرض اکھانا پکا کر آپ نے سب کو کھلایا، اس عورت نے کہا جزاک اللہ آج تم نے امیر المؤمنین سے بڑھ کر کام کیا ہے، آپ نے کہا اچھا، جب تم امیر المؤمنین کے پاس جاؤ تو مجھے تم وہاں ضرور پاؤ گی، تم آنا اور ان سے مل لینا،

اس قسم کے واقعات کو معمولی واقعات ہیں، لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ خوف الہی دائمگیر ہے کہ رعیت کا میں والی ہوں، کسی کے حق میں کوتاہی نہ ہونے پائے،

باوجود اس کے لوگ آپ کے کوزے سے اتنے ڈرتے تھے کہ دوسرے کی تلوار سے نہیں ڈرتے تھے،

عزیمت، صلاحیت اور سختی کا یہ عالم تھا کہ قریب قریب دس سال کے اندر ایران و روم عیسوی دیرینہ سلطنتوں پر قبضہ اور اقتدار قائم کر لیا، رقت و نرمی کا یہ عالم تھا کہ اسلمؓ آپ کا غلام کہتا ہے ایک مرتبہ چند مسلمانوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہا۔ آپ عمرؓ سے کہئے

لَا خَيْرَ فِيْ اَهْرَاسِهِمْ مِنْ عَمِيْرٍ شُوْرِيٍّ
 اس کام میں خیر نہیں جو بغیر شوریٰ طے کیا جاتے
 آپ کے خاص مشیر یہ حضرات تھے، عباسؓ بن عبدالمطلب، عبداللہ بن عباسؓ، دو حضرات
 سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبدالرحمن بن
 عوفؓ، اور حضرت علی بن ابی طالبؓ، جیسے حضرات آپ کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

وصف علی الجملہ

رعایا سے بہت محبت تھی، ان کے مال سے اکثر گریز کرتے تھے، آپ کے عہد میں قوی
 طاقتور کسی کو ستا نہیں سکتا تھا، اور ضعیف و کمزور کسی سے ڈرتا نہیں تھا، جو صفات اور
 خصائص آپ میں تھیں کسی میں نہ تھیں، ایسے ایسے کام آپ نے کئے کہ دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا
 عقل و زیرکی کی مثال نہیں ملتی، چنانچہ کہتے ہیں:

وَكَمْ يَكُنْ ذَاكَ الْعَقْلُ الْكَبِيْرُ
 الْاَبِيْ رَاسٍ عُمَدِيْنَ الْخَطَّابِ بَعْدَ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیقؓ کے
 بعد عقل کبیر عمر بن الخطابؓ کے سر
 میں موجود تھی۔ (محاضرات ص ۱۹ ج ۲)

بعد کے خلفاء راشدین، اور ائمہ ہدیین بھی یہ صفات رکھتے تھے، لیکن یہ تمام صفات ان
 میں پوری نہیں تھیں، اس نسخہ کی طرح تھیں جس میں ایک ہزد کم ہو گیا ہو۔
 اس لئے ہم تصریح کرتے ہیں کہ:-

اِنَّ الْعَرَبَ بَعْدَ عُمَرَ لَوْ تَجَمَعُوْا
 عَلٰى اَبِيْ خَلِيْفَةَ فِيْ رَمِيْنٍ مِنَ الْاَزْهَانِ حَتّٰى وَكُنْتُمْ
 کہ عرب عُمَرَ کے بعد آج تک کسی خلیفہ
 پر مجتمع نہیں ہوا۔

شہادت عمر بن الخطابؓ

اس کا کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسے عادل، محب الرعیۃ، شفیق، خدا ترس، خدا پرست
 کی موت خنجر سے ہوگی، لیکن انسانی طاقت سے باہر ہے کہ ساری مخلوق کو خوش رکھ سکے،
 تمام عرب آپ سے خوش تھے، ان کے لئے آپ نے سب کچھ کیا، عجمی خوش تھے کہ ان پر
 عدل و انصاف کی برسات آپ نے برسائی، لیکن ان عجمیوں کے بڑے جن کی سلطنت چھن گئی

تھی، جن کا عرش سیارہ بختم ہو گیا تھا، جن کی عظمت و جلالیت کے محل منتر نازل ہو گئے تھے، وہ آپ سے کبیدہ خاطر ہی ہے، ایران کے کچھ غلام تھے، مدینہ منورہ میں حضرت فاروق نے ان کو بلایا، یہ غلام ہرمزان شاہ فارس کے پاس آیا جا یا کرتے تھے، انھیں جب معلوم ہوا کہ حضرت فاروق نے مدینہ طیبہ میں عوام کی طرح رہتے ہیں، ان لوگوں نے ایک مخفی انجن قائم کر رکھی تھی، انہیں غلاموں میں ایک فیروز نامی شخص جس کی کنیت ابو لؤلؤ تھی، اور دو مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا، ایک دن حضرت فاروق نے بازار میں پھر سے تھے یہ آپ سے ملا۔ اور شکایت کی کہ مغیرہ مجھ سے زیادہ خزانہ لیا کرتے ہیں، آپ نے پوچھا کتنا خرچ لیا کرتے ہیں؟ کہا ایک دن کے دو درم، آپ نے پوچھا کیا کام اور کیا صنعت و حرفت کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا حداد، نبار، نقاشی ہوں، آپ نے کہا پھر تو یہ دو درم زیادہ نہیں ہیں، آپ نے کہا مجھے ایک چکی بنا دو، اس نے کہا اگر میں زندہ رہا تو ایسی چکی بنا دوں گا کہ ساری دنیا میں اس کا جہر چا ہوگا۔

۲۶ ذی الحجہ ۳۳ھ کو منگل کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں ابو لؤلؤ نے آپ پر حملہ کیا، اور دو دفعہ خنجر سے جس کا قبضہ اور پھل بیچ میں تھا، حملہ کیا، چھ ضربیں لگائیں، جس میں سے ایک ناف کے نیچے لگائی جو نہایت سخت تھی، اور آپ کے ساتھ ہی ساتھ طیب بن ابی البکر الیثی کو قتل کر دیا، جو آپ کے پیچھے کھڑے تھے، جب حضرت فاروق نے خبر کا نام محسوس کیا نیچے گر پڑے آپ نے کہا کیا عبدالرحمن بن عوف موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں، وہ آئے آپ نے حکم دیا کہ نماز تم پڑھا دو، نماز کے بعد فوراً آپ کو آپ کے مکان پر اٹھا کر لے گئے، اپنے بیٹے عبداللہ کو آواز دی، اور پوچھا مجھے کس نے قتل کیا ہے، انھوں نے کہا ابو لؤلؤ نے، کہا اللہ اللہ کہ کسی سجدہ کرنے والے نے مجھے قتل نہیں کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی اجازت طلب کی، آپ نے اجازت سے دی، حضرت صہیب نے حسب وصیت نماز جنازہ پڑھاٹی اور حضرت عائشہ کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہوئے۔

از روئے تحقیق آپ کی خلافت دس سال، چھ مہینہ اور چار دن تھی، ۶۲ ہجری الثانی ۳۳ھ سے لے کر ۶۶ ذی الحجہ ۳۳ھ تک خلافت کی، قتل کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی

تھی

حضرت فاروق اعظمؓ بن الخطاب کے عمال، اور امراء

حضرت فاروق کے دور حکومت میں سارا شام فتح ہو چکا ہے، علاقہ کی دیکھ بھال کے لئے حضرت فاروق دورہ کر رہے ہیں، حمص پہنچے، سربر آوردہ لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں حکم دیا کہ شہر شہر کے فقراء مساکین اور حاجت مندوں کی فہرست پیش کریں، فہرست تیار ہو کر سامنے آئی تو سر فہرست امیر شہر سعید بن عامر کا نام نظر آیا، جبران ہو کر پوچھا یہ کون سعید ہیں؟ لوگوں نے کہا ہمارے شہر کے حاکم، امیر المومنین فاروق اعظمؓ کو تعجب ہوا، فرمایا یہ کیسے محتاج ہیں انہیں تو سرکاری خزانے سے رقم ملتی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں یہ سچ ہے، لیکن ان کی فیاض طبع کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو کچھ ملتا ہے حاجت مندوں پر تقسیم کر دیتے ہیں، یہ سن کر حضرت فاروق رونے لگے پھر ایک ہزار دینار جناب سعید بن عامر کے پاس بھیجے، اور قاصد سے کہا میری طرف سے ان کو سلام کہنا، اور کہنا یہ رقم امیر المومنین نے بھیجی ہے، اسے اپنی ضروریات میں صرف کیجئے، قاصد رقم لے کر پہنچا خط پیش کیا، پھر تھیلی پیش کی، دیناروں پر نظر پڑی تو زور سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ، پڑھا، بیوی ذرا دور تھیں، ان کے کان میں یہ آواز گئی تو گھبرا کر پوچھا خیر تو ہے، کہا امیر المومنین کی وفات تو نہیں ہوئی، فرمایا نہیں اس سے بھی سخت حادثہ پیش آیا ہے، کہا کیا کوئی خدائی نشانی ظاہر ہوئی ہے؟ فرمایا اس سے بھی بڑھ کر، دیکھو یہ دنیا میرے پاس آگئی ہے، ہائے ہائے فتنہ میرے گھر میں آدھل ہوا۔ سعادت مند بی بی نے تسکین دیتے ہوئے کہا، آپ پریشان کیوں ہیں، یہ رقم آپ جہاں چاہیں رضا، خداوندی میں صرف کر سکتے ہیں، یہ سن کر آپ کو کچھ تسلی ہوئی اور تھیلی باندھ کر رکھ دی، کچھ دنوں بعد مجاہدین اسلام کا ایک قافلہ ادھر سے گذرا تو یہ ساری رقم ان کی ضروریات پھرن کر دی، ان ہی سعید بن عامر کا واقعہ ہے ایک مرتبہ ان کے علاقہ کے لوگوں نے بارگاہ فاروقی میں انکے متعلق چیز شکایتیں پیش کیں، کہ جب تک اچھا خاصہ دن نہیں چرھا جاتا وہ گھر سے نہیں نکلتے، اور رات میں کسی کی آواز نہیں سنتے، اور مہینہ میں ایک دن بالکل گھر سے باہر نہیں نکلتے حضرت فاروق کو سن کر تعجب ہوا کہ ایسا رہا یا پروردہمی ایسا کہہ کر کہہ سکتا ہے، شکایت سامنے آچکی تھی اطلاع بھیج کر سعید کو بلا بھیجا، لوگوں سے کہا گیا ان کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو، شکایتیں دہرائی گئیں، حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا سعید تمہارے پاس کیا جواب ہے؟

حضرت سعید نے کہا، امیر المومنین! میں اظہار پسند نہیں کرتا، لیکن موقع ایسا ہے کہ

مجھے کہنا ہی پڑے گا، میرے گھر میں کوئی ملازم نہیں ہے، میری بیوی تمام کاموں کو انجام نہیں دے سکتی، جب میں صبح گھر جاتا ہوں تو آٹا گوندھتا ہوں، پھر خمیر اٹھنے تک انتظار کرتا ہوں۔ اس کے بعد دوٹی پکاتا ہوں، پھر ہاتھ منہ دھو کر لوگوں کی خدمت کے لئے باہر نکلتا ہوں۔

دوسری شکایت کا جواب یہ دیا کہ دن ان لوگوں کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے، اور رات اللہ کے لئے، جب رات آتی ہے تو ان کی ضرورتوں سے فارغ ہو کر عشاء کے بعد گھر کے اندر چلا جاتا ہوں۔ اور اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہو جاتا ہوں۔

تیسری شکایت کا جواب دیا۔ میرے پاس ایک کپڑے کے سواد دوسرا کپڑا نہیں ہے جب وہ میلا ہو جاتا ہے تو اسے اتار کر خود دھوتا ہوں۔ جب وہ سوکھ جاتا ہے پہن کر باہر نکلتا ہوں، اس میں دن کا بڑا حصہ صرف ہو جاتا ہے۔

سعید کا جواب سن کر حضرت فاروق بہت خوش ہوئے، اور کہا میری بصیرت سعید کے متعلق صحیح ہے، اس کے بعد حضرت فاروق اعظم نے سعید کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور کہا بھجھا کہ اس سے اپنی ضروریات پوری کر لو، ان کی بی بی نے دیکھا تو بہت خوش ہوئیں، اور کہنے لگیں ایک غلام خرید لیجئے، گھر کے مشاغل سے کچھ فرصت ملے، حضرت سعید نے کہا کیا تمہیں اس سے بہتر چیز پڑتی ہے، یہ رقم ان لوگوں کی خدمت میں صرف کر دیں، جو تم سے زیادہ محتاج ہیں، بی بی بڑی نیک بخت تھیں اس پر راضی ہو گئیں، سعید نے ایک معتبر آدمی کو بلایا اور الگ الگ پولیوں میں کچھ کچھ دینار باندھے اور اس کے حوالہ کئے، اور کہا یہ فلاں خاندان کی فلاں بیوہ کو دینا، یہ فلاں یتیم کو دینا، یہ فلاں مسکین کو پہنچا دینا، یہ فلاں مریض اور فلاں قرضدار کو پہنچا دینا، اللہ اکبر کیسا خلوص و ایثار تھا، اور مخلوق خدا کی کیسی خدمت کرتے تھے؟ آسمانی دستور العمل، فطری نظام کو چلانے کے لئے ایسے ہی حضرات درکار تھے۔

ع۔ سروری و ردین ما خدمت گریست

حضرت عمیر بن سعدؓ

حضرت فاروق اعظم نے حضرت عمیر بن سعدؓ کو حص کا حاکم بنا کر بھیجا، ایک سال تک انھوں نے اس علاقہ کی کوئی رپورٹ نہیں بھیجی، حضرت فاروق نے خط لکھ کر ان کو بلایا، اور کہا جو کچھ تم نے اس دوران میں جمع کی ہو ہمراہ لے کر آؤ۔ حضرت عمیرؓ نے اپنا ڈنڈا ہاتھ میں لیا

اور ایک تھیلہ میں کچھ زاوراہ رکھ دی، اور کندھے پر ڈال لیا، اور حص سے مدینہ منورہ کی طرف پیدل چل کھڑے ہوئے، جب یہ مدینہ منورہ کو پہنچے تو ان کا یہ حال تھا کہ دوری سفر کی وجہ سے بال بڑھ چکے تھے، چہرہ غبار سے اٹ گیا تھا، چہرہ دارحجم کا رنگ تبدیل ہو گیا تھا، یہ حالت دیکھ کر حضرت فاروقؓ نے پوچھا کیا حال ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا جیسا امیر المومنین دیکھ رہے ہیں، اچھا خاصا ہوں میرے ساتھ دنیا ہے جسے کھینچ رہا ہوں۔ حضرت فاروقؓ نے کہا آخر تمہارے پاس کیا ہے؟ عرض کیا میرے پاس یہ میرا تھیلہ ہے، اس میں میرا زادراہ ہے، میرا پیالہ ہے جس میں میں کھاتا ہوں، اور جس سے میں اپنا سر دھوتا ہوں، اپنے کپڑے دھوتا ہوں، اور چھوٹا سا مشکیرہ ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں، اور یہ میرا ڈنڈا ہے جس سے سہارا لیتا ہوں، اور ضرورت کے وقت دشمن کا مقابلہ بھی کرتا ہوں، چشم خدا کی دنیا کسے کہتے ہیں، حضرت فاروقؓ نے کہا تم پیدل آئے ہو؟ عرض کیا ہاں، فرمایا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرتا تمہارے لئے سواری کا انتظام کر دیتا، کہا میں نے اس بارے میں کسی سے سوال ہی نہیں کیا، حضرت فاروقؓ نے کہا یہ لوگ بہت ہی بُرے ہیں، یہ سب خلیفہ حضرت عمیرؓ کو لے کر امیر المومنین خدا سے ڈریئے، خدا نے غیبت کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، وہ لوگ مسلمان ہیں میں نے ان کو ناز پڑھتے دیکھا ہے، اب حضرت فاروقؓ نے ان کی ذمہ داریوں کا جائزہ لینا شروع کیا میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا، اور کس لئے بھیجا تھا، بولے مجھے جہاں بھیجا تھا میں وہاں گیا، وہاں کے اچھے لوگوں کو میں نے جمع کیا، اور ان کو محاصل کی وصولی کے لئے مقرر کیا، جو کچھ انہوں نے وصول کیا اس کے مصارف میں میں نے صرف کیا، اگر آپ مستحق ہوتے تو آپ کو بھی بھیج دیتا، حضرت فاروقؓ اس بیان سے بہت خوش ہوئے، اور کہا حضرت عمیرؓ کو پھر عہدہ پر مامور کر دیا جائے، حضرت عمیرؓ نے اس ذمہ داری سے صاف انکار کر دیا، اور کہا اب نہ آپ کے عہد میں ایسی ذمہ داری قبول کر دوں گا نہ آپ کے بعد، ہزار احتیاط کے بعد بھی خدا کے مواخذہ سے بچنا دشوار ہے، میں نے انتہائی کوشش کی کہ حکمرانی کی بل سے اپنے کو محفوظ رکھوں، لیکن محفوظ نہ رہ سکا۔ ایک دن ایک نصرانی آیا، اس کے حق میں میرے منہ سے نکل گیا خدا تجھے خوار کرے، یہ کہہ کر حضرت عمیرؓ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، جو مدینہ سے کافی فاصلہ پر واقع تھا،

ان کے جانے کے بعد حضرت فاروقؓ نے ایک آدمی کو ستودینا رٹے کر ان کے پاس بھیجا، جب آدمی ان کے پاس پہنچا تو وہ دیوار کے سہانے بیٹھے ہوئے اپنے کرتے سے جوڑی صاف کر

ہے تھے، ان کو دیکھ کر کہنے لگے آئیے تشریف لائیے آپ کہاں سے آئے ہیں؟ قاصد نے کہا مدینہ سے پوچھا امیر المؤمنین کا کیا حال ہے؟ کہا اچھا ہے، اللہ کے تو انہیں نافرمانی سے ہیں، پس منکر حضرت عمرؓ کہنے لگے، اے خدا تو عمرؓ کی مدد فرما، وہ تیری محبت میں سرشار ہیں، قاصد یہاں تین دن ٹھہرا حضرت عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ مشکل سے روٹی کی ایک ٹکیہ میسر آتی تھی جسے وہ مہمان کے آگے رکھ دیتے تھے، اور خود فاقہ کرتے تھے، ان کی یہ حالت دیکھ کر قاصد نے دینار نکال کر پیش کئے اور کہا امیر المؤمنین نے آپ کے لئے یہ رقم بھیجی ہے، کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں اور فوراً محتاجوں اور یتیموں پر ساری رقم تقسیم کر دی۔

قاصد نے یہ سارا ماجرا دربار فاروقی میں پیش کیا، حضرت فاروقؓ نے ان کو بلا بھیجا اور غلہ کی معقول مقدار اور کپڑے دئے، حضرت عمرؓ نے کہا غلہ کی مجھے ضرورت نہیں ہے، دو صاع (تقریباً سات سیر) جو میرے گھر میں پڑے ہوئے ہیں، البتہ کپڑے لیتا ہوں اور کہا میری بی بی برہنہ تن ہے، اس کے پاس کوئی کپڑا نہیں، اور گھر واپس لوٹے،

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ

حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو شہر مدائن پایہ تخت، ایران کا فرماندار مقرر کیا، ایرانی امراء و سارکے داخلہ کے شاندار پر شکوہ مناظر کے تذکرے آپ نے تاریخ میں پڑھے ہوں گے، لیکن حذیفہؓ اس نوشیروانی عظمت و جلالت، اور کیانی شکوہ و جبروت کے مرکز مدائن میں کس شان سے قدم رکھتے ہیں وہ بھی سن لیجئے، ایک خچر پر سوار ہیں جس پر زین بھی نہیں ہے صرف نیچے ایک بوسیدہ سا چار جاہ ہے، ایک ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا ہے اور دوسرے ہاتھ میں گوشت کی ایک بڈی، لوگ گورز کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آتے ہیں اور گورز کی آمد آمد کے منتظر ہیں، گورز آتے ہیں اور ان کے سامنے سے گذر جاتے ہیں، مگر لوگوں کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی کہ کب آئے اور کب نکل گئے؟ ان کی آنکھیں کیانی امراء کے شاندار جلوے دیکھ چکی تھیں پایہ تخت مدائن کے گورز کا ایسا سادہ تصور کہاں سے لائے، جب انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو انہوں نے آنے والوں سے پوچھا گورز کی سواری کہاں ہے، لوگوں نے کہا وہ تو تمہارے سامنے سے شان بے نیازی کے ساتھ چلے گئے، حیران و متعجب ہو کر ان لوگوں نے گھوڑے دوڑائے، اور حضرت حذیفہؓ کو جالیا، اور سلام کیا، حضرت حذیفہؓ اسی

بے تکلفی کے ساتھ سواری کی حالت میں کھانا کھا رہے تھے، اسلامی جہان نوازی نے گوارا نہ کیا کہ تنہا کھائے وہیں نہایت بے تکلفی سے وہی روٹی اور ہڈی ان ایرانیوں کی خدمت میں پیش کر دی، ایران کے نازک طبع نازک مزاج لوگ ایسی معمولی چیز کس طرح کھا سکتے تھے، نظر بچا کر پھینک دی، اس کے بعد مزاج پرسی ہوئی، اور گفتگو شروع ہوئی، ایرانی افراد اور سرداروں نے کہا آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو طلب فرمائیے گا حضرت خلیفہ نے فرمایا مجھے صرف پیٹ میں ڈالنے کے لئے کچھ کھانا اور جانور کے لئے چارہ چاہئے اس کے سوا کسی کی ضرورت نہیں۔

حضرت خلیفہ عرصہ تک اس سادگی سے رعایا کی خدمت کرتے رہے مدائن میں مقیم رہے، کچھ عرصہ کے بعد حضرت فاروق نے ان کو مدینہ منورہ بلایا، جب معلوم ہوا کہ وہ آ رہے ہیں، آگے بڑھ کر راستہ میں چھپ گئے، جب حضرت خلیفہ ان کے قریب سے گزرے اور دیکھ لیا کہ حکومت و امارت نے ان کے اندر کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں کی، نکل کر سامنے آئے اور فرط محبت سے سینہ سے لپٹ گئے، اور فرمانے لگے خلیفہ تم میرے بھائی ہو، اور میں تمہارا بھائی،

اشتراکِ اہم خلوص و ایثار، اسلامی دستور نافذ کرنے کے لئے یہ محبت و اخلاص! قسمِ خدا کی اگر اسی طرح حکومت چلتی رہتی تو فرشتے ان کے قدم چومتے، اور کیوں نہ چومتے جبکہ ان کا خلیفہ بھی اسی حالت میں وقت گزار رہا ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کو اس زمانہ میں دیکھا ہے جبکہ وہ خلیفہ تھے، اور عمر پر کھڑے ہوئے لوگوں کو تلقین کیا کرتے تھے لیکن کپڑے تار تار تھے میں نے آپ کے تہمند پر شمار کیا تو بارہ بیوند لگے ہوئے تھے،

یہ ہے وہ اسلامی حکومت، آسمانی دستورِ عمل، ضابطہٴ خداوندی، فطری نظام، کس طرح چلا رہے ہیں اور کیسے چل رہا ہے،

لے ملتِ اسلام کے غنوار، اور اسے امتِ محمدیہ کے دل سوز بلند کردار۔ بلند اخلاق ہستیو۔ کیا عالم برونز میں تمہیں خبر مل رہی ہے کہ امتِ اسلام، ملتِ اسلامیہ تمہارے راستے سے بہت دُور جا گری ہے، اے خدا اس امتِ یتیم، ملتِ مسکین کا والی تو ہی ہے۔ تو ہی مدد فرما۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی

۲۳ تا ۳۵ ۶۴۴ تا ۶۵۵

۲۸ ذی الحجہ ۳۳ھ کو آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے انتہائی جود و کرم، بزل و سخاوت اور شرافت نفس کے حامل تھے، اور قریب و بعید سب کے لئے یکساں برتاؤ کرتے تھے، اور اس لئے آپ کے عمال و والی بھی اس کے خوگر ہو گئے تھے، اپنے اعزہ اور قرابتداروں کے حق میں خاص طور پر مہربان تھے، اور اسی بنا پر والیان امصار کو معزول کرنا اور ان کے عوض دوسرے والیان ملک اور والیان امصار کا تقرر کرنا شروع میں آیا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جو اعیان صحابہؓ میں تھے انہیں بصرہ کی امارت و ولایت سے معزول کر دیا، اور اپنے خالو عبدالرحمن بن عاصؓ کو والی و حاکم بنایا، اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ کو ولایت مصر سے معزول کیا، ان کی جگہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی السرحؓ کو مقرر کیا، اور حکم بن العاص بن امیہ کو پناہ دی اور ایک ہزار درہم عطیہ دیا، اور عبداللہ بن خالد کو چار ہزار درہم عطیہ دیا۔

فتوحات

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ملک کی وسعت بہت زیادہ ہو گئی تھی، اور حضرت فاروقؓ کے عہد میں جو وسعت ملک کو حاصل تھی اس سے کہیں آگے نکل گئے تھے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن عاصؓ کو فارس و ایران کی طرف بھیجا، کہ اسطرح کے ایرانیوں پر حملہ اور فوج کشی کر کے اسے فتح کر لیں کہ یزدجرد شاہ ایران یہاں پناہ گزین تھا، یہ آخری ایرانیوں کا بادشاہ تھا۔ دارا بجز میں جا کر پناہ لی، عبداللہ نے اس کے تعاقب میں مجاشع بن مسعودؓ کو روانہ کیا، اور یہ تعاقب کرتے ہوئے کرمان تک چلے گئے، اور دوسری طرف سجستان کے راستہ سے چین کا ارادہ کیا۔

اللہ اکبر! آدھی صدی بھی اس نئی خلافت و سلطنت کو نہیں گذری کہ اسلامی مملکت اس قدر وسیع ہو گئی کہ دیکھنے اور سننے والوں کو حیرت ہوتی ہے، مجاشعؓ سجستان پہنچے، اور یزدجرد کو وہاں نہیں پایا، تو یہ فارس کی طرف بڑھ گئے، یزدجرد بہت ڈرتا تھا اس لئے طرخان سے امداد کی درخواست کی، جب طرخان اس کی امداد کے لئے آیا یہ روپوش ہو گیا، اس کی دہلی میں طرخان

یزدجرد پر بہت تیز حملہ کیا، چنانچہ مجاشع ابن مسعود نے مدینہ طیبہ واپس ہونے کا ارادہ کیا، واپسی میں اس نے اپنی آزد کو پایا، مرزبان مل گیا، اسے قتل کر دیا، اس کے قتل ہونے سے سارا ایران مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا، اور وہ ایرانی جنہوں نے سارے ایران میں قتل و غارتگری کا سامان جمع کر رکھا تھا ختم ہو گیا، حضرت عمرؓ کے عہد میں جو ملک فتح کرنے سے رہ گیا تھا، حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتح ہو گیا۔

شروع خلافت عثمانیہ میں رومی حکومت قسطنطنیہ نے اسکندر رومی کو لکھا کہ مسلمانوں سے جو معاہدہ ہوا ہے اسے توڑ دو اور مصر کو آزاد کر لو، چنانچہ اسکندریہ کے رومیوں نے حکومت قسطنطنیہ کے ورغلانے سے معاہدہ کو توڑ دیا، اور قسطنطنیہ کی طرف سے اپنی فوجیں اسکندریہ کی طرف بحری راستے سے روانہ کر دیں، اور اس فوج کی قیادت منزیل النضی کے سپرد ہوئی، جب رومیوں کی ٹڈی دل فوج اسکندریہ پہنچی تو مقوقس، اور قسطنطی لوگ چونکہ مسلمانوں کے سلوک سے بہت ہی خوش تھے، رومیوں کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا، چنانچہ ساحل پر یہ رک گئے، اور جو لوگ معاہدہ سے ناراض تھے بھاگ بھاگ کر وہاں پہنچے گئے، اور پھر فسطاط کی طرف بٹھے اسلامی افواج حضرت عمرو بن العاصؓ کی قیادت میں آگے بڑھیں، (اس وقت تک حضرت عمرو بن العاصؓ معزول نہیں کئے گئے تھے)، دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی، اور بالآخر رومی شکست کھا کر بھاگ نکلے، اسلامی لشکر نے تعاقب کیا، اور اسکندریہ تک جا پہنچا، اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسکندریہ کی شہر سپاہ اور قلعہ توڑنے کا حکم دے دیا، چنانچہ اسکندریہ کی شہر سپاہ اور قلعہ توڑ دیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت عمروؓ کو ولایت مصر سے معزول کر کے عبداللہ بن سعدؓ کو ان کی جگہ مامور کر دیا،

۳۸ھ میں عبداللہ بن سعدؓ نے افریقہ پر فوج کشی کی، اور افریقہ پر قبضہ کر لیا، اور افریقہ کے بادشاہ جسیر کو قتل کر کے سارے افریقہ کو اپنے زیر حکومت کر لیا،

فتح قبرص

۳۸ھ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے شام سے فوج کشی کی، اور عبداللہ بن سعدؓ نے مصر سے فوج کشی کی، کہ کسی طرح جزیرہ قبرص کو فتح کر لیا جائے۔

قبرص والوں نے اس شرط پر صلح کی کہ سات ہزار دینار سالانہ اہل قبرص ردم کو دیں گے،

اور مسلمانوں کو بھی اتنا ہی دیں گے، اس کے علاوہ امویہ میں اہل قبرص بالکل آزاد تھے، ہاں یہ ضروری تھا کہ دشمن کی نقل و حرکت سے مسلمانوں کو باخبر رکھیں گے، تاکہ مسلمان قومی نقل و حرکت سے آگاہ رہیں، اور دشمنوں سے باخبر رہیں۔

بغاوت

افسوس ہے کہ حضرت عثمانؓ کے اعمال و کردار لوگوں کی نگاہ میں نہ بچے اور اصرار و بلاد سے ان کے معزول اور خلافت سے بے دخل ہونے کی درخواستیں آنے لگیں، جب متواتر اہل مدینہ کے پاس اس قسم کے خطوط آئے تو یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور تحقیقات کی اور تمام شکایات کو بے وجود پایا، آپ نے فرمایا:-

أَشْبِدُوا عَلَيَّ وَأَنْتُمْ شَاهِدُونَ
فَقَالُوا لَئِنْ سَأَلْتَنَا عَنْ شَيْءٍ
بِرَجَالٍ مِمَّنْ تَبِعُوا فِي الْأَمْصَارِ
حَتَّى يَرْجِعُوا إِلَيْكَ بِأَشْبَارِهِمْ

مجھے مشرور و گواہ بھی ہو، ان لوگوں نے کہا
ہماری رائے یہ ہے کہ آپ باوثوق لوگوں کو
مختلف شہروں میں بھیجیں تاکہ وہ آپ تک صحیح
خبریں پہنچائیں،

چنانچہ آپ نے مختلف جہات میں آدمی بھیج دیئے، بعض آدمی واپس آگئے اور بعض نہیں آئے
عمار بن یاسرؓ بھی ان لوگوں میں تھے، ان کو مصر بھیجا گیا تھا، یہ اور ان کے ساتھی واپس نہیں آئے،
یہاں تک کہ بعض کو خیال ہوا کہ عمارؓ گئے، اسی اثنا میں عبدالمرثد بن سعد کا خط پہنچا کہ عمارؓ کو کچھ
لوگوں نے اپنی طرف سے جھکا لیا ہے، اور ان کو اور لوگوں سے ملنے نہیں دیا جاتا،

حضرت عثمانؓ نے پھر خط لکھا کہ مدینہ کے لوگ مجھ سے شکایت کر رہے ہیں، کہ میرے آدمی
لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں، اور انہیں مارا پدیا کرتے ہیں، تو جن پر ظلم و جور ہوا ہو وہ موسم حج میں
آئیں اور مجھ سے اور میرے عمال سے جو کچھ فرو گذاشت ہوئی، ہو بدلہ لے لیں، یا معاف کر دیں
کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمدرد کرے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَصَدِّقِينَ

مکہ میں اجتماع

۳۵ء میں آپ نے اپنے عمال و گورنروں کو موسم حج میں بلایا، عبدالمرثد بن عامرؓ اور
عبدالمرثد بن سعدؓ اور امیر معاویہؓ کو تخلیہ میں بلایا، اور کہنے لگے:-

وَيَعْلَمُ مَا هَذِهِ الْبَشَايِئُ وَاللَّهُ
 بِفِي عُنَايَتِ أَنْ يَكُونُوا صَادِقِينَ وَمَا
 يَفْتُرُ هَذَا الْأَمْرَ إِلَّا فِي .

تمہارا بھلا ہونا، یہ کیا بھلائی ہے، واللہ
 اس کا مخالف ہوں کہ وہ سچے ہیں لیکن یہ بات
 میرے حق میں مضرب ہے۔

ان حضرات نے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہر چیز کا دروازہ
 ہوتا ہے جس سے اندر داخل ہوا کرتے ہیں، جس امر سے میں ڈرتا ہوں وہ ہو کر ہے گا، جس امر کا
 دروازہ کھل جائے تو رنج و نرمی اور محاسبات ہی سے بند ہوتا ہے، ہاں البتہ حدود الہی میں نرمی
 اور معافات کام نہیں دے گا، پھر بھی اگر یہ دروازہ کھل جائے تو مجھ پر اور میرے غلام کوئی حجتہ پیش
 نہیں کر سکتا، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے میں لوگوں کی بھلائی چاہتا ہوں، اور فتنوں کی چکی تو
 چل ہی رہی ہے، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بشارت و خوشخبری ہے کہ موت تک اس نے اس دروازہ
 کو حرکت نہیں دی، لوگ خاموشی کے ساتھ حضرت عثمان کی باتیں سنتے رہے، جب موسم حج
 ختم ہوا تو تمام حضرات مدینہ منورہ تشریف لائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت
 طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے وہاں موجود تھے، حمد و ثنا کے
 بعد حضرت امیر معاویہ نے فرمایا:-

أَنْتُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَيْرَتُهُ وَوَلَاةُ أَمْرِهِ
 الْأُمَّةُ إِخْتَرْتُمْ صَاحِبَكُمْ عَنْ غَيْرِ غَلْبَةٍ
 وَلَا طَمَعٍ وَقَدْ كَبُرَ وَوَفَى عَمْرِكُمْ وَلَوْ أَنْتُمْ تَنْظُرْتُمْ
 بِهِ الْهَرَمَ لَكَانَ قَرِيبًا
 وَلَا تَطْبَعُوا النَّاسَ فِي أَحْسَبِكُمْ قَوْلًا لِلَّهِ
 أَنْ طَبَعُوا فِيهِ مَارَأَ نَبِيَّهُمْ مِنْهَا أَبَدًا
 إِلَّا أَدْبَارًا .

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور خیر ترین لوگ
 ہو، اس امت کے والی تم نے تمہارے صاحب کو
 بغیر کسی غلبہ اور دھوکہ اور طمع کے اسے منتخب کیا ہے
 اور آپ سب کا بڑھاپا قریب ہے، اور اس کی آخری عمر ہے، اگر
 بڑھاپے تک تم ہنستا کر لو جو قریب ہے
 اور تم لوگوں کو تمہارے امر میں طمع نہ کرنے دو
 واللہ اگر لوگوں نے اس میں طمع کی ابد الابد
 تک تمہارے لئے برا ہے۔

(تاریخ دول الاسلام رزق اللہ منہ ج ۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا اور کہا:-

مَا لَكُمْ وَلَيْدِ الْإِثْلِ لَا أُمَّرَ لَكُمْ .

(تاریخ دول الاسلام منہ ج ۱)

تمہاری ماں مے تم کو اس سے کیا واسطہ ہے ؟

حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا۔
 وَخُذْ أُمَّي فَمَهِي لَيْسَتْ بِشَيْءٍ أَقْرَبَها لَكَ كَعَمْرٍو
 ہیں، اور جو میں کہتا ہوں اس کا جواب

دور

تاریخ دول الاسلام ص ۱۶

حضرت عثمانؓ نے جواب دیا میرا بھتیجا سچ کہتا ہے، میرے پہلے جو دو صاحب گذرے
 ہیں انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے اجر و ثواب حاصل کرنے کے
 خیال سے کیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قرابتداروں میں دیا کرتے تھے، میں ان لوگوں
 میں ہوں کہ تمہیں کے قرابتدار بہت زیادہ ہیں، اور عاشر کی طرف سے بہت پریشان ہیں، اس لئے
 میں نے ان کے لئے اپنا ہاتھ کچھ کھول دیا ہے، اگر تم اسے میری غلطی کہتے ہو تو تم انہیں واپس بلاؤ،
 میرا اختیار تمہارے اختیار کے تابع ہے، ان لوگوں نے کہا:۔

قَدْ أَحْبَبْتُ وَأَحْسَنْتُ۔
 تم نے صحیح راہ اختیار کی اور بہت اچھا
 کیا۔

تاریخ دول الاسلام ص ۱۶

تم نے عبداللہ بن خالد اسید کو پچاس ہزار، اور مروان کو پندرہ ہزار دے دیے تم ان سے
 واپس لوٹا لو، اور راضی خوشی سے یہ لوگ الگ ہو جائیں، ان کے الگ ہونے کے بعد حضرت امیر
 معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ شام تشریف لے چلیں، یا پھر اپنے گروہ پر رہ رکھئے،
 دونوں باتوں سے حضرت عثمانؓ نے انکار کیا،

اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے شام کا سفر اختیار کیا راستہ میں مہاجرین کا ایک گروہ
 ملا، ان میں حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے
 ان سے کہا میں تمہارے پاس ایک بوڑھے کو چھوڑ جاتا ہوں ان کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں
 اور تم انہیں بھلائی کی وصیت کرتے رہو، چشم پوشی کیا کرو، تمہارے لئے اس میں بہتری ہے، اتنا
 کہہ کر انہیں رخصت کیا، اور شام کی طرف چل کھڑے ہوئے،

مصر و کوفہ کے باغی

لیکن مسلمانوں کی خفگی حضرت عثمانؓ کی نسبت دن بدن بڑھتی ہی چلی گئی تا آنکہ آخری دن
 ان لوگوں نے قائم کرنی کہ مدینہ منورہ کو چلنا چاہئے چنانچہ مصر سے عبدالرحمن بن عدس السدوسی

ہزار آدمیوں کے ساتھ چل پڑے، اتنے ہی آدمی لے کر مکہ مکرمہ سے لوگ لے کر چل پڑے، بصرہ سے بھی اسی قدر آدمی چل کھڑے ہوئے، اتنے ہی آدمی کوفہ سے چل پڑے، شوال کا مہینہ تھا، حج کا ارادہ ظاہر کیا، اور مدینہ منورہ کو پہنچے، مصری لوگ حضرت علیؓ کے پاس پہنچے، اور بصرہ کے لوگ حضرت طلحہؓ کے پاس پہنچے، کوفہ کے لوگ حضرت زبیرؓ کے پاس پہنچے، مصریوں کو حضرت علیؓ نے ڈانٹا، اور نکال دیا، اسی طرح بصرہ کے لوگوں کو حضرت طلحہؓ نے ڈانٹا اور نکال دیا، حضرت زبیرؓ نے بھی یہی معاملہ کیا۔

ماہینہ منورہ کے لوگ جو جمع ہو گئے تھے، یہ حیا ل کر کے کہ یہ لوگ ارادہ سے باز آکر واپس چلے گئے، منتشر ہو گئے، مصر والوں کا قصد تھا کہ عبداللہ بن سعدؓ کو معزول کر کے کسی دوسرے کو مصر کا والی بنائیں، چنانچہ حضرت علیؓ کے اشارہ سے حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعدؓ کو معزول کر دیا، اور محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کا والی بنا دیا، اور حضرت عثمانؓ نے اس جدید والی کو فرمان لکھ دیا، فرمان کے بعد نیا والی اور مصر کے لوگ چل کھڑے ہوئے، یہ لوگ راستہ ہی میں تھے کہ ایک غلام بڑی تیزی سے سواری کو ہٹکا کر لے جا رہا ہے، اسے دیکھ کر ان کو کچھ شہرہ ہوا، پوچھا کہاں جا رہا ہے، اس نے کہا والی مصر کے پاس، انہوں نے کہا والی مصر تو یہ ہیں، ان کی مراد محمد بن ابی بکرؓ سے تھی، اس نے کہا دوسرا والی عبداللہ بن سعدؓ، ان لوگوں نے تفتیش کی، تو اس کے پاس سے ایک خط عبداللہ بن سعدؓ کے نام نکلا۔ جس پر حضرت عثمانؓ کی مہر لگی ہوئی تھی، اور خط میں لکھا تھا ان کو پوری پوری سزا دینا اور ان کو مشد کر دینا، یہ لوگ اس غلام اور خط کو لے کر مدینہ منورہ لوٹے، سب سے پہلے حضرت علیؓ سے ملے، حضرت علیؓ نے پوچھا کیوں واپس لوٹے، انہوں نے کہا ہم ایک غلام اور خط لکھ کر لائے ہیں، اور خط میں ہمیں قتل کرنے کو لکھا ہے، اس خط پر حضرت عثمانؓ کی مہر ہے، چنانچہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے، اور مصریوں کی واپسی کی خبر دی، حضرت عثمانؓ نے مجمع کے سامنے خطبہ دیا اور مجمع کو ڈانٹا، ہر طرف سے آواز آئی، اَتَيْتُ اللّٰهَ يَا عُمَانُ وَ تَبَّ الْيَهُودُ۔ لے عثمان خدا سے ڈرو، اور توبہ کرو،

شہادت حضرت عثمانؓ

اور حضرت عثمانؓ نے بلند آواز سے کہا۔ سب سے پہلے میں نصیحت پکڑتا ہوں اور خدا کی جناب میں توبہ و استغفار کرتا ہوں، تم اپنے اتراف کو لاؤ۔ اگر غلام کو میں نے بھیجا ہے اور

مجھے اس کی خبر ہو اس بعد آپ خوب روئے اور لوگ بھی بسے، اس کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت مسلمہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے، اور مصریوں کی فریاد سامنے آئی تو آپ نے قسم کھائی کہ نہ مجھے اس کا علم ہے، میں نے کوئی خط لکھا ہے، ان لوگوں نے کہا تمہارے جوتے ہوتے دوسرے کو ایسا کرنے کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے، آپ معزول کر دینے کے قابل ہیں، ایسا کر دو والی ہمیں نہیں چاہئے، آپ خود اپنے کو معزول کر دیجئے، آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو لباس مجھے پہنایا ہے میں اسے نکال نہیں سکتا، البتہ میں توبہ کرتا ہوں، انہوں نے کہا ہم دم دیکھتے ہیں کہ توبہ کرتے ہو اور پھر وہی کرتے ہو۔

آخر تمام نے متفقہ مطالبہ کیا کہ مردان آپ کا منشی ہے، ہمارے حوالے کر دو، ہم اسے قتل کریں گے، آپ اس پر راضی نہ ہوئے، اور پھر یہ لوگ آپ کے پاس سے نکل گئے، اور آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا، حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے پاس آدھی بھیجا اور کہلوا یا کہ کیا تم خوش ہو کہ تمہارا بچیرا بھائی قتل کر دیا جائے، اور تمہارا ملک بھین لیا جائے، حضرت علیؓ نے کہا ہرگز نہیں، اور حضرت عثمانؓ کے دروازے پر امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو پہرہ لگانے کو بھیج دیا، چالیس دن تک محاصرہ رہا، اور بالآخر کچھ لوگ دیوار بچا ندر مکان کے اندر داخل ہوئے ایک نے چھری کا وار کیا، اور دوسرے نے آپ کا کام ختم کر دیا، اس حالت میں آپ کی بی بی نائلہؓ بچانے کی خاطر آگے بڑھیں، چھینا چھپی میں ان کی انگلیاں کٹ گئیں، تین دن لاش بے گور و کفن پڑی رہی کسی کو ہمت نہیں ہوتی تھی کہ لاش کو اٹھا سکیں۔

۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے، آپ کی خلافت دس دن کم بارہ برس

رہی۔

چونکہ فوجیں تمام جہاد میں مشغول تھیں، اور دُور دُور پڑی ہوئی تھیں، مدینہ منورہ کے لوگ یہ سمجھ کر کہ باہر کے لوگ تمام چلے گئے ہیں، اور ان لوگوں نے یہ اعلان کر دیا کہ جو لوگ اپنے گھروں کے دروازے بند رکھیں گے ان کو امن ملے گی، اور جو باہر نکلیں گے مار دئے جائیں گے، اور اس لئے اس ٹھوڑی سی جمیعت کو اتنی جرأت ہوئی کہ ایک بہت بڑے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا۔ اِنَّا بِلَہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ ۝

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت

۳۵ تا ۴۱ : ۶۵۶ تا ۶۶۱

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار جمع ہوئے اور انہیں لوگوں میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے، حضرت علیؓ کے پاس آئے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کریں، حضرت علیؓ نے انکار کیا، اور کہا میں وزیر رہنا پسند کرتا ہوں، نہ کہ میں امیر ہوں، امارت کے لئے جسے چاہوں منتخب کر لو، بار بار اصرار و الحاح کیا اور کہا آپ سے زیادہ ہم کسی کو اس امر کا مستحق نہیں پاتے، آپ سابقین اولین میں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں، حضرت علیؓ نے منظور کر لیا، اور سب کے سب مسجد نبویؐ میں تشریف لے گئے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کریں، تمام حاضرین نے بیعت کی مگر بنی امیہ نے بیعت نہیں کی، مروان بن الحکم، سعید بن العاص، ولید بن عقبہ اور تمام عثمانی صحابہ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت علیؓ ایک بہادر، دلیر اور شہسوار تھے، مبارزت میں اور جنگ میں ہمیشہ کامیاب رہے، صالح، نیک بخت، صاحب ورع و تقویٰ آدمی تھے، لیکن یہ ساری ہونی بات ہے کہ آپ کی خلافت کے لئے وقت بالکل ناسازگار تھا، زمانہ بالکل نامساعد تھا،

آپ کے عہد میں کوئی خاص ملکی فتوحات نہیں ہوئیں، بلکہ داخلی اور اندرونی شورشوں میں سارا وقت گذرا، اور سچ تو یہ ہے کہ حالات وقت انہیں مناسب نہ ملا۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی مخالفت

حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف تھیں، اور ان پر طعن و تشنیع کیا کرتی تھیں، آپ کی خواہش تھی کہ حضرت طلحہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی جائے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے موقع پر آپ مکہ معظمہ میں تھیں جب آپ کو شہادت کی خبر ہوئی تو آپ نے مدینہ منورہ کا اذہ کیا راستہ میں ایک سواری ملا، آپ نے پوچھا مدینہ منورہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہئے، آپ کا خیال تھا کہ اب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوگی، جب آگے بڑھیں، ایک اور سوار ملا آپ نے اس سے پوچھا مدینہ طیبہ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی، یہ سن کر آپ چلا اٹھیں، واعثمانا نا ا ماقتلہ الا علی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل علی رضی اللہ عنہ ہیں، قسم خدا کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی زمین و آسمان سے بہتر ہے، یہ سن کر آپ کی نہالی میں سے ایک آدمی بولا، آپ تو انہیں قتل کرنے کو کہتی تھیں، اب یہ کہہ رہی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا انہوں نے تو بہ کر لی تھی پھر قتل کر دیئے گئے۔

اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ کی طرف واپس لوٹیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بصرہ اور کوفہ کی ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چاہی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ اور کہا تم دونوں میرے پاس رہو مجھے تمہاری جدائی گوارا نہیں ہے، آخر ان دونوں حضرات نے عمرہ کی اجازت مانگی، اجازت مل گئی۔

جنگ جمل

اب یہ حضرات مکہ مکرمہ پہنچے، سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا، ادھر بنو امیہ وغیرہ نے ان کی امداد کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر بصرہ پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے ابن حنیف امیر بصرہ تھے انہیں پکڑ کر ان کی ساری ڈاڑھی نوج ڈالی، یہ سید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے کہنے لگے، دیکھ لیجئے مجھے آپ نے ڈاڑھی والا بھیجا تھا اب میں اور دہنا کر یہاں بھیجا گیا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اجر و خیر تم نے پالیا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی مخالفت کی تحقیق ہوگئی، مدینہ منورہ سے ۹۰۰ آدمی آپ سے ہمراہ لے کر چھ ہزار آدمی کوفہ سے آگئے بصرہ کا ارادہ کیا، خزیبہ مقام پر دونوں فریق آمنے سامنے ہوئے، جنگ شروع ہوگئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا۔ ایسا کرنے پر آپ کیوں مجبور ہوئے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم آپ کو اس امر کا اہل نہیں پاتے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تم نے پہلے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا بیعت ضرور کی لیکن تلوار ساری گم دونوں پر بھی۔

اسی اثنا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی سعدی آ گیا، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کر کے بولا۔ اے ام المومنین وائشہ عثمان کا قتل ہوا ہے، اس سے کہ آپ گھر سے نکلیں، اور اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر نکل کھڑی ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ستر و حرمت کا لباس پہنایا، آپ نے اس لباس کو اتار پھینکا، اس کے بعد مسلمانوں کے دونوں فریق میں جنگ چھڑ گئی، حضرت زبیرؓ بھاگ نکلے، لیکن عمر بن جرموز نے ان کا تعاقب کیا اور قتل کر دیا، اب حضرت طلحہؓ فرہ گئے، تو انہیں ایک ایسا تیر لگا کہ اس کے بعد جانبر نہ ہو سکے، قریب قریب نوٹے آدمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی حفاظت میں مامور ہو گئے، حضرت عائشہ صدیقہ چلائی تھیں جو باقی میں وہ بھی نکل آئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ چلائے کہ اونٹ کی کوچیں کاٹ دو، ایک آدمی آگے بڑھا اور اونٹ کی کوچیں کاٹ دیں، ہوش گر پڑا، ہوش کو علیؓ نے لے گئے دیکھا ہوش تمام تیروں سے چھلنی ہو چکا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوش کے پاس کھڑے ہو گئے اور محمد بن ابی بکر سے کہا کہ اپنی بہن کو دیکھو کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ محمد بن ابی بکر نے ہوش میں سر ڈالا، حضرت عائشہ صدیقہ چلائیں تم کون ہو؟ انہوں نے کہا تمہارے ساتھ نیکی کرنے والا تمہارا بھائی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا جہل ہو، انہوں نے کہا کچھ لگا تو نہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم کو اس سے کیا واسطہ؟

آخر الامام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فتح نصیب ہوئی، اور بصرہ میں جا کر آرام کیا، اسی واقعہ کو تاریخ میں جنگ جہل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہوئی تو تمام امراء اور والیان ملک جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مامور کیا تھا معزول کر دیا، اور ان کے بدلہ اپنے منقربین کو مامور کر دیا، چنانچہ عثمان بن حنیف کو بصرہ کا والی بنایا، ان کا حال تمہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے ان کی ڈاڑھی بوج ڈالی تھی، عمار بن شہاب کو کوفہ کا، اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یمن کا اور قیس بن سعد کو مصر کا، اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو شام کا والی بنا دیا۔

سہل بن حنیف شام کی طرف چل کھڑے ہوئے، تبوک پہنچ کر چند گھوڑے سوارانہ سے ملے

کہنے لگے تم کون ہو؟ انہوں نے کہا امیر شام، انہوں نے کہا اگر عثمان کے بیٹھے ہوئے ہو تو اہلاً
وَسَهْلاً۔ اگر کسی اور کے بیٹھے ہوئے ہو تو واپس چلے جاؤ۔

اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا ہاں ہمیں علم ہے، یہ واپس
لوٹے اور سیدھے حضرت علیؓ کے پاس پہنچے، اور حضرت علیؓ کو خبر دی
قیس بن سعد مدینہ منورہ سے فوج لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے، ان سے مصر کی حکومت
مضبوط ہو گئی، اور فریقہ کا بڑا اجھڑا جی، جہاں حضرت عثمانؓ کا گروہ بھی تھا۔

حضرت معاویہؓ کا طریق کار یہ رہا کہ حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتے، اور آپ کی بی بی
نانکہ کی کٹی ہوئی انگلیاں روزانہ منبر پر لٹکائیے اور خطبہ دیتے اور ان کے ذہن نشین کرتے کہ
حقیقت میں حضرت عثمانؓ کے قاتل حضرت علیؓ ہیں، حضرت معاویہؓ کے داعی بھی دعوت
دیتے پھرتے تھے،

شامیوں سے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کی نہ کہ خلافت کی، جب جنگ جمل
میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو شکست ہوئی تو ان کی ہمت پست
نہیں ہوئی بلکہ ہمت و جرات ادا دہرا گئی، لیکن حضرت معاویہؓ جو ہر امر پر غور کرنے کے عادی
تھے، انہوں نے دیکھا کہ سعد بن قیسؓ کی شجاعت کی وجہ سے حضرت علیؓ کے لئے مصر مضبوط ہو گیا،
بصرہ تو خود حضرت علیؓ نے فتح کر لیا ہے، دو طرف دو مورچے سخت ہیں، آخر حیلہ سازوں سے کام
لینا شروع کر دیا، سعد بن قیسؓ امیر مصر کے نام خط لکھا، جس میں خاص طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش
کی حضرت عثمانؓ کے قاتل حضرت علیؓ ہیں، اور اس بارے میں قطعی دلیل ہو سکتی ہیں پیش کریں، اور
گو یا شہد میں زبیر ملا کر پیش کیا آخر میں لکھا کہ آپ کے لئے عراقین کی سلطنت میں تجویز کرتا ہوں،
اور جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک، اور آپ اپنے دوستوں میں سے جسے پسند کریں، حجاز
کی سلطنت ہے اور یہ بھی جب تک میں زندہ رہوں، اور دوسرا کچھ چاہو تو اپنی رائے لکھو۔

سعد بن قیسؓ کو معلوم تھا کہ یہ ایک حیلہ ہے، انہوں نے خط لکھا یہ معاملہ سخت خطرناک ہے،
اس میں جلد بازی اچھی نہیں ہے، اب حضرت معاویہؓ نے دوسرا استراحتیہ اختیار کیا، آدمیوں کے ساتھ
حضرت علیؓ تک باتیں پہنچائیں کہ سعد بن قیسؓ کا تعلق حضرت معاویہؓ سے ہے، حضرت علیؓ
نے باور نہیں کیا، لیکن کچھ بھی ہو کچھ دہم و شک ضرور ہو گیا، حضرت علیؓ نے سعد بن قیسؓ کو لکھا
کہ عثمانی گروہ جو مصر میں موجود ہے اس سے جنگ لڑ لیں، اور مصر سے اس کا فائدہ کر دیں مصر میں

جو عثمانی گروہ تھا بالکل پرامن اور خاموش تھا، سعد بن قیس نے اس سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضرت علیؑ کو خط لکھا ایسے پرامن، خاموش گروہ سے خواہ مخواہ جنگ مناسب نہیں، اس سے حضرت علیؑ کا شبرہ اور بڑھ گیا کہ ضرور ان کا تعلق حضرت معاویہؓ سے ہے، انہیں معزول کر دیا اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکرہ کو بھجوا دیا، گویا اس جیلہ میں حضرت معاویہؓ کا میاں رہے، ادھر حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسے اتحاد ہو ہی چکا تھا۔

واقعہ صفین

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؑ کو ذیہنیچے، ہمدان، اور بیجان کے عمال کو بلایا اور بیعت لی، حضرت معاویہؓ کے لئے تمام نے بیعت کرنی، حضرت علیؑ نے اپنے نمائندوں کے ذریعہ کہلوا بھیجا کہ مہاجرین، اور انصار نے بیعت کئی، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ نے انکار کیا جس کا حشر آپؑ کو معلوم ہے، حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کیا، انہوں نے کہا شامیوں کو جمع کیجئے، حضرت عثمانؓ نے خون کے صل ملزم تو علیؑ ہیں، اور وہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ ہم ضرور لیں گے، حضرت علیؑ کو پوری طرح معلوم ہو گیا تو لشکر لے کر امیر معاویہؓ کے مقابلہ کے لئے چلے گئے، حضرت معاویہؓ نے بھی لشکر لے کر تیار تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے چار ہزار فوج لے کر صفین کی طرف روانہ ہوئے، حضرت علیؑ نے پہلے حضرت امیر معاویہؓ کا لشکر پہنچ گیا، اور فرات کے کنارے اچھی مناسب جگہ قیام کیا، اور ابوالاعور سہمی کو ایک عمدہ شاہراہ پر چالیس ہزار فوج لے کر متعین کر دیا، ادھر حضرت علیؑ نے نوے ہزار فوج لے کر چلے مدائن اور مدائن سے انبار ہونے پہنچے رقبہ پہنچے اور یہاں گزرنے کے لئے پل تعمیر کیا، عبور کر کے شام کی طرف بڑھے، یہاں دیکھتے ہیں حضرت امیر معاویہؓ کی فوجیں صفین میں اچھا سے اچھا مقام دیکھ کر قیام کر چکی ہیں، اور پانی پر بھی ان کا قبضہ ہے، حضرت علیؑ نے فوج کی ساری رات پیاس سے گذاری، حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا حضرت علیؑ اور ان کی نوے ہزار فوج کو پیاس سے مارا جا سکتا ہے، ان کی لٹاریں تو ہماری گروہوں پر ہیں، چھوڑے وہ بھی پانی پئیں اور ہم بھی پئیں، حضرت معاویہؓ نے کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا، بلکہ جس طرح حضرت عثمانؓ نے پیاس سے مرے ہیں یہ بھی مرے ہیں، حضرت علیؑ کا خفیہ حکمہ کام زوروں سے کر رہا تھا، حضرت علیؑ نے چار ہزار فوج بھجوا

کہ کسی طرح پانی پیو، یا سب کے سب مر جاؤ، اور باقی فوج اشتر کے ساتھ کر دی، اور حضرت امیر معاویہ کی فوج پر حملہ کر دیا، ابوالاعور کی فوج نے اس زور کا حملہ کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں بھاگنا پڑا، بے شمار آدمی غرق ہو کر مر گئے، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ جگہ خالی کر دی، اور خود ان کا لشکر پیاس سے مرنے لگا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے کہا۔ ابو عبد اللہ! تمہارا کیا خیال ہے، علی رضی اللہ عنہ کو پانی سے روکیں گے، جیسا کہ ہم نے انہیں روک دیا تھا، حضرت عمرو نے کہا ہرگز نہیں روکیں گے، انکا مقصد دوسرا ہے کہ تم ان کی اطاعت کر لو، یا پھر وہ تمہاری گردنیں اڑادیں، چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیجا کہ ہمیں پانی پراترے دیجئے، اور پانی پیئے دیجئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً اجازت دے دی، غور کیجئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں اور حضرت علی میں کتنا فرق ہے،

اب محرم کا مہینہ شروع ہوا، لوگوں نے قتال و جنگ بند کرنے کا فیصلہ کر لیا، اس درمیان میں نوے معرکے دونوں فریق میں ہو چکے تھے، بہت سی مخلوق خدا دونوں فریق میں سے ہلاک و برباد ہوئی، اور قریب تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج غالب ہو جاتی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک اور چال چلی، پانچ سو قرآن نیریزوں پر لٹکا دیئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کا کیا مقصد ہے؟ کہا ہم میں اور تم میں کتاب اللہ کا حکم ہے، ایک حکم تمہارا ہوا، اور ایک ہمارا، اور وہ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ دیں، وہ جو فیصلہ وہیں ہمیں منظور ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس تجویز کو منظور کیسے نہ پر مجبور ہو گئے، اصل قضیہ نقل کر لیا گیا، اور رمضان المبارک میں فیصلہ ہونا طے پایا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ کو روانہ ہو گئے، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے،

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فریاد پہنچے بارہ ہزار قادی ان سے علیحدہ ہو گئے، اور چلانے لگے کہ اتنی بڑی بڑی مصیبتیں، جھیلیں اور آخر قضیہ اور فیصلہ لوگوں کے فیصلہ پر چھوڑا گیا۔

حکم۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے عمر دین العاصؓ مقرر ہوئے جو ایک کہنہ مشفق سیاست دان تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے جو ایک عالم متبحر، دیندار صاحب درع و تقویٰ شخص تھے،

تکمیل

اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاصؓ رضی اللہ عنہ، حکم مکرہ، کو نہ اور

شام کے درمیان جمع ہوئے۔ صفین کے واقعات کو آٹھ ہفتیہ چھپکے ہیں، ان کے ساتھ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی، خیمے گاڑے گئے، ڈیرے لگ گئے اور باقاعدہ اب بات چیت شروع ہو گئی، حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا جو کچھ ہم تم کہیں لکھ لینا چاہئے تاکہ بعد میں جا کر انکار نہ ہو سکے، کاتب کو بلایا، اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے چپکے سے کاتب کے کان میں کہہ دیا کہ میرا نام پہلے لکھنا، چنانچہ بسم اللہ کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ کا نام لکھا، مجمع میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا میرا نام پہلے نہ لکھو، حضرت ابو موسیٰؓ کا نام پہلے لکھو کہ وہ مجھ سے افضل اور بہتر ہیں، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے قتل کے متعلق گفتگو شروع ہوئی حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا ان کے قتل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت ابو موسیٰؓ اشعریؓ نے کہا وہ مظلوم شہید ہوئے ہیں، حضرت عمرو بن العاصؓ نے کاتب سے کہا لکھ لو، اس کے بعد کہا ابو موسیٰؓ، حضرت علیؓ اور معاویہؓ جس میں الجھے ہوئے ہیں اس سے بہتر ہے کہ ہم امت کی بھلائی کا کوئی اور راستہ ڈھونڈیں اگر آپ چاہیں تو دونوں کو عمارت سے خارج کر دیں، اور کوئی تیسرا شخص جس سے تمام مسلمان خوش اور راضی ہوں امیر منتخب کر لیں کیونکہ یہ ایک بہت بڑی امت ہمارے سپرد کی گئی ہے، حضرت ابو موسیٰؓ اشعریؓ نے کہا کوئی حرج نہیں، حضرت عمرو بن العاصؓ نے کاتب سے کہا لکھ لو، اس کے بعد کاتب ختم کر دی گئی، اور اجلاس دوسرے دن کے لئے ملتوی کر دیا گیا

دوسرے دن انہیں صحابہ و تابعین کا اجلاس شروع ہوا تو حضرت عمرو بن العاصؓ کہنے لگے

اے ابو موسیٰؓ

قَدْ اَخْرَجْتَ عَلِيًّا وَمُعَاوِيَةَ
بِئْسَ هَذَا الْاَمْرُ
ہم نے علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو اس امر سے بے دخل کر دیا ہے

اب تم جس کا نام چاہو پیش کر دو، حضرت ابو موسیٰؓ اشعریؓ نے متعدد نام پیش کئے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے نہیں ہونے۔

اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے اجتماع کو خطاب کرنے ہوئے کہا ابو موسیٰؓ نے اپنے صاحب علیؓ کو معزول کر دیا ہے، اور میں بھی ان کو معزول کرتا ہوں۔ لیکن میں اپنے صاحب معاویہؓ کو باقی رکھتا ہوں، کیونکہ حضرت عثمانؓ کے ولی، اور ان کے خون کے طالب ہیں۔ اور ان کی جگہ کے زیادہ حقدار ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے، اور لوگوں سے ٹکڑے منڈے تھے، اور حضرت عمرو بن العاص اور شامی لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹے، اور جا کر خلافت کی خوشخبری سنائی، اس وقت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قوت بڑھتی چلی گئی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قوت گھٹتی چلی گئی۔

جب حکم کی کیفیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو اہل کوفہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کے لئے ابھارنا شروع کر دیا، اہل کوفہ نے انکار کر دیا، اور کہنے لگے، ہمیں اب شراحت و آرام کی ضرورت ہے، ہم آرام کرنا چاہتے ہیں، دوسری طرف حجاج کا فتنہ تھا اسے روکنا بھی ضروری تھا۔

حضرت امیر معاویہ مصر فتح کرتے ہیں!

حضرت عمرو بن العاصؓ نے بیعت خلافت، حضرت امیر معاویہؓ کے لئے لی مگر خود بیعت کرنے سے گریز کرتے رہے، کہ تازہ نسبت مصر کا عامل مجھے نہ بنا دیا جائے، میں خود بیعت نہیں کروں گا حضرت معاویہؓ نے منظور کر لیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ جس طرح حضرت عمر بن الخطابؓ کو مصر فتح کر لے کے لئے ابھارتے رہتے تھے، حضرت امیر معاویہؓ کو بھی ابھارتے رہے، ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاصؓ اور سائب بن سلمہ وغیرہ کو حضرت امیر معاویہؓ نے بلایا۔ اور کہنے لگے تمہیں میں نے کس لئے بلایا ہے؟ حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا اس لئے بلایا ہے کہ مصر کے متعلق ہماری رائے دریافت کرو، اسی لئے بلایا ہے تو صبر و عزیمت سے کام لیجئے، اسی میں آپ کی عزت ہے، اور آپ کے ساتھیوں کی بھی عزت ہے، اور آپ کے دشمنوں کے لئے ذلت و خواری ہے حضرت معاویہؓ نے کہا مسئلہ بہت اہم ہے، حاضرین سے دریافت کیا، انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا تھا۔

اب حضرت امیر معاویہؓ نے مصر فتح کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور تیاری شروع کر دی، اور مصر کی قیادت حضرت عمرو بن العاصؓ کو دے دی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر فتح کر لیا، محمد بن ابی بکرؓ جو علی رضی اللہ عنہ کے عامل تھے انہیں قتل کیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو محمد بن ابی بکرؓ کی امداد کے لئے بھیجا، یہ قلمم تک پہنچے تھے کہ

نے شہد کے اندر زہر ملا کر گھلا دیا، جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے، حضرت عمرو نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ مدارگدھے کے اندر رکھ کر آگ سے دی، اب اہل مصر نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بیعت کر لی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر کے لئے بہت کچھ مدد چاہی، لیکن کوفہ کے شیعوں میں سے کوئی مدد پر نہ آیا، بجز تھوڑے سے آدمیوں کے کوئی جمع نہ ہو سکا، اور اسی اثناء میں فتح مصر اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی،

سنہ ۳۳ء میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسربین ارطاة کو فوج سے کر حجاز روانہ کیا، یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابوالیوب انصاری عامل تھے، یہ یہاں سے بھاگ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، بسربینہ مدینہ طیبہ میں خون کی ندیاں بہاویں، کیونکہ مدینہ طیبہ کے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہاتھ پر بیعت کرنا پسند نہیں کرتے تھے، اس کے بعد بسربین کی طرف بڑھے، اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عامل مین تھے، یہ بھی بھاگ نکلے، ان کے دونوں بیٹوں کو قتل کر دیا۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مختلف جہات میں سرایا سمجھتے رہے، تا آنکہ ان کی قوت جیسی چاہئے تھی ویسی ہو گئی، جس قدر قوت و طاقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑھتی چلی گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گھٹتی گئی،

شہادت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی سال رمضان المبارک میں تین خارجی جمع ہوئے، عبدالرحمن بن ملجم المرادی، عمرو بن بکر التمیمی، برک بن عبداللہ التمیمی، اور کہنے لگے: اگر ان امرضال کو ہم قتل کر دیں تو خدا کے بندوں کو ہم بہت آرام پہنچائیں گے، ابن ملجم نے کہا علی رضی اللہ عنہ کا ذمہ میں لیتا ہوں، برک نے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذمہ میں لینا ہوں، عمرو بن بکر نے کہا عمرو بن العاص کی ذمہ داری میرے سر، اور ساتھیوں شب رمضان المبارک کو قتل کر دیں گے، جب موعودہ رات آئی ابن ملجم اور اس کے ساتھ دو آدمی دوسرے دروازے اور شیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت نماز کے لئے نکلے تھے، شیب نے دار کیا اور بھاگ نکلا، ابن ملجم نے آپ کی پیشانی پر ایسی ضرب لگائی کہ آپ جانبر نہ ہو سکے، اور دروازے بھاگ نکلا، لوگوں نے قاتل کو پکڑ لیا اور جیل میں دھر دیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو جیل سے نکال کر قتل کر دیا گیا۔

ادھر برگ کا یہ حال تھا کہ اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا لیکن اس کو کپڑا لیا گیا اس نے کہا میں آپ کو ایک بہت بڑی خوشخبری سناؤں، اگر آپ مجھے قتل نہ کریں، کہا سناؤ، اس نے کہا میرے رفیق نے اسی رات کو علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا شاید وہ کامیاب نہ ہوا ہو، اس نے کہا ضرور کامیاب ہوا ہے، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی پہرہ وغیرہ نہیں ہوا کرتا حضرت معاویہ نے خوشخبری کا کوئی اثر نہ لیا، اور اسے قتل کر دیا، کیونکہ وہ اس حد تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمن نہیں تھے۔

اب عمرو بن بکر کا حال سنئے، اس رات حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عادت کے موافق نماز کو نہیں آئے بلکہ خارجہ بن ابی حبیب کو حکم دیا کہ آپ نماز پڑھا دیں، عمرو نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سمجھ کر ان پر حملہ کر دیا، اور انہیں قتل کر دیا، لوگوں نے پکڑ لیا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اس نے کہا میں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ارادہ کیا تھا، لیکن خدا کا ارادہ خارجہ کو قتل کرنے کا تھا، آپ نے اسے قتل کر دیا،

غرض ۱۷ رمضان المبارک سن ۴۰ھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، آپ کی خلافت کی میعاد چھ سال نو مہینے، اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ علم و عمل، وسع و تقویٰ میں آپ کا نظیر ملنا دشوار ہے، لیکن سچ بات یہ ہے کہ آپ کے لئے زمانہ ناساعد تھا، آپ کی خلافت کا سارا وقت داخلی، اندرونی جنگوں میں گذرا، باہر کی فتوحات کا سلسلہ رک گیا،

خلافت حضرت حسن رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ لوگوں نے خلافت کی بیعت کی، لیکن ایک طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری طرف حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وقت و زمانہ ناساعد تھا، مسلمانوں میں باہمی کشت و خون کو گوارا نہ کیا، اور تقریباً چھ مہینہ خلافت کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیعت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے، اور دونوں بھائیوں نے رضی اللہ عنہما امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے ان کو مسلمانوں کا خلیفہ تسلیم کریں۔

غرض! یہ کہ خلافت راشدہ ختم ہو گئی جس کی پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمائی تھی کہ خلافت تینیں سال ہے گی، اس کے بعد ملک عضووں ہو جائیگا، پھر بھی یہ خصوصیت رہی کہ بیعت خلافت ہوتی تھی تو پہلی شرط یہ ہوتی تھی کہ کتاب اللہ، کتاب الرسول کے مطابق عمل ہوگا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پہلی شرط یہی ہوتی تھی، اور بعد میں بنو امیہ کی خلافت کے عہد میں بھی ایسی شرط پر عمل ہوتا رہا، گو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شعبہ جنگ بجائے جہاد فی سبیل اللہ کے باہمی آویز شول میں الجھ گیا،

بنو امیہ میں بعض ایسی شخصیتیں ہوئیں کہ پوری طرح سروری در دین ما خدمت گریست کا پورا پورا نقشہ پیش کرتی رہیں، چنانچہ حضرت عمر بن العزیز کی ذات گرامی اسی نقش قدم پر چلتی تھی، آپ کی میرت قلمند کی جائے تو بڑی بڑی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔
غرض! جب تک مسلمان کتاب اللہ، کتاب الرسول کے پیرو رہے۔ اور جب تک اس آسمانی دستورِ عمل، نظامِ فطری، ضابطہ آسمانی کے پابند رہے، دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور رہے، اور جس قوم، جس ملت نے اس کو اپنایا کامیاب رہی، ایسی کامیاب کہ دنیا جہان کی حکومتیں ان کا منہ تکتے رہ گئیں۔

آج بھی یہ مکمل نظام حیات موجود ہے، اور قیامت تک موجود رہے گا۔ اور اسے اپنانے والے بہرہ ور ہوں گے، جیسا کہ حضرت امام مالک کا قول ہے۔

لَا يَضِلُّ أَحَدٌ هَدَى الْأُمَّةِ إِلَّا
بِمَا صَحَّ أَذْلَهُ۔
اس امت کے آخری لوگ، اسی راستہ سے صلاح
وفلاح کو پہنچیں گے جس راستہ سے اس امت کے
اکلے ملاح وفلاح کو پہنچے تھے۔

مسلمان اس آسمانی نظام، آسمانی دستورِ عمل، آسمانی ضابطہ حیات، اور فطری نظام کو لے کر چلے تو دنیا کی ہر قوم ہر ملت نے ان کا استقبال کیا، اور اسلام کی برکتوں سے سعادت حاصل کی۔

سیاستِ شرعیہ کی اہمیت

یہ کتاب جس کا ہم مقدمہ لکھ رہے ہیں وہ امام ہمام، العلامة ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم بن تیمیر الحوافی الدمشقی الحنبلی ۴۲۸ھ کی کتاب

”السیاستہ الشرعیہ“ ہے، جس کا ہم نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ترجمہ کو قبول فرمائے، اور دنیا کو اس سے مستفیض فرمائے۔

شیخ الاسلام امام ابن قیمیہؒ، تعارف کے محتاج نہیں، جس موضوع پر آپ کا قلم اٹھتا تھا، ایک سمندر بے کنوڑ تھا، کہ اٹھنا چلا آتا تھا، بڑی خوبی آپ کی تصانیف کی یہ ہے کہ کتاب اللہ، اور کتاب الرسولؐ سے استشہاد کرتے ہیں اور خاص طور پر بخاری اور مسلم ہی کی روایات سے استشہاد کرتے ہیں۔

چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں آپ نے لکھی ہیں جس میں منہاج السنۃ و الشیعہ میں خاص کتاب ہے، جس کا جواب آج تک شیعہ نہیں دے سکے۔

السیاستہ الشرعیہ، گو مختصر ہے، لیکن اصول امارت و سلطنت اصول جہان بانی ۹۱ کتاب و سنت ہی کے ذریعہ پیش کرتے ہیں، اور نہایت جامع طریقہ سے پیش کر دئے ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسی مفید، عالم خیز، عالما کتاب عالمگیر تصنیف کے ہوتے ہوئے دنیا نے ۹۲ اسلام غیروں کے بنائے ہوئے دستور ٹٹولتی پھرتی ہے، حالانکہ اسلام نے جن اصولی چیزوں پر امارت، سلطنت اور جہان بانی کی بنیادیں رکھی ہیں، وہ تمام اس کتاب میں موجود ہیں۔ اور جس پر عمل کر کے سارا عالم اسلام اپنے اندر پھر وہی زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ جو عہد اسلامی کے اولین حضرات صحابہ و تابعین نے پیدا کی تھی۔

ہم سارے کمرہ زمین کے امیروں، رئیسوں، فرمانرواؤں، سلطانوں، بادشاہوں حکام عمال گورنروں کو دعوت دیتے ہیں، اور خصوصاً عالم اسلامی کو کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کریں اور بغور اسے پڑھیں، انشا اللہ کتاب و سنت کی حقیقی سیاست سامنے آجائے گی۔ اور اس پر عمل پیرا ہو کر ساری دنیا کو ایسا بنا سکتے ہیں۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد، و علی آلہ و صحابہ و علی من تبعہ اہل یوم

المدین ۶

ابوالعلاء محمد اسماعیل گودھرومی کان اللہ انہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ از مصنف

پہلے شیخ بہائے قاندورہ نا، بہائے امام عالم و عامل صدر کامل، بیشتر فضائل کے حامل، کہ جن کے ہر واحد اور شمار کرنے سے بڑے بڑے علماء و فضلاء قاصر ہیں، اور دشمن بھی اس کی شہادت دیتے ہیں، اور وہ ابوالعباس احمد بن علامہ شہاب الدین عبدالحکیم ابن علامہ امام ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ بن ابوالقاسم ابن تیمیہ میں، خدائے قدوس ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے فیوض سے مستفیض فرمائے، فرماتے ہیں:-

الحمد للہ کہ جس نے اپنے رسولوں، پیغمبروں، کو واضح بینات سے کر بھیجا، اور ان رسولوں، پیغمبروں کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری، تاکہ لوگ سیدھی، مستقیم اور عدل و انصاف کی راہ پر لگ جائیں، اور گویا اتاجس میں بائس شدید، سخت ترین خوف، اور لوگوں کے لئے بہ شمار منافع موجود ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کس کی نصرت و املا کرنی چاہئے، اور کس کو رسالت و پیغمبری دینا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہی قوی، عزیز اور غالب، اور اسی نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت و نبوت ختم کر دی، آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ہدایت و رشد، اور دین حق سے کر بھیجا، تاکہ تمام اذیان و مذاہب پر اس دین کو غالب کر کے چھوڑیں۔ اور اس کی تائید و نصرت کے لئے ایک ایسا سلطان نصیر، علم و قلم، رشد و ہدایت، حجت و دلیل، قدرت و قوت اور اقتدار و سطوت اور شمشیر و تلوار دی جو عزت و غلبہ کی کفیل ہے، اور گواہی دیتا ہوں میں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، جو وحدہ لا شریک ہے، اس کا کوئی شریک و ساجھی دار نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، رحمت اتارے اللہ تعالیٰ

لے قرآن حکیم کے اندر ہے:-

وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیا
 بھیجا تاکہ تمام دینوں پر اس کو غالب کر دے۔ اور خدای
 گواہی اس کے لئے کافی ہے۔
 (ابوالعلاء، محمد اسمیل گودھروی)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ
 وَدِينُ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا
 قَدْ بَدَأَ اللَّهُ شَهِيْدًا ۱ - (ترجمہ ۴)

ان پر، ان کی آل پر، ان کے صحابہ پر، اور سلامتی ان پر بے حدود بے شمار، یہ ایسی شہادت ہے کہ شہادت دینے والا ہمیشہ ہمیش کے لئے خدا کی حرز و حفاظت میں ہو جاتا ہے۔

وجہ تصنیف

اما بعد! یہ مختصر سا رسالہ ہے جو سیاست الہیہ، نیابت نبوت کا جامع ہے، جس سے راعی و رعیت، حاکم و محکوم، کسی حال میں مستثنیٰ اور بے پردہ نہیں ہو سکتا۔

اس رسالہ کا اقتضار یہ ہے کہ ولایت امور والیان ملک کو جو نصیحت اللہ تعالیٰ نے واجب لازم اور ضروری قرار دی ہے وہ کی جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو بے شمار طریقوں سے مروی اور ثابت ہے، اور وہ یہ ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ شَلَا شَةً
أَنْ تَعْبُدُوا وَلا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا
وَإِنْ تَعْتَصِمُوا يَحْبِبِ اللَّهُ جَمِيعًا
وَلا تَفْرُقُوا. وَإِنْ تَنَاصَحُوا مِنْ
وَلَاةِ اللَّهِ أَمْرًا كَرِهًا

اللہ تعالیٰ تین چیزوں سے تم سے راضی ہے
ایک یہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کیا کرو، اور
کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اور سب مل کر اللہ
کو ضبط و تقاضے میں، اور گروہ گروہ زین جاؤ، اور ان
لوگوں کو نصیحت کرتے رہو جن کو اللہ تعالیٰ نے
تمہارے امور کا والی اور حاکم بنایا ہے۔

اس رسالہ کی بنیاد کتاب اللہ کی اس آیت پر ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي هُوَ غَيْرُ لَكُمْ كَمَا هُوَ
غَيْرُ لَكُمْ وَالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ
بِكُمْ أَنْ تَقْسُوا سُبُلَ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي هُوَ غَيْرُ لَكُمْ كَمَا هُوَ
غَيْرُ لَكُمْ وَالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ
بِكُمْ أَنْ تَقْسُوا سُبُلَ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ

مسلمانو! اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت و انوں
کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو، اور جب
لوگوں کے جھگڑے فیصلہ کرنے لگو، تو انصاف
کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ جو تم کو نصیحت کرتا
ہے تمہارے حق میں بہت اچھی ہے۔ اس میں
شک نہیں کہ اللہ سب کی سنتا اور سب کچھ
دیکھتا ہے، مسلمانو! اللہ کا حکم مانو، اور رسول کا
حکم مانو، اور جو تم میں سے صاحب حکومت میں
انکا بھی، پھر اگر کسی امر میں تم آپس میں جھگڑو تو

سیاست شریعہ اردو

اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ
اس امر میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع
کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر جزا و انجام کے اعتبار سے چھٹا ہے

الْأَجْرُ ذَا الْبَلْغِ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ
تَا وَيْلًا ۝

(نارع ۸)

علماء و شریعت کا قول ہے کہ پہلی آیت یعنی إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْخَيْرِ - ولاة امور -
والیاء ملک، امر اور حکام کے متعلق نازل ہوئی ہے، کہ یہ لوگ امانتیں ان کے اہل و
حق داروں تک پہنچائیں، جب کوئی حکم کریں اور فیصلہ دیں تو عدل و انصاف کریں۔

دوسری آیت یعنی أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا الْأَهْلَ مِنَكُمْ
رعیت، رعیت کے لشکروں، وغیرہ کے متعلق ہے۔ کہ وہ اپنے اولی الامر کی اطاعت
کریں، جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔ اور تقسیم اور جنگ کے احکامات جاری
کر رہے ہیں۔ اور عز و اہمیت وغیرہ میں کام کر رہے ہیں۔ ہاں اس حکم کی پیروی نہ کریں جس
میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔ جب کبھی معصیت الہی، نافرمانی خداوندی کا حکم
دیے قطعاً اطاعت و پیروی نہ کریں، اور اس بارے میں حدیث نبوی وارد ہے :-

لَا طَاعَةَ لِلْمَخْلُوقِ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ -
صیغہ خالق کی معصیت و نافرمانی ہوتی ہو اس
میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

پس جب کسی معاملہ میں آپس میں تنازع ہو جائے، تو کتاب و سنت کی
طرف لوٹا دیں، اگر یہ لوگ ایسا نہیں کرتے کہ باہمی تنازع کو کتاب و سنت کی
طرف لوٹائیں، تو دالیان ملک کا فرض ہے کہ وہ اس آیت کے مطابق عمل کریں، اور
حکم خداوندی کی تعمیل کریں۔

کیونکہ خدا کا فرمان ہے :-

وَتَعَادُوا عَلَيَّ الْيَوْمَ وَالْآخِرَ وَالْحَدَّ وَالْأَمْرَ ط
ذَلَا تَعَادُوا عَلَيَّ الْآخِرَ وَالْحَدَّ وَالْأَمْرَ ط
اور نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے
کے مددگار ہو جایا کرو، اور گناہ اور زیادتی
میں ایک دوسرے کے مددگار نہ بنو۔
(مائدہ ۱۷)

اس آیت پر عمل کرنے سے اطاعت الہی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ہوگی۔ اور ان کے حقوق بھی پوری طرح ادا ہو جائیں گے۔

آیت بالا کے اندر امانت کی ادائیگی، اور حق داروں کے حقوق ان تک

پہنچانے کا حکم کیا گیا ہے، تو ادا امانت، اور ادا امانت میں عدل و انصاف
یہی دو چیزیں سیاست عادلہ، اور ولایت صالحہ، حکومت نافر کا اصل
مقصد ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سیاست شرعیہ

پہلی فصل کے مضامین

مستحقین و ولایت امر۔ نائبین امصار و اہرار۔ نائبین سلطان
قضاة۔ اہرار لشکر۔ چھوٹے بڑے حکام۔ وائیان اموال و
وزراء۔ منشیان دندارۃ خراج۔ صدقات و زکاۃ وصول
کرنے والے فوج کے والی۔ سرداران لشکر۔

امانتیں ادا کرنے کی دو قسمیں ہیں، ایک "ولایت" اور "اولی الامر" ہے، آیت مذکورہ
کے نزول کا بھی سبب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو کعبۃ اللہ کی نجیالی
آپ نے بھی شیبہ سے لے لیں، آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے طلب کیا کہ مجھے جسے دی جائیں
تا کہ سقایۃ الحاج، حاجیوں کے پانی پلانے کے ساتھ ہی ساتھ "سردانت کعبہ" کعبۃ اللہ کی خدمت
بھی اپنے لئے مخصوص کر لیں، خدا کو یہ ناگوار ہوا۔ اور یہ آیت نازل فرمائی اور کعبۃ اللہ کی نجیالی
شیبہ کو دینے کا حکم ہوا۔ پس "ولی امر" کا یہ فرض ہے کہ مسلمانوں کا ہر کام انہیں کو سپرد کریں، جو
اس کام کے لئے اصلاح ہوں، زیادہ سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جن مسلمانوں کی کسی چیز پر بھی کسی ایسے شخص کو والی و
حاکم بنا دیا کہ اس سے بہتر اور اصلاحی مسلمان موجود
ہے تو اس نے اللہ سے اور اللہ کے رسول سے
خیانت کی۔

مَنْ دَلَّ عَلَىٰ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا
فَوْقَ رَجُلًا - وَهُوَ يَجِدُ مَنْ هُوَ أَصْلَحُ
لِلْمُسْلِمِينَ فَقَدْ خَانَ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ -

ایک دوسری روایت ہے:-

جس نے ”عصائب“ فوج کے دستہ پر کسی ایسے آدمی کو فوج کا سردار مقرر کیا کہ اس سے بہتر آدمی اس دور قومی عصائب، قومی فوجی دستہ میں کام کرنے کیلئے موجود ہے تو یہ اللہ تعالیٰ سے خیانت کرتا ہے، اسکے رسول سے

مَنْ قَدَّ رَجُلًا عَمَلًا عَلَىٰ عَصَابَةٍ
وَهُوَ يَجِدُ فِي تِلْكَ الْعَصَابَةِ آدَمِيًّا
مِنْهُ - فَقَدْ خَانَ اللَّهَ وَخَانَ رَسُولَهُ
وَخَانَ الْمُؤْمِنِينَ -

(رداۃ المحکم فی صحیحہ)

بعض علماء اسی حضرت عمرؓ کا قول بتلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ اپنے بیٹے کو

کہا تھا، اور ابن عمرؓ ہی اس کے راوی ہیں اور حضرت عمرؓ بن الخطابؓ فرماتے ہیں:-

جس نے مسلمانوں کی کسی چیز پر کسی ایسے آدمی کو والی اور حاکم بنا یا جو اس سے عودت اور رد دیتی رکھتا ہے۔ یا قرأت دار کو والی اور حاکم بنا یا تو وہ اللہ اور اس کے رسول اور عام مسلمانوں سے خیانت کرتا ہے۔

مَنْ وُجِّيَ مِنْ أُمَّةٍ مُّسْلِمِيَّةٍ سَيِّئًا
تَوَلَّىٰ رَجُلًا يَدُوَّةً - أَوْ قَرَابَةً يَدِينَا
فَقَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُسْلِمِينَ -

اس سلسلہ پر غور و فکر کرنا، والی اور حاکم کا اولین فرض ہے، اور اس لئے واجب ہے کہ

ولایت و حکومت کے اصل مستحق، اور حقدار لوگوں سے بحث کی جائے، کہ شہروں پر کیسے

نائب اور حاکم مقرر کئے جائیں، اور یہ لوگ فوج کے اعزاز، لشکر اسلام کے سردار چھوٹے بڑے،

مسلمانوں کا مال وصول کرنے والے، وزراء، منشی، کاتب، خراج و صدقات، زمین کا محصول اور

زکاۃ وصول کرنے والے، اور اس میں کوشش کرنے والے وغیرہ جو مسلمانوں سے مال اور پیسہ

وصول کرتے ہیں، وغیرہ سب شامل ہیں، ان میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنے نائب اور حاکم

ایسے مقرر کریں جو مسلمانوں کے لئے بہتر اور اصلاح ہوں، اور کوشش کریں کہ اصلاح کے ہوتے ہوئے

غیر اصلاح کو مقرر نہ کریں، اور یہ سلسلہ نماز کے اماموں، مؤذنین، مقررین، معلموں، اور امیر الاحساج

کنوؤں، چشموں کی دیکھ بھال کرنے والوں، مال کے محافظوں، قلعوں کی حراست کرنے والوں،

اور لوہار جو قلعوں پر مامور ہوتے ہیں، قلعوں کے دربانوں، فوج و لشکر کے نعتیوں، قبائل اور بازاریوں

کے عرفار، دیہات اور قریوں کے دیہاتی روسا وغیرہ پر منتہی ہوتا ہے۔

ان لوگوں کا اولین فرض ہے کہ جب کبھی مسلمانوں کے کسی کام میں والی اور حاکم مقرر کریں، اپنے ماتحت

ایسے لوگوں کو کام سپرد کریں جو اصلاح ہیں، اور کام پر کافی ندرت و دسترس رکھتے ہوں، اور ان آدمیوں کو

مقدم نہ رکھیں، جو خود ولایت اور حکومت طلب کرتے ہوں، یا اس کی طلب میں درخواست دی ہو، بلکہ

طلب کرنا۔ اور درخواست دینا تو جگہ نہ جینے کا ایک بہت بڑا سبب ہے، صحیح بخاری، اور صحیح مسلم میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے ولایت و حکومت طلب کی، آپ نے فرمایا ولایت و حکومت ہم ایسے لوگوں کو نہیں دیں گے جو خود مانگتے ہیں۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ قَوْمًا دَخَلُوا عَلَيْهِ سُلُوكًا وَلَايَةً
فَقَالَ أَنَا لَا تُؤَيِّمُنَا هَذَا مَنْ طَلَبَهُ
(بخاری و مسلم)

اور عبدالرحمن بن اسمرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اے عبدالرحمن! تم امارت نہ مانگو۔ اگر بغیر مانگے تم کو امارت مل جائے تو تم کو خدا کی جانب سے مدد ملے گی، اگر مانگنے سے ملی تو تمہیں خود اس کا وکیل ملنا پڑے گا۔ مدد نہیں ملے گی۔

بَا عِبْدَ الرَّحْمَنِ لَا تَسْئَلِ الْأَمَارَةَ
فَإِنَّكَ إِن أُعْطِيَتْهَا مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ
اعْتَدْتُمْ عَلَيْهَا. وَإِن أُعْطِيَتْهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ
وَكَلَّتْ إِلَيْهَا. (آخر جہاد فی الصمیمین)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

جس نے قضا طلب کی، اور اس کے لئے کسی کی مدد چاہی تو یہ کام اسی کے سپرد ہوگا، اور جس نے قضا طلب نہیں کی اور اس کے لئے کسی کی مدد نہیں چاہی تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے فرشتہ بھیجے گا جو اسکے صحیح راستہ پر چلاتا رہے گا۔

مَنْ طَلَبَ الْقَضَاءَ وَاسْتَعَانَ عَلَيْهِ
وَكَلَّ إِلَيْهِ وَمَنْ لَمْ يَطْلُبِ الْقَضَاءَ وَلَمْ
يَسْتَعِينَ عَلَيْهِ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْهِ مَلَكَ
يُسَدِّدُهُ. (زرراہ اہل السنن)

پس اگر وہی جاوہ استقامت سے ہٹ گیا، یا زیادہ حقدار اور صلح کو چھوڑ کر کسی قربانت، یا اولاد، عنایت، یا اولاد، مدد قتر کی وجہ سے، یا کسی آبادی میں موافقت اور دوستی ہو گئی ہے اس لئے، یا مذہبی موافقت کی وجہ سے یا کسی اور طریقے سے، یا باہم ایک جنس ہونے کی وجہ سے مثلاً ایرانی، ترکی، رومی ہونے کی وجہ سے یا رشتہ کی وجہ سے یا کسی دوسری منفعت کی وجہ سے یا اس قسم کے دوسرے اسباب کی وجہ سے، یا حقدار صلح سے کینہ، عداوت رکھتا ہے اس لئے حقدار مستحق، صلح کو چھوڑ کر غیر حقدار، غیر مستحق، غیر صلح کو مقہر کیا تو یقیناً وہ اللہ اور اللہ کے رسول اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیانت کر رہا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ
سَلَّمُوا إِلَهُكُمْ وَأَنْتُمْ سَلَّمُوا إِلَهُكُمْ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ

وَالرَّسُولِ - وَتَخَوُّوْا اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (انفال ع ۳)
اور ذہنی امانتوں میں خیانت کرو، اور تم تو
خیانت کے وبال سے واقف ہو۔
اس کے بعد فرمایا:-

وَاَعْلَمُوْا اَنَّ مَا مَوَّلَكُمُ ذَاوِلَادِكُمْ
فِتْنَةٌ مَا دَانَ اللّٰهُ عِنْدَهَا اَجْرٌ عَظِيْمٌ
(انفال ع ۳)
اور جانے رہو کہ تمہارے مال، اور تمہاری اولاد ایک
فتنہ ہے، اور نیز یہ کہ اللہ وہ ذات ہے کہ اس کے
مال بڑا اجر موجود ہے۔

خدا نے یہ اس لئے فرمایا کہ بسا اوقات آدمی اپنے بچے اور غلام سے محبت کی وجہ سے ملک
کے کسی حصہ کی ولایت دے دیتا ہے، اور غیر مستحق کو حکومت دے دیتا ہے، تو یقیناً وہ
امانت خداوندی میں خیانت کرتا ہے، اسی طرح وہ مال کی کثرت و فراوانی کو پسند کرتا ہے
اس کو محفوظ کرنے کے لئے غیر مستحق لوگوں کو ترجیح دیتا ہے، اور وہ خواہ مخواہ مال وصول کرتے
ہیں۔ یا بعض اقلیموں کے والیوں اور حاکموں کو وہ ایسا پاتا ہے کہ وہ صلاحیت اور چالوسی کرتے
ہیں مگر یہ ان سے ڈرتا ہے، اور ان کو اپنے سے دور رکھنا چاہتا ہے، اس لئے غیر مستحق کو حقدار
بنا کر بیچ دیتا ہے، تو یہ آدمی یقیناً اللہ اور اللہ کے رسول سے خیانت کرتا ہے، اور اس امانت
میں خیانت کرتا ہے جو اس کے سپرد کی گئی ہے،

اور پھر یہ کہ امانتدار اگر اپنی خواہش اور ہوا کی مخالفت کرے اور اللہ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ
اسے ثابت قدم رکھتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کے اہل و عیال اور مال کی اس کے بعد
بھی حفاظت کرتا ہے، اور جو آدمی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب
میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس کے مقصد اور ارادوں کو توڑ دیتا ہے، اس کی اولاد و عیال کو ذلیل و
خوار کر کے رکھ دیتا ہے، اور وہ سارا مال اس کا چلا جاتا ہے۔

اس بارے میں ایک واقعہ بہت مشہور ہے، وہ یہ کہ خلفاء بنو عباس میں سے کسی نے بعض
علماء کو کہا کہ کچھ حالات جو تمہارے دیکھے ہوئے یا سنے ہوئے ہوں لکھئے، اس نے کہا، عمر بن
عبدالعزیزؓ کو تمہیں نے دیکھا ہے، کسی نے ان سے کہا، امیر المؤمنین! اس مال کو آپ نے اپنے
بیٹوں سے دور رکھا ہے، اور انھیں فقیر و بے نوا چھوڑ دیا ہے، کوئی چیز آپ نے ان کے لئے
نہیں چھوڑی، عمر بن عبدالعزیزؓ اس وقت مرض موت میں مبتلا تھے، انہوں نے کہا اچھا میرے
لڑکوں کو میرے سامنے لاؤ، لڑکے لائے گئے، جو دس سے زیادہ تھے، اور سب کے سب

نابالغ تھے، لڑکوں کو دیکھ کر رونے لگے، اور کہنے لگے میرے بیٹو! جو تمہارا حق تھا وہ میں نے تم کو پورا پورا لے دیا ہے، کسی کو محروم نہیں رکھا، اور میں لوگوں کا مال تم کو لے نہیں سکتا، تم میں سے ہر ایک کا حال یہ ہے کہ یا تو وہ صالح نیک بخت ہوگا تو اللہ تعالیٰ صلح اور نیک بندوں کا والی اور مددگار ہے، یا غیر صالح ہوگا، اور غیر صالح کے لئے میں کچھ بھی چھوڑنا نہیں چاہتا کہ وہ ہلال کے ذریعہ خدا نے تعالیٰ کی معصیت میں مبتلا ہوگا۔ تَوَهُوْا عَنِّيْ! بس سب جاؤ میں اتنا ہی کہتا چاہتا تھا، اس کے بعد وہ کہتا ہے انہیں عمر بن عبد العزیز کی اولاد میں سے بعض کو میں نے دیکھا ہے کہ تنوگھوڑے فی سبیل اللہ دیتے تھے کہ مجاہدین اسلام ان پر سوار ہو کر جہاد کریں۔

اس کے بعد اس نے کہا، عمر بن عبد العزیز خلیفۃ المسلمین تھے، اقصا مشرق، بلاد ترک وغیرہ پر اقصا مغرب بلاد اندلس وغیرہ پر قابض تھے، جزائر قبرص، اور حدود شام اور طرسوس وغیرہ کے قلعوں پر حکومت و فرمانروائی کرتے تھے، یمن کی انتہائی سرحدوں میں جن کی حکومت بھلی ہوئی تھی، باوجود اس کے ان کی اولاد نے باپ کے ترکہ میں سے کھٹوڑی چیز پائی تھی اور کہا جاسکتا ہے کہ وہ بیس بیس درہم سے بھی کم تھی۔

۱۰ صلح اور نیک بندوں کی نواہر و اعانت و امداد کرتا ہے، آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز باوجودیکہ بنو امیہ کے ایسے باشیوک و سطوت خلیفہ تھے جن کے نام سے دنیا لڑتی تھی، ان کے لڑکوں کا یہ حال تھا کہ بیس بیس درہم باپ کے ترکہ سے ہاتھ لگتے تھے، لڑکے صلح اور نیک بخت تھے، تو خدا نے ان کو بہت کچھ عطا فرمایا۔ تنوگھوڑے راہ خدا میں جیتے تھے کہ مجاہدین اسلام ان پر سوار ہو کر جہاد کریں، دوسرے راستوں سے راہ خدا میں دیتے تھے وہ اللہ۔

اللہ تعالیٰ صلح اور نیک بندوں کی اعانت و امداد ضرور کرتا ہے، قرآن حکیم کے اندر ہے۔

اِنَّ وَاٰتِيَّ اللّٰهَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَ
هُوَ يُّوْتِي الْمٰلِحِيْنَ ۝۵۰ اعراف ع ۲۴
اور سورہ نحل کے اندر ایشاد فرماتا ہے:-

مَنْ عَمِلْ صٰلِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْشَىٰ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰٓةً طَيِّبَةً ۙ وَ
لَنَجْزِيَنَّهُمْ هَجْرًا هَجْرًا حَسَنًا مَّا كَانُوْا

جو شخص صلح، نیک عمل کرے یا عورت تو ہم دنیا میں بھی
اس کی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے، اور ان کو آخرت میں
بھی ان کے بہترین اعمال کا (باقی برصغیر)

پھر اس عالم میں! میں نے بعض ایسے خلفاء بھی دیکھے ہیں جنہوں نے اپنا ترکہ اتنا چھوڑا تھا کہ ان کے مرنے کے بعد جب لڑکوں نے باہم تقسیم کیا تو ہر ایک کے حصہ میں چھ چھ کروڑ اشرفیاں آئی تھیں لیکن میں نے ان لڑکوں میں سے بعض کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ لوگوں کے سامنے بھیک مانگا کرتے تھے۔ اور بے شمار حکایتیں اور چشم دید واقعات، اور اگلوں سے سُننے ہوئے حالات اس بارے میں موجود ہیں جو عقلمندوں، اور ارباب بصیرت کی عبرت کے لئے کافی ہیں۔

اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ولایت و امارت اور حکومت بھی ایک امانت ہے، جس کا ادا کرنا واجب ہے، اور مختلف مواقع پر ماتقدم کی طرح اس کا ذکر ہے، مثلاً ابو ذرؓ کو امارت کے بارے میں آپ نے فرمایا:-

رَبِّيهِمْ (۸۹) يَجْمَلُونَ - (مخمل ع ۱۳۴) صلہ ضرور عطا فرمائیں گے

اعمال صالحہ دنیا اور آخرت کی تلاش و بہبود کا ذریعہ ہے، اور بد اعمال بد بختی، بد نصیبی کا ذریعہ ہے۔ گو بظاہر کچھ دنوں کے لئے بدوں اور بدوں کو اچھا کر نصیب ہو، لیکن آخر کار یہ لوگ دنیا میں نثار و ذلیل ہوں گے، اور آخرت میں ذلت و رسوائی ہوگی۔

آپ نے دیکھا کیا کہ بعض خلفاء عبا سید چھ چھ کروڑ اشرفیاں اپنے لڑکوں کے لئے ترکہ میں چھوڑ گئے تھے لیکن بد عملی کے پاداش میں آنحضرتؐ ذلیل و نثار ہو کر رہ گئے۔

خدا اعمال صالحہ کا بدلہ تمکنت فی الارض بناتا ہے اور استخفاف فی الارض کا وعدہ فرماتا ہے۔

وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَا يُبَدِّلُ لَهُمُ الدِّينَ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَ لَا يُبَدِّلُ لَهُمُ الدِّينَ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْ نَاءَ يُعِيبُ وَ نَسِي لَآ يَشْرِكُونَ فِي شَيْئًا.

(سورہ نور ع ۷)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہے، ان سے خدا کا وعدہ ہے ان کو ملک کی خلافت ضرور عنایت کرے گا جیسے ان لوگوں کو خلافت عنایت کی گئی جو ان سے پہلے ہو گئے تھے، اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے، اس کو ان کے لئے جما کر ہے گا، اور خوف و خطر جو ان کو لاحق ہے اس کے بعد ان کو اس کے بدلہ میں امن ہے گا کہ باطمینان ہماری عبادت کیا کریں، اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ کرنا ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عقیدہ توحید و اعتقاد آخرت، اعمال صالحہ کی شرح پھونکتی ہے اور اعمال صالحہ وہ کام کہتے ہیں جو بڑی سے بڑی طاقتیں پیدا نہیں کر سکتیں، اعمال صالحہ کا نتیجہ ہے کہ اعمال صالحہ دنیا اور آخرت کی زندگی کو مدد دیتے ہیں اور اسکے نتیجے میں انسانیں باقی رہیں۔

إِنَّمَا أَمَانَةٌ - وَإِنَّمَا يَوْمُ الْقِيَامَةِ
خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا
بِحَقِّهَا - ذَاكِي الذِّي عَلَيْهَا
(درواہ مسلم)

یہ امانت ایک امانت ہے اور قیامت کے دن یہ
امانت بخاری اور ندامت کا موجب ہے مگر یہ کہ
امانت کو حق کے ساتھ لیا۔ اور اس کے حقوق کو اسی میں
پوری طرح ادا کیا۔

(بقیہ صفحہ ۹) عرب جیسے ملک میں جب خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلافت کبریٰ سے نوازا تو صرف چار پانچ سال کے
انداز پ کوتا آقا خداوند عالم کو یہاں تک کہ عرب کا بڑا حصہ اسلامی حکومت میں داخل ہو گیا، آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت قائم ہوئی
جو صرف دو چھائی سال رہی لیکن خلافت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھ کر کام کئے سب سے تآ آنگہ و زمانہ دو دریم دوریم کی قیمت ساٹھے
تین آدھ ہوئی ہے، گھر کے فروغ کے لیے تھے، ڈھائی سال کے بعد حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب خلیفہ مجھے تو آپ کی زندگی کا
بھی یہی حال تھا، چونکہ گھر کے بیٹے پہننے، روکھی سوکھی جو کی روٹی کھاتے، راتوں کو احتساب کے لئے پھرتے، حالات دریافت کرتے،
اور سنے کہ الی میں سنانوں کو لڑائی ہوں مجھ سے باز پرس نہ کرنا، جب خبر کی ناز میں آپ کو بخیر لگتا ہے اور آپ زندگی سے نا امید ہوجاتے ہیں
تو بڑے ہیں کہ سے خدا میری کوتاہیوں کو معاف فرما، اور تجھ سے باز پرس نہ کر، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کہتے ہیں، آپ کیوں رو
ہے میں؟ تو جواب دیتے ہیں مجھے دنیا سے جانے کا غم نہیں، خدا کا ڈر ہے جس کی وجہ سے میں ڈر رہا ہوں، اتنی بڑی امانت میرے پر
کردی کہ میں اسے انجام دے سکوں، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کہتے تھے، تم اسلام نہیں لائے تھے اسلام چھپا رہا،
جب تم اسلام لائے تو اسلام ظاہر ہوا، تم امانت پر نیا مورچے کو اسلام سب سے نکل کر ایران و روم پر غالب آگیا، اور یہ دونوں ملک
اسلام کے قبضے میں آگئے اور تم نے عدل و انصاف کی حکومت قائم کی، حضرت عمرؓ نے کہا کیا تم دونوں بارگاہ خداوندی میں یہ شہادت
دو گے؟ انہوں نے کہا ضرور ہم کو ای دیں گے،

آپ والی اور گورنر مقرر کرنے میں تواضع و التعمیر کو تلاش کرتے ہیں، اور پھر حق کو نصیحت کرتے ہیں، اور دوڑ تک پایادہ لٹکے
بمراہ جاتے ہیں، اور آخری نصیحت یہ فرماتے ہیں۔

ایک جوڑا پریم کا ہوتا ہے، احمد کے دن دھوتے ہیں اور سوکھنے میں دیر ہو جاتی ہے تو احمد کی ناز کے لئے دیر سے آتے
ہیں اور نازیلوں سے معذرت کرتے ہیں اور دیر ہونے کی وجہ سے پیش فرماتے ہیں

دین کے ہائے میں کسی سے کوئی کوتاہی دیکھتے ہیں تو بلا لومہ لائم اس کو نصیحت فرماتے ہیں،

غرض | عدل و انصاف کی ایسی نم و درنگی کہ ہر مسلمان عدل و انصاف کا فرشتہ بن گیا، تا، نگہ دوسرے ممالک کے
سفر، اور وکیل آتے ہیں یہاں کے حالات دیکھتے ہیں تو تعجب کرتے ہیں کہ یہ لوگ انسان نہیں بلکہ فرشتے اور اپنے سلاطین سے
جا کر کہتے ہیں کہ هُوَ فِي اللَّيْلِ رَهْبَانٌ وَ فِي النَّهَارِ قَرَسَانٌ ذیہ لوگ شب زندہ دار سے ہیں کہ راتوں کو میان معلوم
ہوتے ہیں اور دن میں وہ شہسوار ہوتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۹۲)

قَبِيلَ يَادُ سَوْلَانَ اللَّهُ وَصَا اَصْحَابَهُمْ؛ قَالَ اِذَا
 سَمِعَ الْاَمْرَ اِنِّي غَيْرُ اَهْلِهِ فَاَتَعَطَّرُ السَّاعَةَ لَمْ
 كہا گیا یا رسول اللہ! مانتے صنایع کرنا کسے کہتے ہیں آپ نے
 فرمایا جب امر و حکومت اور برداری نا اہلوں کے سپرد کی جائے
 تو تم ساعت یعنی قیامت کا انتظار کرو۔ (رواہ البخاری)

دقیقہ ۹۲، اچھی طرح اور سب سے بہتر سمجھی تھی، اور اسے آپ کی وفات کے بعد غفار لاشدین اور صحابہ کرام نے اسی میرٹ اور اخلاق کو سیکر چلنا
 شروع کیا اور امی نیا کو سیکر کیا، اور نصف صدی بھی لگنے نہ پائی تھی کہ نصف کو زمین پر اسلام کا پرچم اٹھانے لگا۔ اس طریق کار نے وہ وہ جنتا اور
 وہ وہ نہایت کیا اور خدا کی جانب سے ایسی ایسی نوازشات ہوئیں کہ انسانی تصور بھی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔

آج انبیاء کرام کی صحیح اور پوری میرٹ کا پتہ چلانا دشوار ہے لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعجاز ہے کہ آپ کی زندگی و میرٹ کے
 ساتھ ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام کی زندگیاں ایسی محفوظ ہیں کہ دوسرے پیغمبروں کی بھی ایسی محفوظ نہیں۔

تم خدا کی اگر اسلام کو ماننے والے صحیح صحیح اس معاشرہ کو پائیں تو پھر انہیں کرہ ازنی کی سیادت نصیب ہو سکتی ہے، جب تک اس
 آسمانی دستور العمل آسمانی ضابطہ کو پائنا ہی نہیں دینا میں ہی اضطراب بے چینی سے گی جو آج ہو رہی ہے، دنیا کے بڑے بڑے حکمران
 اپنے دماغوں سے زلزلے محضے تو اندر مضبوط بناتے ہیں اور مخلوق کو پریشان کر رہے ہیں۔

جس وقت پیغمبر اسلام نبوت مجھے میں دو بڑی طاقتیں برسرِ اقتدار تھیں، محمودہ دنیا ہی دو طاقتوں کے اقتدار میں بی ہوتی تھی
 جس طرح کراچ امریکہ اور روس کے اقتدار میں دنیا دی ہوتی ہے، انہیں کے تمدن و تہذیب میں دھلیق تھیں، انہیں کے طور و طریق
 اختیار کرتی تھی، اور وہ اہلان اور روم کی طاقتیں تھیں، ایران کی منظرانہ عیش پرستی، عیش کو شہی کا اندازہ اس سے لگائے کہ وہ شخص جسکے
 سر پر ایک لاکھ ڈیڑھ لاکھ پلے کی ٹوپی نہ ہو جس کی کمر میں دو لاکھ کا پتہ نہ ہو جس کے گھر باغ، حیوض اور حمام نہ ہو اس کی کوئی قدر و قیمت
 نہیں تھی شب، روز شراب خورائی میں مسرت رہنا، اسکا شیوہ ہو گیا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشین کوئی نہ مانی تھی کہ:-

هَلَّا كَسْرِي وَاكْسِرِي بَعْدَا - هَلَّا قِيَصِر وَا
 قِيَصِر بَعْدَا لَتَنْفَقَنَّ كَمَنْزِهْمَا -
 سو گانا دونوں تمہارا سلطنتوں کے خزانے تم خرچ کر گئے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہد خلافت میں سلطنتیں مفتوح ہوئیں، اسلام کا سیلاب کچھ ایسا آیا کہ تمام باطل تو تباہ ہو گئیں، اور آسمانی سلطنت
 قائم ہو گئی جسے قدرت خلق انجام دی، اور جسے صحیح صحیح سروری و روین ممانعت کر دیتا، کائنات میں کر دیا (ابوالعلاء محمد اسعیل کان انشرب)

دعا شریف صفحہ ۵۲) لے امام راوی صغریٰ نے "الساعة" قیامت کے تین منی کے تین میں ساعت صغریٰ، ساعت وسطیٰ، اور ساعت
 کبریٰ، ساعت صغریٰ کی ایک شخص کی موت کو کہتے ہیں، حدیث میں ہے: هُنَّ هَاتِ ثَلَاثٌ قِيَامَتٌ قِيَامَتُهُنَّ دَعْوُهُنَّ اِسْمُهَا اِسْمُ قِيَامَتِ
 قائم ہو گئی، ساعت وسطیٰ سے مراد قوم کی ہلاکت ہے، اور ساعت کبریٰ یوم الجزاء، یوم الدین کو کہتے ہیں، اس حدیث میں ساعت
 سے مراد ساعت وسطیٰ ہے، یعنی جب نا اہلوں کے ہاتھ میں مانت آجائے اور قوم کی سرداری کی ہانگ ڈور نا اہلوں کے ہاتھ میں
 آج جائے تو قوم کی ہلاکت و بربادی کا انتظار کرو۔ (ابوالعلاء محمد اسعیل کان انشرب)

اور اسی معنی کے اعتبار سے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یتیم کا واپسی و وصی۔ ناظر اوقاف اور کسی آدمی کا کوئی وکیل ہو، اور اس کے مال میں تصرف کرے تو الا صلح فالاصح کے اصول کے ماتحت تصرف کرے، جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ
حَسَنٌ (انعام ۱۵۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "بِالَّتِي هِيَ حَسَنَةٌ" یعنی اس طریقے سے جو اچھا ہو اور اس لئے کہ واپسی اور حاکم ایسا ہی لوگوں کا راعی ہے جیسا کہ بکریوں کا راعی ہوا کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

تم میں سے ہر ایک راعی ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا پس لوگوں کا امام راعی ہے اور اس سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی راعی ہے اور اس سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا، اور بیٹا اپنے باپ کے مال کا راعی ہے اور اس سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔ اور غلام اپنے سید و آقا کے مال کا راعی ہے اور اس سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔ خبر دار رہو کہ تم میں کا ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَاِذَا مَا رَأَى عَلَى الشَّيْءِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا - وَانْوَلَّ رَاعٍ فِي مَالِ اٰيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ - وَ الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ . اَلَا فَاِكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ .

(خرجاہ فی الصحیحین)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

کوئی راعی نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے رعیت کا راعی بنا یا جس ن ہر گیارہ گنا۔ اور وہ رعیت کے ہائے میں غاشی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی بولچی حرام کر دیگا۔

مَا مِنْ رَاعٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً يَبُوتُ يَوْمَ يَبُوتُ وَهُوَ غَائِبٌ لَهَا - اَلَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ رَاٰحَةَ الْجَنَّةِ . (رواہ مسلم)

ایک دن ابو مسلم خولانیؓ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس حاضر ہوئے، اور کہا: اَسَلَاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْأَجِيرُ! لوگوں نے کہا: أَيُّهَا الْأَمِيرُ! کہئے۔ تو انہوں نے پھر اَسَلَاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْأَجِيرُ!

کہا، لوگوں نے پھر کہا اَيْتھا الْاَهِيدُ كَيْتُو يَجْرانہوں نے وہی جملہ دہرایا، تین دفعہ اسی جملہ کو انھوں نے دہرایا، اور لوگ اس پر اصرار کرتے رہے کہ آپ سے اَيْتھا الْاَهِيدُ کہلوائیں، آخر حضرت معاویہؓ نے کہا ابو مسلم کو اپنی حالت پر چھوڑ دو، وہ اپنی بات کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں، اس کے بعد ابو مسلم نے کہا اے معاویہؓ! تم اجیر ہو، ان بکریوں کے ریوڑ کے لئے تم کو ان بکریوں کے رب نے اجرت پر رکھا ہے اگر تم خارش زدہ بکریوں کی خبر گیری کرو گے، اور مریض بکریوں کی دوا کرو گے، اور ان بکریوں کی اچھی طرح حفاظت کرو گے تو بکریوں کا مالک تمہیں پوری اجرت دے گا۔ اور اگر تم نے خارش زدہ بکریوں کی خبر گیری نہ کی، مریض بکریوں کی دوا نہ کی، بکریوں کی اچھی طرح حفاظت نہ کی تو بکریوں کا مالک تم کو مہر دے گا۔ یہ واقعہ عبرت و نصیحت کے لئے کافی ہے، کیونکہ ساری مخلوق خدا کے بندے ہیں۔ اور دلیان ملک اس کے بندوں پر اس کے نائب ہیں، اور بندوں کی جانوں کے وکیل و کفیل۔ اور ایسے وکیل و کفیل کہ دوشربا آپس میں ایک دوسرے کے وکیل و کفیل ہوا کرتے ہیں، والیوں اور حاکموں میں ولایت و وکالت کے معنی موجود ہیں۔

جب ولی اور وکیل صلح للتجارة، بازمین کے بارے میں صلح ہو اسے چھوڑ کر ایسے شخص کو نائب مقرر کرے کہ صلح للتجارة نہیں۔ اور زمین کے بارے میں بھی وہ غیر صلح ہے تو وہ یقیناً خائن ہے۔ کیونکہ جو صلح للتجارة نہیں ہے وہ سامان و اسباب کو سستے داموں فروخت کر دینگا۔ اور اس خریدار سے اچھا اور بہتر خریدار دوسرا موجود ہے، دام زیادہ دینے کو تیار ہے، پھر بھی خریدار سے بوجہ خوف کے یا بوجہ دوستی اور مودت کے یا قربت کی وجہ سے سستے داموں مال کو اٹھا دینا ہے تو یہ یقیناً خائن ہے، مال کا مالک یقیناً اس سے بغض رکھے گا۔ اور اس کی مذمت اور برائی کرے گا۔ اور اس کو خائن قرار دے گا، یا قرا بتداروں اور دوستوں کو نوازنے والا کہے گا۔ اور اس لئے ولی اور وکیل کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو نائب نہ بنائے، اور صلح للتجارة ہو یا زمین وغیرہ کے بارے میں اچھی مہارت رکھتا ہو اس کو نائب مقرر کرے:

دوسری فصل کے مضامین

اصح موجود ہے تو اسے ولایت و حکومت دینی چاہئے
اگر اصح موجود نہیں ہے تو صلح کو ولایت و حکومت دیکھئے
ہر منصب کیلئے الا مثل فالامثل کو ولایت و نیابت دینی چاہئے
ولایت کیلئے قوت اور امانت ضروری ہے تاکہ نفاذ احکام اور
ادائیگی امانت میں سہولت پیدا ہو، قاضی تین قسم کے ہیں۔

یہ معلوم کر لینے کے بعد اب یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ولی الامر کا فرض کیا ہے؟ ولی الامر کا فرض یہ ہے کہ وہ ایسے آدمی کو عامل، نائب اور والی و حاکم بنائے جو اصح ہو۔ لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس کام کے لائق آدمی موجود نہیں ہوتا۔ اور ایسے شخص کا ملنا دشوار ہوتا ہے، جس میں کام کی صلاحیت موجود ہو، تو اس وقت ولی الامر کا فرض ہے کہ الا مثل فالامثل کو مقرر کرے، ہر منصب، اور ہر عہدے کے مناسب حال الا مثل فالامثل کو قائم کرے، اگر پورے اجتہاد، پوری کوشش اور جدوجہد کے بعد والی امر نے ایسا کر دیا، اور ولایت و نیابت کا حق ادا کر دیا تو اس نے، اور اپنا فرض پوری طرح ادا کر دیا، تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام، والی امر عادل ہے، اور عند اللہ وہ مقسطین میں سے ہے، اگر چہ بعض وجوہ، اور بعض اسباب کی بنا پر بعض امور میں غلغلہ واقع ہو جائے لیکن اس کے سوا دوسرا امکان اور چارہ کار بھی نہیں ہے، اور خدا نے بھی اسی قسم کی کوشش کا حکم فرمایا ہے فرماتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تغابن ع ۲۴)

مسلمانو! جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو

اور فرماتا ہے :-

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر جس کی

اس کو طاقت ہو۔

(بقرہ ع ۲۸۰)

اور جہاد کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے :-

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلِّفُ

تو تم اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو تم پر اپنی ذات خاص کے

سوا کسی کی ذمہ داری نہیں اور ہاں مسلمانوں کو بھی الجھارو۔

إِلَّا نَفْسًا وَذَرِيَّةً لِّمُؤْمِنِينَ (نساء ع ۱۱)

اور فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ
انْفُسُكُمْ لَا يَمُرُّكُمْ مِنْ ضَلَاةٍ إِذَا
أَهْتَدْتُمْ يَتَحَوَّطُ (مائدہ ع ۱۱۴)

مسلمانو! تم اپنی خبر رکھو، جب تم راہِ راست
پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے تم کو نقصان
نہیں پہنچا سکتا۔

پس جس نے اپنی مقدور بھراہمکانی کوشش کی اور اپنا فرض ادا کیا تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس
نے ہدایت کی راہ پالی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :-
إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ
مَا اسْتَطَعْتُمْ (اخراجہ فی الصحیحین)

جب میں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو تم اپنی طاقت
کے مطابق کر گزرو۔

لیکن اگر وہ ایسا کرنے سے اس لئے قاصر ہے کہ وہ اپنے کو عاجز پاتا ہے، یا کسی غیر شرعی
ضرورت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، تو وہ یقیناً خیانت کرتا ہے، اور اسے خیانت کی سزا
دی جائے گی، اور اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ اصلح کو پہچانے، اور ہر منصب اور ہر عہدہ کے
لئے اصلح تجویز کرے، کیونکہ ولایت امر کے دورکن میں، ایک قوت، دوسری امانت، جیسا
کہ قرآن مجید کے اندر ہے :-

إِنَّ خَيْرَ مَنْ أَسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ
الْأَمِينُ ۝ (نقص ع ۳)

کیونکہ بہتر سے بہتر آدمی جو آپ نوکر رکھنا چاہیں
مضبوط اور امانت دار ہونا چاہئے۔

اور شاہِ مصر نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کہا ہے :-
إِنَّكَ الْيَوْمَ لَمَدِينًا مَكِينٌ
أَمِينٌ۔ (یوسف ع ۷۷)

تم ہماری سرکار میں آج سے بڑے باوقار
اور صاحبِ اعتبار ہو۔

اور جبریلؑ کی شان اور صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ
ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝
مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ (تکویر ع ۱)

قرآنِ میثک معزز فرشتے کا پہنچا یا ہوا پیام ہے اور
وحی کے بارگراں اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے،
اور مالکِ عرش کی جناب میں اس کا بڑا درجہ
ہے اور وہاں افسر اور امانت دار ہے۔

اور ہر ولایت ہر حکومت کی قوت اور طاقت اس کے مناسب حال ہوا کرتی ہے۔

امارت حرب ولایت جنگ کی قوت یہ ہے کہ والی جنگ شجاع بہادر و لیر اور جنگ کے تمام تر امور سے واقف اور ماہر ہو، اور محاذ و عت، اور چال بازیوں کو اچھی طرح جانتا ہو، کیونکہ اَلْحَدَبُ خَدُّ عَدُوِّ رَجُلٍ فَرِيْبٍ اور دھوکہ کا نام ہے، اور یہ کہ وہ قتال و جنگ کے طریقوں کو جانتا ہو، اور ان طریقوں پر عمل کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتا ہو، تیر اندازی سے اچھی طرح واقف ہو، حملہ اور وارا اچھی طرح کر سکتا ہو، گھوڑے کی سواری خوب جانتا ہو، کتر و غیرہ پوری طرح رکھتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور مسلمانوں سپاہیہ یا نہ توت اور گھوڑوں کے بانہ سے رکھنے سے جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے مقابلہ کے لئے ساز و سامان جیسا کہ تم سے۔
 وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ
 مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ
 (الفرقان ۸۷)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

تیر مارا کرو، اور سواری کیا کرو، اور تیر چلانا مجھے سواری سے زیادہ محبوب ہے، اور جو تیر چلانا سیکھا پھر بھول گیا تو وہ ہم میں سے نہیں۔
 اِرْمُوا وَارْكَبُوا - وَإِنْ تَدْرَأُوا حَبًّا
 إِلَىٰ مِنْ أَنْ تَرَكَبُوا وَمَنْ تَعَلَّمَ لَرَجُلٍ
 تَرْتَسِيئَهُ فَلَيْسَ مِنَّا -

ایک اور روایت میں ہے:-

تیر چلانا ایک نعمت ہے بھولنے والے نے اس نعمت سے انکار کر دیا۔
 نَبِيٌّ يَعْجَبُ جَحْدًا هَا -
 (رواہ مسلم)

اور قوت حکم کا مرجع علم و عدل اور قدرت تنفیذ احکام ہے، جس پر کتاب و سنت دلالت کرتی ہے۔

اور امانت کا مرجع خشیت الہی، خوف خداوندی ہے، اور یہ کہ حقوق الہی کو دنیا کی قلیل متاع کے عوض فروخت نہ کرے، اور لوگوں کا خوف قطعاً ترک کر دیوے۔

۱۷ اُس زمانے کے اسلحہ ہتھیار یہی تیر و تلوار، شمشیر و سنان تھے، اور گھوڑے کی سواری کو بہت اہمیت حاصل تھی، آج کے اسلحہ اور سواری دوسری ہے، اور اس لئے جو اسلحہ ہتھیار اور سواریاں جنگ کے لئے موجودہ دور میں کارآمد و مفید ہیں اس میں اپنی طاقت کے مطابق پوری طرح تیار رہنا چاہئے، اور یہ تیاری فرض ہے جنگی موٹریں چلانا، جنگی ہوائی جہاز چلانا، بم، ایٹم بم، مشین گنیں، ٹائی گنیں، بندوقیں چلانے، سیکھنا مسلمانوں کا دینی، مذہبی فرض ہے۔
 (ابوالعلاء محمد السخیلی کان اللہ)

یہ تین خصالتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر والی، ہر حاکم، ہر ولی الامر، اور حکم، اور ہر حکم کے لئے فرض اور ضروری فرما دیا ہے، اور قرآن حکیم اس پر ناطق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَا تَشْتَرُوا النَّاسَ - وَأَخْشَوْنَ
وَلَا تَشْتَرُوا بِأَيِّ قِسْفٍ قَلِيلٍ وَمَنْ
لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ
هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ (مائیدہ ۷۷)

اور تم لوگوں سے نہ ڈرو، اور تم سے ہی ڈرتے رہو، اور ہماری آیتوں کے معاوضے میں ناچیز فائدے نہ لو۔ اور جو خدا کی اناری ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ کافر ہیں۔

اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضیوں کی تین قسمیں گردانی ہیں۔ جن میں سے دو قسم کے قاضیوں کے لئے جہنم بتلائی ہے، اور ایک قسم کے قاضیوں کے لئے جنت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

أَلْقَضَاءُ ثَلَاثَةٌ - فَاضْيَانٌ
فِي النَّارِ - وَقَاضٍ فِي الْجَنَّةِ - فَدَجَلٌ
عَلِمَ الْحَقُّ وَقَضَى بِهِ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ -
(رواہ اہل السنن)

قاضی تین قسم کے ہیں۔ دو قسم کے قاضی جہنم میں جائیں گے، اور ایک قسم کے قاضی جنت میں ہیں وہ آدمی جو حق کو پہچان کر حق فیصلہ کرے وہ جنت میں جائے گا۔

اور قاضی ہر اس آدمی کو کہتے ہیں جو دو فریق کے درمیان فیصلہ کرے، اور دونوں فریق کو حکم دیوے، اب وہ شخص خلیفہ ہو، یا سلطان، یا اس کا نائب، یا والی اور حاکم، اور جو اس عہد سے پر ماور ہو وہ یا ایسے عہدیدار کا نائب ہو۔ تا آنکہ بچوں کی تحریر و خط کے نگران ہیں ان کو بھی یہ حکم شامل ہے، ایسا ہی ذکر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اور وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور یہ ظاہر ہے۔

تیسری فصل کے مضامین

آج دنیا میں ایسے لوگ جن میں قوت اور امانت دونوں موجود مجتمع ہوں کم ہیں۔ دو آدمی ایسے کہ ایک ان میں سے امین ہے، دوسرا طاقتور تو ایسے آدمی کو ولایت اور سرداری دینی چاہئے جو قوم و رعایا کے لئے مفید و نافع ہے قوم و رعایا کو نقصان نہ پہنچے، امام احمدؒ سے پوچھا گیا دو آدمی ہیں ایک جنگ شجاع، دلیر ہے لیکن فاجر ہے، دوسرا صالح، نیک مگر کمزور، کم ہمت، کس کے ساتھ رہ کر جہاد کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا فاجر قوی کے ساتھ رہ کر کیونکہ قوت مسلمانوں کے لئے ہے، اور اس کا فوج اس کی جان کے لئے، اور صالح اور نیک اس کے بالکل برعکس ہے۔

قوت اور امانت دونوں کسی ایک آدمی میں جمع ہوں ایسے لوگ آج بہت کم ہیں اور اسی بنا پر حضرت عمر بن الخطابؓ کہا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ اسْتَوْأَلِيكَ جِدًّا
نَسَاةً مِنْ تَبَرِي جَنَابٍ فِي فَاجِرِي سَخِيٍّ أَوْ بَزْدٍ
كِي عَاجِزِي كَاشِكُوهُ كَرْتَا هِي

پس ہر ولایت، ہر اقلیم، ہر ملک کے لئے باعتبار اس کی مزبوم کے، صلح تلاش کرنا چاہئے، جب کسی اقلیم کسی ملک کے لئے امام والی اور حاکم مقرر کرنا چاہتا ہے تو ایسے دو آدمی ملتے ہیں۔ ایک امانت دار ہے، دوسرا طاقتور ہے، امام کا فرض ہے کہ اس اقلیم و ملک اور ولایت کے لئے اسے مقدم رکھے جو اس اقلیم و ملک اور ولایت کے لئے زیادہ مفید اور زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے، اور ضرر و نقصان اس سے کم سے کم ہو۔

پس امارت حرب، جہاد و جنگ کی سرداری کے لئے ایسا آدمی مقرر کرے جو قوی دلیر شجاع اور بہادر ہو، اگرچہ وہ فاجر ہی کیوں نہ ہو۔ اور ضعیف و عاجز کمزور کے مقابلہ میں اسے ترجیح دیوے، اگرچہ وہ امین ہو، امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا دو آدمی ہیں دونوں کے دونوں حرب و جہاد کے امیر و سردار ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک فاجر مگر قوی ہے، دوسرا صالح اور نیک ہے مگر ضعیف و کمزور ہے تو دونوں میں سے کس کے ساتھ رہ کر

جہاد کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا فاجر قوی کی قوت مسلمانوں کے لئے ہے، اور اس کا فخر اس کی جان کے لئے ہے، اور صلاح و نیک ضعیف و کمزور سے تو اس کی صلاح و نیک نختی اس کی جان کے لئے ہے، اور مسلمانوں کے ضعف کا موجب ہے، تو جہاد قوی و فاجر کے ساتھ رہ کر کرنا چاہئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ هَذَا الْبَتِّينَ اللہ تعالیٰ فاجر آدمی سے بھی اس دین کی مدد

کروا دیتا ہے۔

بِالتَّوَجُّبِ الْفَاجِرِ۔

اور ایک روایت بِاللَّجْلِ الْفَاجِرِ (فاجر آدمی) کی جگہ بِأَقْوَامٍ لَّا خَلْقَ لَهُمْ

(ایسی قوم اور ایسے لوگوں سے مدد کرا دیتا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں)

پس اس وقت جبکہ امیر و سالار قوی القلب، شجاع و بہادر اور دلیر میسر نہ آئے، اور اس جگہ کو پُر کرنے کے لئے کوئی ایسا آدمی نہ مل سکے جو امیر حرب اور سالار جنگ مقرر کیا جائے تو اس وقت اصلاح فی الدین کو مقرر کر دیوے، اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو امداد حرب، اور سپہ سالار اسلام بنا یا تھا جب سے وہ اسلام لائے تھے اس وقت سے یہ خدمت انہی کے سپرد رہی اور ان کی شان میں آپ فرمایا کرتے تھے۔

سَيِّفٌ سَلَّهُ اللهُ عَلَى خالد ایسی تلوار میں جو خدا نے مشرکوں کی ہلاکت کے

لئے کھلی رکھی ہے۔

الْمَشْرِكِينَ۔

باوجود اس کے حضرت خالدؓ سے کبھی کبھی ایسی حرکتیں ہوا کرتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے بُرا سمجھتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا تھا:

اللَّهُمَّ اَبْرَأْ اِلَيْكَ مِنَّمَا لَعَنَّ اے اللہ! خالدؓ نے جو کچھ کیا ہے، اس سے

میں بُری ہوں۔

خَالِدًا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت کہا تھا جبکہ آپ نے خالدؓ کو قبیلہ جذیمہ کی طرف بھیجا تھا، اور خالدؓ نے ان کو قتل کر دیا تھا، اور معمولی شہرہ کی بنا پر ان کا مال و متاع لوٹ لیا تھا، حالانکہ یہ قطعاً جائز نہیں تھا، اور ان کے ساتھ جو صحابہ موجود تھے انہوں نے بھی اس حرکت سے ان کو روکا تھا، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جذیمہ سے ہمدردی برقی، مودت و محبت کا اظہار فرمایا، اور ان کا مال و متاع واپس کرنے کی ضمانت کی، باوجود

اس قسم کی لغزشوں کے آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ہمیشہ امانت لشکر اور فوج کی قیادت میں انہیں کو مقدم رکھا، اور یہ اس لئے کیا کہ امور جنگ میں وہ دوسروں کے مقابلہ میں اصل تھے، اور غلطی معمولی سے معمولی تاویلوں کی بنا پر کر لیا کرتے تھے، اور ابوذرؓ اگرچہ امانت و صداقت میں اصل تھے لیکن باوجود اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔

يَا أَبَا ذَرٍّ اِنِّي اَرَاكَ ضَعِيفًا
وَ اِنِّي اُحِبُّ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِي لَا
تَأْمُرُنَّ عَلٰى اِثْنَيْنِ وَلَا تُؤْكِبَنَّ مَالَ
يَتِيْمٍ (رواہ مسلم)

ابوذر میں تمہیں ضعیف دیکھ رہا ہوں اور تمہارے لئے میں وہی پسند کرتا ہوں جو میں خود اپنے لئے پسند کرتا ہوں، تم کسی دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بناؤ اور یتیم کے مال کی کبھی ولایت نہ کرنا

ابوذرؓ کو آپ نے امانت اور ولایت سے منع فرمادیا، حالانکہ آپ سے مروی ہے
مَا اَخَذْتُ الْخَضِرَاءُ وَلَا اَقْدَتُ
الْعَبْدَاءُ اَصْدَقُ لِهَجْرَةٍ مِنْ ابْنِ ذَرٍّ
جگہ دی ابی ذر سے زیادہ سچے کو۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کو غزوہ ذات سلاسل میں آپ نے اس لئے بھیجا تھا وہاں ان کے رشتہ دار و قریب رہتے تھے، اور آپ ان سے ہربانی کا برتاؤ کرنا چاہتے تھے، ان سے بہتر آدمی موجود تھے مگر آپ نے ان کو نہیں بھیجا، اور حضرت عمرو بن العاصؓ ہی کو بھیجا، اور اسامہ بن زیدؓ کو ایک مرتبہ آپ نے امانت اس لئے دی کہ ان کے باپ کا بدلہ لے سکیں۔

غرض! یہ کہ بعض لوگوں کو کسی مصلحت راجح کی بنا پر عامل اور گورنر بنا دیتے تھے حالانکہ ان سے بہتر اور افضل اور علم و ایمان کے لحاظ سے بہت اچھے موجود ہوتے تھے
اسی طرح خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فتنہ ارتداد و جب کھڑا ہو گیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر لشکر بنا دیا تھا، اور متوح عراق و شام میں بھی انہیں کو امیر و سالار بنا کر بھیجا تھا، حالانکہ حضرت خالد بن ولیدؓ سے ہربنا و تاویل بعض ہفوات صادر ہوتی رہیں، اور کہا گیا ہے کہ ان ہفوات میں ان کی خواہش کو دخل تھا، لیکن پھر بھی ان کو معزول نہیں کیا، بلکہ عتاب کر کے چھوڑ دیا۔ اور مصلحت کو مفسدہ کے مقابلہ میں ترجیح دی، اور انہیں کو باقی رکھا کہ کئی دوسرا ان کا قائم مقام بن سکے ایسا نہیں تھا۔

علاوہ انہیں یہ کہ جب متولی امیر خلیفہ والی امیر کے خلق میں نرمی ہو تو اس کے نائب میں

شدت و سختی ہونا چاہئے، اور اگر متولی کبیر اور امیر میں سختی ہو تو نائب میں نرمی ہونی چاہئے، تاکہ ایک کی سختی دوسرے کی نرمی سے اعتدال قائم رہے، اور اسی بنا پر حضرت ابو بکر صدیق حضرت خالد بن ولید اور قائم رکھنے پر مصر تھے، اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیق نرم دل نرم خو تھے، اور حضرت عمرؓ ان کو معزول کرنا چاہتے تھے، اور ان کی جگہ ابو عبیدہ بن جراح کو لانا چاہتے تھے، اس لئے کہ حضرت خالد میں سختی تھی جیسی عمر بن الخطابؓ میں سختی تھی، اور ابو عبیدہؓ نرم دل نرم خو تھے، جیسے حضرت ابو بکر صدیق تھے، اور اس وقت صلح وہی تھا جو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کیا۔ حضرت خالد بن ولید حضرت ابو بکر صدیق کے عہد میں لشکر اسلام کے والی ہے، اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں لشکر اسلام کے والی حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح ہے۔ اور اس طرح معاملہ اعتدال پر رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے یہ فرمایا:

أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ - أَنَا نَبِيُّ الْحَمِيَّةِ
میں نبی رحمت ہوں اور میں نبی ملوچہ حرب و جنگ ہوں

اور آپ کا ارشاد ہے :-
أَنَا لَصُحُوكُمُ الْقِتَالُ وَالْمَعِيَّةُ
میں زیادہ خندہ پیشانی لڑنے والا ہوں
وَسَطٌ - اور میری امت وسط ہے۔

اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں خدا فرماتا ہے :-

أَمْسَدًا أَوْ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمًا وَ
كَافِرُونَ كَيْفَ تَعْلَمُونَ
توان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کرے ہیں۔ اور
بَيِّنَاتٍ تَدَّاهُرُّمُ رُكْعًا مَجْتَمِعًا يَتَّبِعُونَ
فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرَضُوا نَاطِقًا
کبھی سجدہ کرے ہیں، خدا کے فضل اور خوشنودی
کی طلب گاری میں لگے ہیں۔
(فتح ۴)

اور خدا کا فرمان ہے :-

أَذَلَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ
عَلَى الْكَافِرِينَ (مائدہ ۸۴)

مسلمانوں کے ساتھ نرم اور کافروں کیساتھ
کڑے ہیں۔

اور اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمرؓ کی ولایت و امارت کا مل تھی، اور ولایت کے معاملات کا مل طریقہ پر انجام پاتے ہے، اور اعتدال قائم رہا۔ اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ دونوں اپنی اپنی جگہ دو بار سوچھے جاتے تھے، ایک نرم دل نرم خو تھے، دوسرے سخت دل اور سخت طبیعت تھے، اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان دونوں کی شان میں فرمایا:-

اِقْتَدُوا بِاَلَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ - میرے بعد تم ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنا۔

چنانچہ اہل روادے کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے شجاعت قلب کا ایسا مظاہرہ ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی حیران تھے، اور اس کی امید قطعاً نہیں رکھتے تھے، اور تمام صحابہ کرامؓ بھی اس سے بے خبر تھے، اور کہتے تھے صرف زکوٰۃ سے انکار کرنے پر آپ جہاں کیسے کرتے ہیں۔

پس اگر امانت وغیرہ کی ولایت اور امارت ہے، اور شدید وسخت آدمی کی ضرورت ہے تو شدید وسخت آدمی کو مقدم رکھا جائے، مثلاً مال کی حفاظت وغیرہ میں سخت آدمی کی ضرورت ہے، لیکن مال نکلوانا اور اس کی حفاظت کے لئے ثوت اور امانت کی ضرورت ہے اور اس لئے قوی اور سخت امیر و والی کی ضرورت ہے، کہ اس کی طاقت سے مال وصول کیا جاسکے، اور امین کا تب و منشی کی ضرورت ہے کہ ان کی قابلیت سے مال محفوظ رہے، اور مال کی حفاظت ہو سکے، اور یہی حال و حکم ہے، امارت جنگ کا صاحب علم و دین کے مشورے سے امیر جنگ سپہ سالار قائم کیا جائے، اور یہ مرد و مصلحتیں ملحوظ رکھی جائیں اور یہی حال و حکم تمام ولایتوں اور ہمت کی امارتوں کا ہے۔

اگر ایک آدمی سے مصلحت امارت پوری نہ ہو سکے تو دو یا تین یا زیادہ آدمی رکھے جائیں، اور ترجیح اصح کو دی جائے، اور متعدد والی، گورنر اور سردار مقرر کئے جائیں، جب ایک سے کام انجام نہ پاتا ہو، بہر حال اصح کو مقدم رکھا جائے۔

اور ولایت قضا کے لئے علم اوسع، اور کفار کو مقدم رکھا جائے، اور اگر ایک علم ہے اور دوسرا اوسع صاحب تقویٰ تو غور کیا جائے کہ اوسع کی خواہش اور علم کا اشتباہ حکم کے ظہور اور حکم کے اشتباہ میں خلل انداز تو نہیں ہے، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے:-

اِنَّ تَعَالَىٰ بَصِيْرًا قَدْ كُوِّدَتْ

رکھتا ہے درد و شبہات کے وقت، اور شبہات کے حلول کے وقت عقل کو محبوب رکھتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَجِبُ الْبَصِيْرَ النَّاقِدَ

عِنْدَ وُرُوْدِ الشُّبُهَاتِ وَيَجِبُ الْعَقْلَ عِنْدَ حُلُوْلِ الشُّبُهَاتِ -

اور کفار کے مقابلہ میں ان کو مقدم رکھا جائے گا۔ اگر قاضی کو والی حرب، امیر جنگ یا والی عامر کی تائید حاصل ہے، تو قضا کے لئے علم اور ادراغ کو ترجیح دی جائے گی، قاضی علم اور قاضی ادراغ کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور اگر علم و ادراغ کے مقابلہ میں قوت و اعانت کی ضرورت زیادہ ہے۔ تو کفار کو مقدم رکھا جائے۔ کیونکہ قاضی مطلق کی شرط یہی ہے کہ وہ عالم، عادل اور نفاذ حکم پر قادر ہو، اور قضا پر یہ موقوف نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے ہر والی کے لئے ایسا ہی ہونا چاہئے، پس مذکورہ صفات و اوصاف میں سے کسی صفت کسی وصف میں بھی نقصان ہوگا۔ تو اس کی وجہ سے خلل واقع ہونا ضروری ہے، اور کفایت جس قسم اور جس طرح کی بھی ہو، قہر و غضب کی ہو، یا احسان و رغبت کی، بہر حال کفایت کی ضرورت ہے۔

بعض علماء سے پوچھا گیا کہ قضا کے لئے کوئی آدمی نہیں ملتا۔ اور ملتا ہے تو ایسا کہ عالم فاسق ہے، یا جاہل دیندار، ان دو میں سے کسے ترجیح دی جائے۔ انہوں نے جواب دیا، اگر غلبہ فساد کی وجہ سے دین میں خلل واقع ہو رہا ہے تو دیندار کو مقدم رکھا جائے اور غفلت احکام کی وجہ سے دین میں خلل واقع ہو رہا ہے تو عالم کو مقدم رکھا جائے، اور اکثر علماء دیندار کو مقدم رکھتے ہیں، کیونکہ تمام اللہ دین کا اس پر اتفاق ہے کہ متولی، امیر ایسا شخص ہو جو عادل اور شہادت کا اہل ہو۔

اور شرط علم میں اختلاف ہے کہ کس قسم کا متولی امر ہونا چاہئے؟ آیا وہ مجتہد ہو، یا مقلد؟ یا امش فلا مش کہ جیسا آدمی مل جائے مقرر کر لیا جائے۔ اس مسئلہ میں بحث و کلام کے لئے دوسری جگہ ہے۔ یہاں اس کا موقع نہیں ہے، بہر حال غیر اہل کو متولی امر بنانا ضرورت کے لئے جائز ہے، اور اصلاح کے موجود ہوتے ہوئے بھی جائز ہے، حالات کی اصلاح کا خیال رکھنا فرض ہے، تاکہ ولایت امر اور امارت کی رعایا اور عامۃ الناس کو ضرورت ہے وہ پوری ہو جائے، جس طرح کہ محسوس تنگ دست کے لئے یہ ضروری ہے کہ فرض اور دین ادا کرنے کے لئے کوشش کرے، لیکن فی الحال اس سے اسی قدر کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے جس قدر ادا کرنے کی اس کو توفیق ہو، اور جس طرح کہ جہاد کی تیاری کے لئے قوت اور گھوڑے باندھنے کا حکم ہے، لیکن عجز و بے بسی کے وقت ساقط ہو جاتا ہے۔ اور حسب استطاعت جو کچھ میسر آئے کہ نافرمان ہے، اور ضروری ہے کہ جس قدر واجب و

فرض ہے اُسے پورا کیا جائے، بخلاف حج اور دوسری عبادتیں کہ ان میں یہ حکم نہیں ہے۔ بلکہ حج وغیرہ اس پر فرض ہے جو۔

مَنْ اسْتَطَاعَ الْكَيْدَ سَبَّحًا (آل عمران ع ۱۰۷) جس کو اس تک پہنچنے کا مقدور ہو۔
یہ فرض نہیں ہے کہ وہ استطاعت و قدرت پیدا کرے، کیونکہ حج واجب ہی اس وقت ہوتا ہے جب استطاعت موجود ہو۔ استطاعت پیدا کرنا اس پر فرض نہیں ہے۔

چوتھی فصل کے مضامین

اصلاح کی پہچان، مقصود و ولایت، مقاصد و وسائل کی معرفت، مقصد ولایت دین کی اصلاح، جمعہ اور جماعت کا قیام، اور مخلوق کی دینی اصلاح، حضرت عمر بن الخطابؓ فرمایا کرتے تھے میں تمہارے پاس عمال اس لئے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں تمہارے رب کی کتاب، اور نبی کی سنت سکھائیں اور دین کو جاری اور باقی رکھیں۔

اس باب میں اہم ترین چیز اصلاح کی پہچان ہے، اور مقصد ولایت و حکومت اور طریق مقصود کی پہچان سے اصلاح کی پہچان ہوتی ہے، جب تمہیں مقاصد و وسائل کی پہچان ہو جائے گی تو سمجھ لو اس کام کو تم نے پوری طرح سمجھ لیا۔

جب بادشاہوں، اور سلاطین پر دنیا غالب آگئی، اور دین چھوڑ دیا تو ان کی ولایت و سلطنت میں ایسے لوگوں کو مقدم رکھا گیا جو ان کے مقاصد کو پورا کریں، جو شخص اپنی ذات کے لئے ریاست کا طالب تھا، اس نے اس کو مقدم رکھا جو اس کی ریاست کو قائم رکھے، اور سنت نبویؐ یہ تھی کہ امر اور حرب جو سلطان کے نائب اور جوج و لشکر کے سپہ سالار ہیں وہ مسلمانوں کی نماز جمعہ اور جماعت پڑھائیں۔ اور انہیں خطبہ دیویں۔ اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کے لئے آگے کھڑا کیا تھا، اور اسی لئے مسلمانوں کی امارت حرب اور سپہ سالاری وغیرہ میں انہیں کو مقدم رکھا گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو امیر حرب سپہ سالار لشکر بنا کر بھیجتے تھے تو سب سے پہلے اسے نماز جماعت پڑھانے کا حکم فرماتے تھے، اسی طرح جب کسی کو کسی شہر کا عامل بنا کر بھیجتے تھے تو اسے جماعت سے نماز پڑھانے کا حکم فرماتے، مثلاً عتاب بن اسیرہ کو مکہ معظمہ کا حاکم بنا کر بھیجا، اور عثمان بن ابی العاص کو طائف کا حاکم بنا کر بھیجا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم بنا کر بھیجا، اور عمر بن عزمہ کو خیران کا حاکم بنا کر بھیجا، تو یہ آپ کے نائب ہی جماعت کی نماز پڑھایا کرتے تھے، اور حدود وغیرہ بھی یہی لوگ قائم کرتے تھے، اور امیر الحرب جو بیا کرتے تھے یہ بھی کرتے تھے، اس کے بعد آپ کے حلفاء نے بھی یہی کیا۔

ہوا میرے کے بادشاہوں، اور بعض عباسیوں نے بھی یہی کیا، اور یہ اس لئے کیا سب سے زیادہ اہم دین کے ہانے میں نماز اور جہاد ہے، اور یہی وجہ ہے جو اکثر احادیث نبویہ میں نماز اور جہاد کو ساتھ ہی ساتھ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ جب آپ کسی مریض کی عیادت کو جاتے تو کہا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ لَيْثُ هِدَالِكِ
صَلَاةٌ وَيُكَوِّلُكَ عَدُوًّا
میں طحڑی دیکھے، اور تیرے دشمن کا مقابلہ کیسے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو مین بھیجا تو آپ نے فرمایا:

يَا مَعَاذُ اِنَّ اَهْمَرَ اَمْرٍ عِنْدِي
الصَّلَاةُ
میرے نزدیک نماز ہے۔

اور حضرت عمر بن الخطابؓ اپنے عمال اور گورنروں کو لکھا کرتے تھے:

اِنَّ اَهْمَرَ اُمُورِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ
فَمَنْ حَافِظًا عَلَيْهَا وَحَفِظَهَا حَفِظَ دِينَهُ
وَمَنْ ضَلَّعَهَا كَانَ سِوَاهَا مِنْ شَمَلِهِ
اَشَدُّ اِضَاعَةً
میرے نزدیک تمہارے لئے اہم ترین چیز نماز ہے، جو شخص اس کی محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی، اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو نماز کے مواد دوسرے اعمال کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔

اور اس لئے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

- الصَّلَاةُ عِبَادَةُ الدِّينِ - نماز دین کا ستون ہے۔

جب متولی امر اس ستون کی حفاظت کرے گا تو نماز اسے فحشا اور منکرات سے بچائے گی۔ اور دوسری طاعات و عبادات میں صحیح و مدوکار سہوگی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ
وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ
اور صبر اور نماز کا سہارا پکڑو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔
نماز شاق ہے، مگر ان پر نہیں جو خاک ہیں۔
(بقرہ ع ۵)

اور فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا
میں لو! تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے

لَعَنَ الصَّلَاةَ النَّبِيُّ

تو اس کے مقابلہ کے لئے صبر و بردباری سے مدد لو۔
بیشک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ
الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتا ہے۔

اے پیغمبر اپنے گھروالوں پر طمانی تاکید رکھو اور
خود بھی اس کے پابند رہو، تم سے کچھ روزی تو
طلب کرتے نہیں بلکہ تم روزی دینے میں اور انجام
بخیر تو بڑے بیزارگاری ہی کا ہے۔

وَ اَمْرًا هَلَكْتُ بِالصَّلٰوةِ وَ
اصْطَبِرْ عَلَيَّهَا لَا نَسْتُلِكَ رِزْقًا مِّنْ
تُرْزُقْنَا مَا وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝

رُطَب ۱۸ ع

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور تم نے جنوں اور انسانوں کو اسی غرض سے پیدا
کیا ہے کہ ہماری عبادت کیا کریں، ہم ان سے کچھ روزی
کے تو خواہاں ہیں نہیں، اور نہ اس کے خواہاں ہیں کہ ہم
کو کھلائیں، اللہ خود بڑا روزی دینے والا۔ قوت
والا زبردست ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا
لِيَعْبُدُوْنِ مَا اَرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ
وَمَا اُرِيْدُ اَنْ يُطْعَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
الَّذِيْ ذُو الْقُوَّةِ الْمَبِيْنُ ۝

نور بات ع ۱۳

۷۰۱۱ پس معلوم ہوا کہ ولایات و امارات اصل مقصد و مخلوق خدا کی خدمت و اصلاح ہے۔ اور
جب دین کو لوگ چھوڑ دیں گے تو سخت ترین گھانا گھائیں گے، اور جو نبوی نعمتیں ان کو دی
گئی ہیں ان کو قطعاً مفید اور نفع بخش نہ ہوں گی، اور بس دنیا سے ان کو دینی اصلاح حاصل ہوتی
ہے وہ چھوڑ گئے۔

سب دنیا سے ان کو دینی اصلاح حاصل ہوتی ہے، وہ دوستی ہے، ایک یہ کہ مال کو مستحق
لوگوں میں تقسیم کر لیا جائے، دوسری یہ کہ زیادتی اور نا حق لینے والوں کو عقوبت اور سزا دی جائے،
تیسرے جو آدمی تعدی اور زیادتی نہیں کرتا تو سمجھ لو اس نے اپنے دین کی اصلاح کر لی، اور اسی لئے
خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ فرمایا کرتے تھے۔

میں اپنے اعمال و گونہ تمہاری طرف اس لئے
بھیجتا ہوں کہ وہ تم کو تمہارے رب کی کتاب اور
نبی کی سنت سکھائیں اور تم میں تمہارا دین باقی
اور قائم رکھیں۔

اِنَّمَا بَعَثْتُ عُمَالِيْ اِلَيْكُمْ
لِيُعَلِّمُوْكُمْ كِتٰبَ رَبِّكُمْ وَ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ
وَلِيُقِيمُوْا بَيْنَكُمْ دِيْنََكُمْ

پس اس وقت جبکہ رعیت بھی من و جہر بگڑ گئی ہے، اور مدعی بھی من و جہر بگڑ چکے ہیں، اور اس کی وجہ سے تمام امور و مردم برہم ہو گئے تو ان کی اصلاح بھی دشوار ہے، پس جو مدعی حسب امکان لوگوں کے دین اور دنیا کی اصلاح کرے گا۔ وہ اپنے زمانے میں سب سے بہتر و افضل اور افضل المجاہدین ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

يَوْمَ مِنْ أَمَّا هِرْ عَادِلِي أَفْضَلُ
مِنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً
امام عادل کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اور سنا امام احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:-

أَحَبُّ أَلْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ إِمَامٌ
عَادِلٌ - وَأَبْغَضُهُمْ إِلَيْهِ إِمَامٌ
مُجْرِمٌ
مخلوق میں سب سے زیادہ خدا کو محبوب امام عادل ہے، اور خدا کے نزدیک مجرم ترین آدمی ظالم امام ہے۔

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

سَبَّحَهُ يَظْلُمُهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ
لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ - إِمَامٌ عَادِلٌ - وَشَابَةٌ
نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ - وَرَجُلٌ قَلْبُهُ
مُعْتَقٌ بِأَمْسِ سَجْدٍ إِذْ خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى
يَعُودَ إِلَيْهِ - وَرَجُلَانِ تَحَابَّ فِي اللَّهِ
إِجْتِمَاعًا عَلَى ذَرَبِكٍ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ
وَرَجُلٌ ذَكَرَ لِلَّهِ خَالِيًا فَفَاضَتْ
عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ
مَنْصَبٍ وَجَمَالَ إِلَى نَفْسِهَا - قَالَ
إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ
وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ
فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ
مَا تَصَدَّقَ بِمِثْلِهِ (متفق علیہ)

سات آدمی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں رکھے گا جبکہ خدا کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا، امام عادل اور جو ان آدمی جو عبادت میں اپنا وقت گزارتا ہے، اور وہ آدمی جس کا قلب مسجد سے لگا ہوا ہے جب مسجد سے نکلتا ہے تا آنکہ وہ پھر لوٹ کہ مسجد میں پہنچے، اور وہ دو آدمی جن کی دوستی محض خدا کے واسطے ہے، دوستی کی وجہ سے وہ ملتے ہیں اور دوستی کی وجہ سے جدا ہوتے ہیں، اور وہ آدمی جو فاضل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے، اور آنکھوں سے آنسو بہاتا ہے اور وہ آدمی جس کو کسی صاحب منصب و جمال عورت نے نفس پرستی کیلئے بلایا، اور اس نے کہہ دیا میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں

اور وہ آدمی جو خیرات دلیوے اور اسکو چھپائے
تو آنکہ اس کا داہنا ہاتھ تخریب کرتا ہے تو اسکا
بایاں ہاتھ نہیں جانتا۔

اور صحیح مسلم کے اندر عیاض بن حماد رضی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا:۔

أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ سُلْطَانٌ
مُتَّقِيٌّ - وَرَجُلٌ رَجِيَ عِرْقِي مِنَ الْقَلْبِ
بِحَقِّ ذِي قُرْبَىٰ وَمُسْلِمٌ وَرَجُلٌ غَنِيٌّ
عَفِيفٌ مُتَصَدِّقٌ .

تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، عادل سلطان اور جو
رحمدل رفیق القلب سے ہر فراقتدار اور ہر مسلمان پر
رحم کرتا ہے، اور وہ آدمی جو غنی اور باعفت ہے
اور خیرات کرتا ہے۔

اور سنن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

أَلْشَّاعِي عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ
كَأَنَّهَا جَاهِدِي سَبِيلِ اللَّهِ .

اللہ کیلئے جو صدقہ و خیرات کی کوشش کرتا ہے
وہ جہاد فی سبیل اللہ کی مانند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم فرمایا تو فرمایا

وَمَا يَتْلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَتَكُونُ فِتْنَةٌ
وَيَكُونُوا الدِّينَ لِلَّهِ (بقرہ ۲۴)

اور وہاں تک ان سے لڑو کہ ملک میں فساد
باقی نہ رہے، اور ایک خدا کا دین چلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آدمی کبھی شجاعت
و کھانے کو جنگ کرتا ہے، کبھی حیرت کی وجہ سے، اور کبھی ریا، اور دکھاوے کے لئے تو ان میں
سے کونسا فی سبیل اللہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةً لِلَّهِ
هِيَ الْعُلْيَا فَرُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ .
(انحراف فی الصحیحین)

جو اس لئے جنگ کرتا ہے کہ کلمہ خداوندی
بلند ہو۔ وہ سبیل اللہ ہے،

پس معلوم ہوا کہ جہاد کا مقصد بھی یہ ہے کہ سب کا سب اللہ کا دین ہو، اور کلمہ خداوندی
بلند ہو۔ اور کلمہ اللہ ایسا جامع اسم ہے جو کتاب اللہ پر بھی مشتمل اور متضمن ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ
تَحْقِيقِ بِيَمْنِ نَافِعِينَ لِكُلِّ كَلِمَةٍ

وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید ع ۳)

معموے کے رکھنے اور انکی معرفت کتابیں اتاریں اور نیز توڑو تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

رسولوں، پیغمبروں کو بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں قسط و عدل قائم کریں، اس کے بعد خلا فرماتا ہے۔

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْ فَجَعِلْنَا فِيهِ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَرُسُلُهُ بِالْغَيْبِ (حدید ع ۳)

اور ہم نے لوہا پیدا کیا، اس میں بڑا خطرہ ہے اور اس میں لوگوں کے فائدے بھی ہیں، اور ایک غرض یہ بھی ہے کہ اللہ ان لوگوں کو معلوم کئے جنہوں نے اللہ کو دیکھا نہیں، اور پھر بھی اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔

پس جو شخص کتاب اللہ کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرے اسے لوہے سے سیدھا کیا جائے۔ اسی لئے کہ دین کا قوام، دین کی مضبوطی اور پائیداری مصحف کتاب اللہ اور سیف و شمشیر ہوتی ہے۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ اَنْ تَضْرِبَ بِهَذَا - یعنی ہم تلوار سے اسے ماریں جو تیرا آن سے منہ موڑیں۔

پس جبکہ مقصود یہ ہے تو اقرب فالاقرب طریقے سے مقصود حاصل کیا جائے، اور ایسے دو آدمیوں کو دیکھا اور جانچا جائے کہ اقرب الی المقصود دونوں میں سے کون ہے؟ جو دونوں میں اقرب الی المقصود ہو اسے ولی امر اور امیر مقرر کیا جائے۔

پس اگر صرف ولایت و امامت ہے تو ایسے شخص کو مقدم رکھنا چاہئے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم رکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

يَوْمَ مَرَّ الْقَوْمُ أَقْدَمَهُمْ بِلِقَاءِ اللَّهِ - فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمَهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمَهُمْ هَجْرَةَ

قوم کی امامت وہ کرے جو زیادہ قرآنہ جاننے والا ہو، اگر قرآنہ میں سب برابر ہیں تو سنت کو جاننے والا امامت کہے، اگر سنت جاننے میں سب برابر ہیں تو امامت وہ کرے

جو ہجرۃ میں مقدم ہے، اگر ہجرۃ میں تمام
بلاہر ہیں تو زیادہ عمر والے کو امام مقرر کرنا
چاہئے، اور کوئی آدمی اس کی حکومت میں امامت
نہ کرے، اور اس کی عزت کی جگہ اس کی اجازت
کے بغیر نہ بیٹھے،

فَاِنَّ كَاثِرًا مِّنَ الْهٰجِرَةِ سَوَاؤُنَا قَدْ اٰمَنَّا
سَيِّئًا - وَلَا يُوْمِنُ الرَّجُلُ فِي
سُلْطٰنِيْهِ - وَلَا يَجْلِسُ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ
اِلَّا بِاِذْنِهِ -
(رواہ مسلم)

جب دو آدمی بلاہر ہیں، اور دونوں میں سے کسی ایک کا اصلح ہونا معلوم نہ ہو سکے تو قرعہ
ڈالنا چاہئے جس طرح کہ سعد بن ابی وقاص نے جنگ قادسیہ کے موقع پر کیا تھا، لوگ
باہم مشاجرہ اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے، کہ اذان ہم کہیں گے اور بہت سے آدمی اپنا
استحقاق جتانے لگے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اتباع
کی گئی کہ:-

اور لوگ اذان کی حقیقت اور صف اول
کا ثواب سمجھ لیں، تو اذان اور صف اول کیلئے
قرعہ ڈالنے کی ضرورت پڑے تو قرعہ ڈالیں مگر
ہاتھ سے نہ جالے دیں۔

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْبَيْتِ
وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ لَشَرُّوا يَحْدًا وَاِلَّا
اَنْ يَسْتَهْتُوا عَلَيْهِمْ لَاسْتَهْتُوا -

جب وجہ تفریح مخفی ہو تو قرعہ ڈالے، ایسا کر لیا تو متولی امر نے حق امامت ادا کر
دیا، اور اس کی ولایت مستحق و حقدار کو پہنچا دی۔

پانچویں فصل کے مضامین

امانتوں کی دوسری قسم مال ہے، اور یہ دیون خاصہ و عامہ، و وصیت، شریعت، توکل، مضاربت، یتیم کے مال، اور وقف وغیرہ پر مشتمل ہے اور صدقہ، خیرات، فہرار کو مسکینوں کو، اور عاملین، مولفۃ القلوب کو، غلام آزاد کرانے میں، قرضداروں کو دینا، اللہ کی راہ میں دینا وغیرہ کو شامل ہے۔

امانتوں کی دوسری قسم مال سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا جیسا کہ قرض اور دین کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا
فَلْيُؤَدِّ الَّذِي أُؤْتِيَ مِنْ أَمَانَتِهِ
وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ۔
(بقرہ ۲۸۳)

پس اگر تم میں سے ایک دوسرے کا اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اس کو چاہئے کہ قرض دینے والے کی امانت کو ادا کرے، اور خدا سے جو اس کا کارساز ہے ڈرے۔

اس قسم میں اعیان، دیون خاصہ و عامہ، مثلاً و یتیمیں، اور شریک، توکل، مضارب، یتیم کا مال، وقف، بیعات، کی قیمت ادا کرنا، قرض، عورنوں کے مہر، منافع کی اجرتیں وغیرہ شامل ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا
إِذْ أَخْرَجَهُ الشَّرُّ جَزُوعًا وَآدَامَتُهُ
أَخْيَرُ مَنُوعًا إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ
هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ حِرَدٌ ابْتِمُونَهُ وَالَّذِينَ
بِئْتَمُوا بِهَجْرٍ حَقٍّ مَعْلُومٍ لِّلْسَائِلِ
وَالْمَكْرُومِ إِلَى قَوْلِهِ۔ وَالَّذِينَ

بیشک انسان بے ہراس پیدا کیا گیا ہے جب اس کو نقصان پہنچتا ہے تو گھبرا اٹھتا ہے، اور جب اس کو فائدہ پہنچتا ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر جو نماز گزار ہیں وہ اپنی نازلوں کو کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتے اور جب تک مالوں میں مزہ بھور کر مانگنے والے اور نہ مانگنے والے دونوں کا حصہ معین ہے، خدا کے اس فرمان تک

لے امانتیں دو قسم کی ہیں ایک کی تشریح پہلی فصل میں ہو چکی، دوسری قسم کی تشریح اس فصل میں کی جا رہی ہے (ابوالاعلاء)

اور جو اپنی تحویل کی امانتوں کا اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں۔

مَا نَأْتِيهِمْ وَعَهْدُهُمْ رَاعُونَ ه
(معاہج ع ۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے کتاب برحق تم پر نازل کی ہے، کہ جیسا تم کو خدا نے بتا دیا ہے اسکے مطابق لوگوں کے باہمی جھگڑے چکاویا کرو۔ اور دعا بازوں کے طرف دار نہ بنو۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا ه
(نساء ع ۱۶)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

تمہارے پاس جس نے امانت رکھی ہے تو اسے تم سے دو، اور تمہارے ساتھ کوئی خیانت کرے تو تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

إِذَا أَلَمْنَا نَفْسًا إِلَىٰ مَنِ اتَّخَذَتْ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ ه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

مومن وہ ہے جسے مسلمان امین سمجھیں خون کے ہاتھ میں اور مال کے ہاتھ میں، اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو سنا، امتی ملے، اور مجاہدہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس سے رک جانے اور مجاہدہ ہے جو ذات خداوندی کیلئے اپنی جان سے جہاد کرے۔

الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَ الْمُسْلِمُونَ عَلَىٰ ذِمَّتِهِمْ وَأَمْرًا مِّنْ سَلْمٍ أَوْ مَسْلَمٍ مِّنْ سَلْمٍ أَوْ مَسْلَمٍ مِّنْ سَلْمٍ وَيَدَايِهِ - وَأَلْمَهُمْ جَزْمٌ مِّنْ حَجْرٍ عَمَّا نَهَىٰ اللَّهُ عَنْهُ - وَأَلْمَجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي ذِمَّتِ اللَّهِ ه

یہ حدیث صحیح ہے، حدیث کے بعض ٹکڑے بخاری اور مسلم کے اندر ہیں۔ اور جہاں سنن

ترمذی کے اندر۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو لوگوں کا مال اس ارادہ سے لیتا ہے کہ اسے ادا کروں گا، تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کر دیتا ہے، اور جو اس ارادہ سے لیتا ہے اسے تلف کر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے تلف کر دیتا ہے۔

مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا إِذَا هَا اللَّهُ عَنْهُ - وَمَنْ أَخَذَهَا يُرِيدُ إِتْلَاقَهَا اتْلَفَهُ اللَّهُ ه
(رواہ البخاری)

(رواہ البخاری)

اللہ تعالیٰ نے ان امانتوں کے متعلق فرض کیا ہے جن پر کسی حق سے فیصلہ کیا گیا ہے، اور تنبیہ فرماتا ہے کہ جب اس میں غضب یا چوری کی گئی ہو، یا خیانت وغیرہ ہوئی ہو یا کسی ہتتم کا ظلم ہوا ہو۔ تو ان کا ادا کرنا فرض ہے، اسی طرح عاریت اور استعارہ چیزیں بھی واپس کرنا فرض ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا ہے۔

عاریتہ لی ہوئی چیز واپس کی جائے اور اونٹ
 وَالْعَارِيَةَ مَوْدَاةً وَأَلْفَ مَهْرٍ مَّوَدَّةً
 وَالذَّيْبُ مَقْضًى وَالزَّعِيمُ غَائِرٌ
 اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ
 فَلَا وَجِيهَةَ لِلْاُوْبِيَّةِ۔

کا بچہ جس کیلئے مخصوص کیا گیا ہو اسے دیدیا جائے،
 اور قرض ادا کر دیا جائے، اور زعیم وقائد پر جو لازم
 ہے ادا کرے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب
 حق کو اسکا حق دیدیا پس رٹ کیلئے وصیت نہیں ہے۔

اس قسم میں والیان امر، والیان ملک، اور رعیت سب شامل ہیں، والیان امر، والیان ملک اور رعیت دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے پر جو واجب ہے اسے ادا کریں، پس سلطان اور نائبین سلطان کا فرض ہے کہ وہ عطا میں کوتاہی نہ کریں، اور مستحقین، حقداروں کے حقوق پورے پورے دیں، اور اہل دیوان کا فرض ہے کہ وہ سلطان کو وہ حصے دیں جس کا دینا ان پر فرض کیا گیا ہے، اسی طرح رعیت پر فرض ہے کہ ان پر جو حقوق لازم کئے گئے ہیں ادا کر دیں، اور رعیت کے لئے یہ جائز نہیں کہ والیان ملک سے وہ ایسا مطالبہ کرے جس کا ان کو حق نہیں دیا گیا۔ اگر یہ مطالبہ کریں گے تو اس خداوندی حکم کے ماتحت آجائیں گے۔

وَمَنْ هُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي
 الصَّدَقَاتِ فَاِنْ اَعْطَوْا مِنْهَا فَرَّطُوا
 وَاِنْ كَرِهْتَ اَعْطَوْا مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْتَحْطُونَ
 وَكُتِبَ عَلَيْهِمُ الْمَقْدُورُ مِمَّا تَأْتَوْنَ بِهِمْ
 وَلَوْ اَنْهَضْتُمْ عَلَيْهِمُ الْمَقْدُورَ
 وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِنَا
 اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ اِنَّا اِلَى
 اللّٰهِ رَاغِبُونَ ه اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ
 لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ
 عَلَيْهَا وَالْمَوْلَاتِ قُلُوبُهُمْ حُرُوفِي

اور بے پیغمبران میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ
 خیرات میں تم پر الزام لگاتے ہیں، پھر اگر ان کو اس میں
 سے دیا جائے تو خوش ہو رہیں، اور اگر اس میں سے
 ان کو نہ دیا جائے تو غوراً ہی بگڑ بیٹھتے ہیں، اور جو
 اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے ان کو دیا تھا
 اگر یہ اس کو خوشی سے لیتے اور کہتے کہ اللہ تم کو
 بس کرتا ہے، اور اب نہیں دیا تو کیا ہے، آگے کو
 اپنے کرم سے اللہ اور اس کا رسول تم کو دینگے تم تو اللہ
 ہی سے لو لگائے بیٹھے ہیں، خیرات تو بس فقیروں کا

حق ہے اور محتاجوں کا، اور ان کارکنوں کا جو خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں اور ان لوگوں کا جتنکے دلوں کا پر جانا منظور ہے اور نیز قید و غلامی سے غلاموں کی گردنیں چھڑانے میں، اور قرضداروں کے قرضے میں اور خدائی راہ میں، اور مسافروں کے زادراہ میں یہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے ہیں، اور اللہ خوب جاننے والا بڑا باتدبیر ہے۔

الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَأَيْنِ السَّبِيلِ لَقَدْ بَيَّنَّ اللَّهُ
لِللَّهِ وَاللَّهُ عَدِيمٌ مَّحْسِبُهُ
(توبہ ع ۷۷-۸۰)

اور انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ دانی سلطان کے وہ حقوق جو ان لوگوں پر واجب ہیں روک لیں۔ اور نہ دیں، اگرچہ سلطان ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور یہ اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب دالیان ملک کے ظلم و جور کی شکایت کی گئی تھی فرمایا۔

أَدِّدُوا إِلَيْهِمُ الذُّلَى لَهُمْ فَاث
اللَّهُ سَأَلَهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ
اور حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بني اسرائيل کی سیاست انبیاء کرام کیا کہتے تھے جب کسی پیغمبر کی وفات ہوتی تھی دوسرے پیغمبر کو خلیفہ بنا لیتے، اور میرے بعد کوئی نبی و پیغمبر نہیں ہوگا، خلفا ہوں گے، اور بہت ہوں گے صحابہ نے عرض کیا ایسے وقت میں آپ ہمیں کیا حکم فرمائے ہیں آپ نے فرمایا تم اپنی بیعت کو پوری دیا متداری سے پورا کرو جس سے پہلے بیعت کی ہے اسے پورا کرو جو حقوق تم پر ہیں ان کو دے دو، رعایا کے حقوق اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ لے گا۔

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ
الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ
نَبِيٌّ. وَإِنَّكَ لَأَنْبِيٌّ بَعْدِي وَسَيَكُونُوا
خُلَفَاءَ. وَيَكْفُرُونَ قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا
قَالَ أَوْفُوا بِعَيْتِهِ الْأُولَىٰ فَا لَأُولَىٰ
تُعْرَأَ عَظْمُهُمْ حَقُّهُمْ. فَإِنَّ اللَّهَ
سَأَلَهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ
(صحیح بخاری و مسلم)

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرے بعد دولت و ثروت تم بہت دیکھو گے اور ایسے امور بھی دیکھو گے اور ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم نہ سمجھو گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسے وقت میں میں کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ان کے حقوق جو تم پر ہیں تم ادا کرو یا کرو، اور اپنے حقوق تم اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو۔

پس والیان مال کو کسی طرح حق نہیں پہنچتا کہ وہ مال کو اپنی خواہشات کے مطابق تقسیم کریں۔ جس طرح کہ مال کے مالک اپنا مال تقسیم کر لیتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں لیتے دیتے ہیں۔ کیونکہ والیان مال اس مال کے مالک نہیں ہیں بلکہ امین۔ نائب اور وکیل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنِّي وَاللَّهِ لَا أُعْطِي أَحَدًا وَلَا أَهْتَمُّ أَحَدًا إِلَّا لِمَا آتَانَا قِسْمٌ - أَصْحَابُ حَيْثُ أُهْرْتُ - (رواہ البخاری)

میں خدا کی قسم میں کسی کو دیتا ہوں، نہ کسی سے مال کو روکتا ہوں میں تو حقداروں پر ایسی طرح تقسیم کرتا ہوں جیسا کہ مجھے حکم کیا گیا ہے۔

غور کیجئے پیغمبر خدا رب العالمین کے رسول اور پیغمبر ہیں، لیکن فرماتے ہیں جینے اور نہ دینے میں اپنے الاداء کو کوئی دخل نہیں، اور تقسیم کرنے میں کسی قسم کا اختیار نہیں، جس طرح کہ مال کے مالکوں کو حق اور اختیار ہوا کہ تلے، ہر طرح اس میں تصرف کر سکتے ہیں، اور سلاطین شاہان دنیا بغیر کسی حق اور بغیر استحقاق کے جس سے محبت کرتے ہیں انہیں دیتے ہیں، اور جس سے ناراض ہوتے ہیں اسے محروم کر دیتے ہیں، بلکہ پیغمبر خدا خدا کے بندے ہیں، اور جہاں خدا کا حکم ہوتا ہے وہاں خرق کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر بن الخطابؓ بھی کیا کرتے تھے، کسی نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہا اگر آپ کچھ اپنے لئے وسعت کر لیا کریں تو بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے کے مال میں سے کچھ زیادہ لے لیا کریں تو اچھا ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا میری اور ان لوگوں کی مثال تمہیں معلوم نہیں ہے، ان کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ سفر کر رہے ہیں، ان لوگوں نے اپنا مال جمع کر کے ایک کے سپرد کیا کہ یہ مال ہمارے لئے مناسب طریقہ سے خرچ کرنا، تو کیا اس کے لئے جائز ہو گا کہ وہ اپنے لئے اس مال میں سے لے لیوے، اور جس طرح چاہے خرچ کرے؟

ایک مرتبہ خمس میں بہت سا مال حضرت عمرؓ کے پاس آیا، حضرت عمرؓ نے مال دیکھ کر بولے: انھوں نے امانتیں دے دیں خوب کیا، بعض حاضرین بولے: آپ امانت کو اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں تو لوگوں نے امانتیں آپ کو دے دیں، اگر آپ اس میں تردد برد کرتے تو یہ لوگ بھی خرید کر دیتے۔

اور سزاوار اور لائق یہ ہے کہ لوگ اس حقیقت کو سمجھیں کہ اولی الامر کیا ہے اور اسکی حیثیت کیا ہے، اولی الامر کی مثال بانڈر کی کسی ہے، بانڈر میں جیسا کرو ویسا لے لو، جیسے دام ویسا مال۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ فرمایا کرتے تھے، اگر تم صدق و صداقت برداری، عدل و انصاف، امانتداری کرو گے تو تمہیں اس کے بدلہ میں یہی چیزیں ملیں گی، اگر تم کذب و جھوٹ، ظلم و جور خیانت بددیانتی کرو گے تو تمہیں اس کے جواب میں یہی ملے گا، اسی لئے دلی امر، سلطان کا فرض ہے کہ حلال و طیب طریقہ سے حاصل کرے، اور جہاں حق جو وہاں خرچ کرے، اور مستحق، حقداروں کو محروم نہ کرے

حضرت علیؓ کو امر و جہم کو ایک مرتبہ، طلحہ بہرئی کہ آپ کے بعض نائب رعایا پر ظلم و جور کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

اللَّهُمَّ إِنِّي لَأَمْرٌ مَدْرَجٌ أَنْ يَظْلَمُوا
خَلْقَكَ وَلَا يَتَّقُوا حَقَّكَ
اے اللہ میں نے ان کو ظلم و جور کا حکم نہیں دیا،
نہیر اتق چھوڑنے کا حکم دیا ہے

چھٹی فصل کے مضامین

سلطانی مال جس کا کتاب و سنت میں ثبوت موجود ہے، مال تین قسم کا ہے، مال غنیمت، مال صدقہ و خیرات، مال فئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ چیزیں تمام انبیاء کے مقابلہ میں زیادہ دی گئی ہیں، تمہارے کمزوریوں کی وجہ سے تمہیں روزی اور نصرت ملتی ہے، مال غنیمت غائبانہ میں تقسیم کیا جائے، بنو امیہ، بنو عباس نے بھی ایسا کیا: وہ سلطانی مال جس کی اصل کتاب و سنت میں ہے، تین قسم کا ہے، مال غنیمت، مال صدقہ و زکوٰۃ، مال فئی، مال غنیمت وہ مال ہے جو کافروں سے قتال و جنگ کر کے لیا جائے، اس کا ذکر خدا نے سورۃ انفال میں کیا ہے، اور یہ سورۃ غزوہ بدر کے موقع پر نازل ہوئی ہے، خدا نے اس سورت کو انفال اس لئے کہا ہے کہ مسلمانوں کے مال میں زیادتی ہو رہی ہے، چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے پیغمبر! مسلمان سپاہی تم سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ مال غنیمت تو اللہ اور رسول کا ہے (الی قولہ) اور جان رکھو کہ جو چیز تم لڑائی میں لوٹ کر لاؤ، اس کا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا اور رسول کے قرابتداروں کا اور یتیموں کا، محتاجوں کا، اور مسافروں کا ہے۔

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ط قُلِ
الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ط اِلَى قَوْلِهِ
وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ
فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ
لِإِخْوِ الْقُرْبَىٰ - وَ لِأَيِّمَاتِكُمُ
وَ لِابْنِ السَّبِيلِ (الایۃ)

(انفال ازابتداء سورۃ تا ع ۵)

اور فرماتا ہے۔

تو جو کچھ تم کو غنیمت سے ہاتھ لگا ہے اس کو حلال طیب سمجھ کر کھاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا
طَيِّبًا وَ اَتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ (انفال ع ۶)

اور صحیح بخاری، اور مسلم کے اندر حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے، آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا:۔

أُعْطِيَتْ خُمْسًا. نَرُوعِطِيَهُمْ
نَبِيُّ نَبِيٍّ. نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةً
شَهْرٍ. وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا
وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي
أَدْرَكْتَهُ الصَّلَاةَ. فَلْيَصِلْ. فَأَجَلْتُ
لِي الْخَسَاءَ بِمَنْ. وَلَعَرَّتْ حِلِّي لِأَحَدٍ
قَبْلِي. وَأُعْطِيَتْ السَّفَاعَةَ. وَكَانَ
النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً
وَبُعْثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً.

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بُعِثْتُ بِالسَّفَاعَةِ بَيْنَ يَدَيِ
السَّاعَةِ. حَتَّى يُعْبَدُوا لِلَّهِ
وَحْدًا لَا شَرِيكَ لَهُ. وَجُعِلَ
رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رَحْمِي. وَجُعِلَ
الذَّنْكَ وَالصَّغَارُ عَلى مَنْ خَالَفَ
أَمْرِي. وَمَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ
مِنْهُمْ. (رواه احمد في المسند)

مجھے پانچ پیرزئی دی گئی ہیں، مجھ سے پہلے کسی
نبی کو نہیں دی گئیں، ایک یہ کہ ایک مہینہ کی مسافت
سے میرا رعب پڑتا ہے، اور مجھے فتح دی گئی ہے، اور
تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک کرنے کی جگہ بنائی
گئی، پس میری امت میں جسے کو نماز کا وقت آجائے
نماز پڑھ لیں، اور میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا
ہے، مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں تھا، مجھے شفاعت کا
حق دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے نبی اور پیغمبر نبی قوم کیلئے
بھیجے جاتے تھے اور میں تمام لوگوں کیلئے بھیجا گیا ہوں۔

میں قیامت کے قریب تلوار لیکر مبعوث ہوا
ہوں، تاکہ لوگ اللہ وحدہ کی عبادت کریں،
جس کا کوئی شریک نہیں، اور میرا رزق مجھ سے
کے سایہ کے نیچے گروانا ہے، اور جو میری مخالفت
کرے گا اس کے لئے ذلت و خواری ہے،
اور جو کسی قوم سے مشابہت کرے گا وہ
انہیں میں سے ہوگا۔

پس فرض ہے کہ مال غنیمت میں سے خمس، پانچواں حصہ نکال لیا جائے، اور اس
خمس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب خرچ کیا جائے، اور باقی کا مال غنمیں یعنی غنیمت
کا مال جمع کرنے والوں پر تقسیم کر دیا جائے، حضرت عمرؓ کا قول ہے وہ مال غنیمت ان
لوگوں کے لئے ہے جو جہاد میں شریک ہیں، اور وہ ایسے لوگ جو قتال و جہاد کے لئے
حاضر اور موجود ہیں، قتال و جنگ کریں یا نہ کریں، اور غنیمت کا مال تقسیم کرنے میں نہ کسی
کی ریاست و حکومت سے ڈرنا چاہئے، نہ خاندان و نسب کی افضلیت سے مرعوب ہونا
چاہئے، اور پورے عدل و انصاف سے تقسیم کر دینا چاہئے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے خلفا رکھیا کرتے تھے، چنانچہ صحیح بخاری کے اندر ہے، کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اور دن کے مقابلہ میں اپنے کو افضل و ادلی سمجھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
هَلْ تُنْصَرُونَ وَ تُدْرَقُونَ إِلَّا
بِصُعْقَابٍ كَثُورٍ
تم لوگوں کو نصرت اور رزق تمہارے
کمزوروں کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔

اور سنا احمد میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ ایک آدمی قوم کی حمایت و سرداری کی حیثیت سے لڑ رہا ہے تو اس کا حصہ دوسروں کے برابر ہی ہونا چاہئے؟ آپ نے فرمایا:۔
تَكَلَّمْتُكَ أُمَّتُكَ ابْنُ أُمِّ سَعْدٍ
لے ابن ام سعد تمہاری مال تم پر رونے
وَهَلْ تُدْرَقُونَ وَ تُنْصَرُونَ إِلَّا
بِصُعْقَابٍ كَثُورٍ
کیا تم کو رزق اور نصرت تمہارے کمزوروں
کی وجہ سے نہیں دی جاتی؟

چنانچہ دولت بنی امیہ، اور دولت بنی عباس میں مال غنیمت غامینہ غنیمت حاصل کرنے والوں پر تقسیم ہوتا رہا۔ جبکہ مسلمان روم اور ترکوں اور بربر کے خلاف جنگ و جہاد کرتے تھے، ہاں امام کے لئے یہ جائز ہے کہ کوئی خطر ناک اور اہم کام کوئی انجام دیوے، مثلاً بند قلعے پر چڑھ گیا، اور اس کی وجہ سے فتح و نصرت حاصل ہوئی، یا دشمنوں کے سردار پر ٹوٹ پڑا، اور دشمن کو شکست ہوئی، اس کے مثل کوئی دوسرا کام کیا تو اس کو نفل یعنی زیادہ دیوے کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے نفل دیا تھا، چنانچہ سریہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے علاوہ ایک بیع اور دیا تھا، اور غزوہ رجبہ میں خمس کے بعد ایک ثلث دیا تھا، اور اس نفل و اضافہ کے متعلق علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں، بعض کہتے ہیں یہ نفل اور زیادتی خمس کے مال میں سے دی جائے، اور بعض کہتے ہیں خمس کے پانچویں حصہ میں سے دی جائے، تاکہ بعض غامینہ کو بعض پر فضیلت و برتری نہ ہو سکے، اور صحیح ہے کہ خمس کے چوتھے حصہ میں سے نفل و زیادتی دی جائے۔ گو بعض لوگ افضل و برتری کیوں نہ ہوں، لیکن یہ نفل کسی دینی مصلحت کی بنا پر ہونا چاہئے۔ خواہش نفس کو اس میں دخل نہ ہو، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرتبہ مصلحت کی بنا پر نفل دیا ہے، اور یہی قول فقہاء رشام، اور امام ابوحنیفہ، امام احمد و غیرہ کا ہے، اور اسی قول کے مطابق کہا گیا ہے کہ بلا کسی شرط کے بیع و ثلث دیا جائے، اس سے زیادہ کیلئے

شرط لگائی جائے، مثلاً امام یاسپہ سالار لشکر یہ کہے کہ جو شخص فلاں قلعہ سر کرے گا، یا جو فلاں کامر لائے گا اس کو یہ یہ دیا جائے گا۔

اور بعض کہتے ہیں ایک ثلث سے زیادہ نفل نہ دیا جائے، ہاں شرط لگا کر دیا جاسکتا ہے، یہ ہر دو قول امام احمد و غیرہ کے ہیں۔

اور اسی طرح صحیح قول کے بموجب امام کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ یہ کہے جس شخص نے جو چیز نے لی وہ اس کی ہے، جیسا کہ غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا، لیکن یہ اس وقت جبکہ مصالحت راجح ہو، اور حصہ کی امید کم ہو۔

جب امام مال غنیمت جمع کرے، یا اسے تقسیم کرے تو کسی کو حق نہیں کہ اس میں کسی قسم کا غبن کرے، اور جو شخص غبن کرے گا قیامت کے دن اس کی پوچھ ہوگی، کیونکہ غنول اور غبن بھی خیانت ہے، نیز مال غنیمت میں ہنپ و غارتگری بھی جائز نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنپ و غارتگری کو روکا ہے۔

جب امام نے مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے عام اجازت سے دی کہ جس کے ہاتھ لگے وہ اس کا ہے، تو اس صورت میں تمس ادا کرنے کے بعد ایسا کرنا حلال و جائز ہے، اور اذن اجازت کے لئے کوئی خاص الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ جس طرح بھی اور جس طور پر بھی اذن و اجازت دی جائے وہ اذن و اجازت ہے، اور جب عام اذن و اجازت نہ دی گئی ہو، اور اس صورت میں کوئی شخص کچھ لے لیرے تو وہ قسمت اور حصہ میں آئے اتنی ہی مقدار عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنے ہوئے لے سکتا ہے۔

اگر امام نے مال غنیمت جمع کرنے سے روک دیا ہے، اور حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔ اور امام نے حالات کی بنا پر یہ طے کر لیا کہ وہ جو چاہے گا کرے گا۔ تو اس وقت دو قول متقابل ہوتے ہیں۔ تو دونوں قول چھوڑنے جا لیں۔ اور درمیانی راہ اختیار کی جائے، اس لئے کہ

وَبَيْنَ اللَّهِ وَسَطًا. اللہ کے دین کی راہ متوسط ہے۔ اور مال کی تقسیم میں عدل و انصاف یہ ہے کہ پیادہ کو ایک حصہ، اور سوار کے لئے جو عربی گھوڑا رکھتا ہے تین حصے، ایک حصہ اس کا اور دو حصے گھوڑے کے، جنگِ خیبر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

لے اذ تعارضاً تساقطاً جب دونوں متعارض ہوں تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔

بعض فقہاء کہتے ہیں سوار کو دو حصے دئے جائیں ایک حصہ اس کا، اور ایک اسکے گھوڑے کا مگر پہلا قول صحیح ہے، صحیح حدیث اس پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ گھوڑے کے ساتھ اس کا سانس وغیرہ بھی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے گھوڑا زیادہ امداد کا محتاج ہے، اور پیادہ کے مقابلہ میں سوار سے بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے،

بعض فقہاء، کا قول ہے عربی گھوڑے اور عجمی گھوڑے کو برابر حصہ دیا جائے، اور بعض کا قول ہے عربی گھوڑے کو دو حصے دئے جائیں اور عجمی کو ایک حصہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے مروی ہے، اور عجمی اس گھوڑی کو کہتے ہیں جس کی ماں نبطیہ ہو، اسے اردون بھی کہتے ہیں، بستری بھی کہتے ہیں۔ نھسی اور غیر خھی گھوڑے کا یہی حکم ہے۔ سلف امت اس گھوڑے کو جو کسی گھوڑے پر نہ کووا ہو، کچھ حیثیت سمجھتے ہیں، کیونکہ اس میں ثوت اور تیزی زیادہ ہوا کرتی ہے، اس کا کوئی صہیل نہیں ہے، اور اس کی رفتار بھی تیز ہوتی ہے۔

اگر مال غنیمت میں مسلمان کا مال ہے خواہ زمین ہو یا مال منقولہ اور تقسیم سے پہلے لوگ اسے جانتے بھی تھے، تو یہ مال اسے واپس کر دیا جائے، اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ مال غنیمت کے متعلق بہت سی تفریعات اور بہت سے احکام ہیں۔ اور بہت سے آثار اور اقوال سلف موجود ہیں۔ بعض متفق علیہ ہیں بعض میں اختلاف ہے، لیکن موقع اس کے بیان کا نہیں ہے۔ یہاں چند جامع جملے ہم نے پیش کر دئے ہیں۔

ساتویں فصل کے مضامین

صدقہ زکوٰۃ آٹھ قسم کے لوگوں کو دی جائے، دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی ضرورت ہے۔

صدقہ زکوٰۃ ان لوگوں کے لئے ہے، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ ایک آدمی نے آپ سے زکوٰۃ مانگی تو آپ نے فرمایا:-

انَّ اللّٰهَ لَمَّا يَرِىْ فِي الصَّدَاقَةِ تَقْسِيْمًا نَّبِيًّا وَلَا غَيْرِهِ دَلِيْلًا جَزَاةً ثَمَانِيَةَ اَجْزَاءٍ فَاِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْاَجْزَاءِ اَعْطَيْتُكَ اَٹھ قسمیں یہ ہیں:-

صدقہ وزکات کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی سے راضی ہے نہ غیر سے۔ بلکہ اس نے خود آٹھ قسم کے لوگوں میں تقسیم کر دی ہے۔ اگر تم ان آٹھ قسموں سے کسی میں ہو تو تم کو بھی دوں گا۔

۱- اَلْفُقَرَاءُ وَالْمَسٰكِيْنُ - فقراء اور مساکین ہیں۔ ان کو اس قدر دیا جائے جو انکی ضرورت و حاجت کے لئے کافی ہو، غنی مالدار کے لئے صدقہ زکوٰۃ جائز نہیں ہے، قوی طاقتور لگا کر کھا سکے اس کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

۲- وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهِمْ۔ اور عاملین زکوٰۃ، یہ صدقہ زکوٰۃ وصول کرنے والے، اس کو جمع کرنے والے، اس کی حفاظت کرنے والے، اس کے لکھنے والے وغیرہ تمام اس میں شامل ہیں۔

۳- وَالْمَوْلٰتِ قُلُوْبُهُمْ۔ تالیف قلوب کے لئے، اور ہم اس کا ذکر حال ہی میں کریں گے، وَفِي الْبُرْجَابِ۔ گردنیں آزاد کرنے کے لئے۔ مکاتب غلام آزاد کرنے، قید یوں کو چھڑانے، اور غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کی جائے، یہ قوی ترین قول ہے۔

۵- وَالْغَارِمِيْنَ۔ غارمین وہ لوگ ہیں جو قرضدار ہوں، اور کسی طرح وہ اس کو وفانہ کر سکتے ہوں۔ ان کو اتنا دیا جائے کہ ان کا قرض ادا ہو جائے۔ اگرچہ قرض بہت زیادہ کیوں نہ ہو ہاں اگر معصیت خداوندی کی وجہ سے قرض ہو گیا ہے تو جب تک وہ اس معصیت سے

تو بہ تذکرہ لیوے نہ دیا جائے۔

- ۴۔ **وَقِي سَبِيلِ اللَّهِ**۔ اور جو اللہ کی راہ میں ہیں انہیں دی جائے۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو غازی ہیں۔ جنہیں اللہ کے مال میں سے اتنا نہیں ملا۔ جو ان کو کافی ہو سکے۔ اور جہاد کر سکیں، تو ان کو اتنا دیا جائے کہ جہاد میں شرکت کر سکیں، یا پورا پورا جہاد و غزوہ کا سامان مثلاً گھوڑے، اسلحہ اور دوسرا خرچہ اور ہجرت ادا کر سکیں، اور حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔
- ۵۔ **وَأَمِّنَ السَّبِيلِ**۔ اور بن سبیل وہ آدمی ہے جو شہر بشار پھرا کرتا ہے۔

سُطُوں فَصَل كَ مَضَامِين

مالِ نَبِي كَسَ كَيْتَ هِي اِس كَا مَصْرَفُ كِيَا هَي ۛ عَهْدُ نَبَوِي مِيں مَعَالِ كَا
كُوْنِي دِيَوَانُ دَفْتَرِ نَبِيں تَحْتَا۔ نَهْ حَضْرَتِ اَبُو بَكْرٍ صَدِّيقِ كَ زَمَانَه مِيں تَحْتَا۔
حَضْرَتِ عُمَرُ رَضِيَ كَ عَمْرُه مِيں جَوْبِ فَتَوَاتِ هُوْنِيَا، اُوْر بَ شَمَارِ مَعَالِ دِ
دَوْلَتِ اَنَے لُكِي تُو حَضْرَتِ عُمَرُ رَضِيَ كَ عَمْرُه نَے دِيَوَانُ دَفْتَرِ بَنَانِے كَا حَكْمُ فَرْمَا يَا۔
رَشْوَتِ قَطْعًا حَرَامُ هَي جَوَا مَرَارِ حَكَامِ كُو بَدِيَه كَ نَاعِمُ سَے دِيَا جَاتَا هَي
رَشْوَتِ هَي۔

نَبِي كِي اَصْلِ سُوْرَه حَشْرِ كِي يَه اَيْتِيں هِيں، غَزْوَه نَبِي النَّصِيْر كَ وَقْتِ جَوْ غَزْوَه بَدْرِ كَ
بَعْدِ هُوَا هَي۔ يَه اَيْتِيں نَا زِلِ هُوْنِيں هِيں، اَللّٰهُ تَعَالَى كَا رِشَادِ هَي۔

اُوْر جَو مَعَالِ خُدَا نَے پِنَے رَسُوْلُ كُو بَے لُطْے
مَعْفَتِ مِيں اِن سَے لُوَا يَا، تُو مَسْلُو لُوَا تَم نَے اِس كَيْلَے
كُچھ وَرْ دِ صَوْبِ تُو كِي تَمِيں، نَهْ كُھُوْرُوں سَے نَهْ
وَشُوں سَے مَكْلَا اِسْتَرِيْنِے پِيْجِيْرُوں كُو جِس پَر چَلِيْے قَابِضِ
كِرِيْے، اُوْر اِسْتَرِيْرِ چِيْرِ پَر قَاوَرِيْے جَو مَعَالِ اِسْتَرِيْنِے
رَسُوْلُوں كُو اِن بَسْتِيْرُوں كَ لُو كُوں سَے مَعْفَتِ مِيں
دَلُوَا يَے تُو وَه اِسْتَرِيْ كَا حَقِ هَي، اُوْر رَسُوْلُ كَا، اُوْر
رَسُوْلُ كَ فَرِيْقِدَارُوں كَا، اُوْر اِسْتَرِيْلُوں كَا، اُوْر مَخْرَجُوں كَا
دِيْے لُو شَرِيْ مَسَافِرُوں كَا، يَه حَكْمُ سَلَّے دِيَا كِيَا كِه جَو لُو كِ
نَمِ مِيں مَالِ اَللّٰهِ يَه مَالِ اِن يِ مِيں دَارِ نَهْ هَي، اُوْر
مَسْلُو لُوَا جَو چِيْرِ پِيْجِيْرِ تَم كُو لَاهُ اَلْحَا كِرِيْے دِيَا كِرِيں
لَے لِيَا كِرِيْ، اُوْر جِس چِيْرِيْ كَ لِيْنِے سَے تَم كُو مَنَعُ كِرِيں

وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِنْ شَيْءٍ
فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ حَيْلٍ وَلَا
رِكَابٍ وَلَا لِيْكُنَّ اِلَيْكُمْ رُسُلًا
عَلٰى مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى
رَسُوْلِهِ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ
لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰىمِ
وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْمِنَ السَّبِيْلِ كِي لَا
يَكُوْنُ دُوْلَةٌ بَيْنَ الْاَعْيٰىءِ مِنْكُمْ
وَمَا اَنَا كُوْرُ لِرَّسُوْلِ فُخْدًا وَكَا وَمَا
نَهَا كُرْعَنُهْ فَانْتَهُوْا وَالتَّقْوَا اللّٰهُ
اِنَّا لِلّٰهِ شَدِيْدُوْلُو الْعِقَابِ هَلْ لِّلْفَقْرٰى

لَے مَالِ دُوْ قَم كَرِيْے اِيْك وَه جَو كَا فَرُوں سَے لُو دُكْرَا لَاهُ اَنَے اِس كُو غِيْرَتِ كَيْتَے مِيں اِيْك وَه جَو بَے لُطْے لَاهُ كَے
هِيں كِه نَبِي النَّصِيْرِ يَهُودِيُوں سَے مَلَا كَتَا اِسَے نَبِي كَيْتَے، هِيں جِس كَا تَرِجَمِ مَعْفَتِ جَو تَابَے (اَبُو اَلْحَلَا رِ مَحْمُوْدِ سَمْعِيْلِيْ)

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَ
هَاجَدُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ
مِنكُمْ۔ (انفال ع ۱۰)

اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے، اور انہوں نے
ہجرت کی، اور تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد بھی
کئے تو وہ تم ہی میں داخل ہیں۔

اور جس طرح اس قول خداوندی میں داخل ہیں۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحَسَنَاتِ
تُوبَةٍ ع ۱۲

اور وہ جو ان کے بعد خلوص دل سے
داخل ایمان ہوتے۔

اور جس طرح اس قول خداوندی میں داخل ہیں۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحَسَنَاتِ
تُوبَةٍ ع ۱۲

اور دوسرے وہ لوگ جو ابھی تک ان
میں شامل نہیں ہوئے مگر آخر کار ان میں
آملینگے خدا پر دست اور حکومت والا ہے۔

اور "اوجفتھر علیہ من خیل ولارکاب" کے معنی یہ ہیں کہ تم نے گھوڑوں اور
اونٹوں کو حرکت نہیں دی۔ نہ جہاد کے لئے ان کو چلایا اور دوڑایا ہے۔ اور فقہار کرام
نے اسی معنی کے لحاظ سے کہا ہے "مال فئی وہ ہے جو کفار سے بغیر قتال و جنگ لیا گیا ہو"
اوجفتھر کا مصدر ایجاب ہے اور "ایجاب" کے معنی قتال و جنگ ہے، ایجاب
الخیل والارکاب کے معنی ہی قتال و جنگ کے ہیں، یعنی تم نے گھوڑوں اور اونٹوں
کو حرکت نہیں دی نہ چلایا۔

اور اس قسم کے مال کو "فئی" اس لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار
سے یہ مال بلا قتال و جنگ دلویا ہے۔

پس اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اسی لئے دی ہے کہ اس کی عبادت
کے لئے معین و مددگار بنے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عبادت کے
لئے ہی پیدا فرمایا ہے۔ پس جبکہ کفار خدا کی عبادت نہیں کرتے نہ اپنے مال کو عبادت خدا کی
میں خرچ کرتے ہیں۔ تو یہ مال مسلمانوں کے لئے حلال و جائز کر دیا۔ تاکہ یہ اس مال سے قوت
مہسل کریں۔ اور خدا کی عبادت کریں۔ کیونکہ مسلمان بندے خدا ہی کی عبادت کیا کرتے ہیں
اور اس لئے "مال فئی" ان کو دیا گیا جس کے وہ حقدار اور مستحق تھے۔ اس طرح جس طرح کسی کی
میراث و ترکہ غصب کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر اُسے واپس دلویا جاتا ہے، اگرچہ اس سے پیشتر

وہ دوسروں کے قبضے میں تھا۔ اس کا قبضہ نہیں تھا، یا جس طرح کہ یہود و نصاریٰ سے جزیہ لیا جاتا ہے، یا وہ مال جس سے دشمن کے ساتھ صلح کی جاتی ہے، یا وہ مال جو سلطان کو غیر مسلموں سے ہدیہ میں ملتا ہے، یا جس طرح کہ نصاریٰ وغیرہ آبادیوں سے گزرتے وقت سواری کا انتظام کیا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض ایہ کہ مال فنی مسلمانوں کے لئے حلال و جائز کر دیا۔ تاکہ مسلمان اس مال سے قوت حاصل کریں۔ اور خدا کی عبادت کیا کریں۔

اور سوداگران اور تجار اہل عرب سے جو کچھ لیا جاتا ہے، وہ مال کا دسواں حصہ یعنی عشر ہے۔ اگر یہ سوداگر ذمی ہیں اور اپنی آبادیوں سے بھل کر دوسروں کی آبادیوں میں تجارت کرتے ہیں تو ان سے نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے، خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اور وہ مال بھی اس میں داخل ہوگا۔ جو عہد شکنی کرنے والوں سے لیا جاتا ہے۔ اور خراج کا مال بھی اس میں شامل ہوگا۔ جو کفار پر لاکو کیا گیا ہے، اگرچہ اس میں سے کچھ حصہ بعض مسلمانوں پر بھی لاکو ہو جائے گا۔

اور پھر یہ کہ مال فنی کے ساتھ ہمہ قسم کا مال جمع کر دیا جائے گا۔ اور جس قدر بھی سلطانی مال ہے وہ سب مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دیے جائیں گے، مثلاً وہ مال جس کا کوئی مالک نہیں، اور اس کی صورت مثلاً یہ ہے کہ کوئی مسلمان مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے، یا مال منصوب، یا مال عاریت یا مال ودیعت کہ جن کے مالکوں کا پتہ نہیں اور یہ مال زمین ہے یا مال منقولہ اور اس قسم کے دوسرے مال۔ یہ سب کے سب مسلمانوں کا مال ہے۔ اور بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

اور قرآن مجید میں صرف مال فنی کا ذکر ہے، دوسرے مال کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں جس قدر موتیں ہوئیں ان کے وارث موجود تھے۔ صحابہ کرامؓ کا نسب تمام کو معلوم تھا۔

۱۳۔ اس کی صورت مثلاً یہ ہے کہ پہلے کافر کے پاس کوئی زمین تھی اور اب وہ مسلمان کے پاس آگئی تو اصل چونکہ خراجی زمین ہے۔ مسلمان پر بھی دی خراج ہوگا۔ جو اصل زمین پر مقرر کیا گیا تھا۔ صحابہ کرامؓ کا نسب سب کو معلوم تھا۔ علاوہ انہیں، اسلام عرب ہی میں تھا اور لوگوں کا نسب سب کو معلوم اور سب داغ تھا اس لئے ایک ہی کے مال کا ذکر کیا گیا۔ قرآن مجید میں نقطہ فنی کا ذکر ہے۔ (ابو العلاء محمد اسماعیل کان الشریک)

ایک مرتبہ کسی قبیلہ کا ایک آدمی مر گیا تو آپ نے اس کی میراث و ترکہ اس قبیلہ کے سردار کے حوالہ کر دیا جو نسب کے اعتبار سے دادا کے قریب تر تھا۔ اور یہی مسلک علماء کے ایک گروہ کا ہے، مثلاً امام احمد وغیرہ، امام احمد نے اس کی تصریح کر دی ہے، اور ایسا آدمی اگر مر جائے جس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی میراث و ترکہ اس کے آزاد کردہ غلام کو دیا جائے گا۔ امام احمد کے شاگردوں میں ایک بڑی جماعت کا یہی قول ہے۔

اور اگر کوئی مر جائے اور کوئی بھی وارث نہ ہو تو اس کا ترکہ اس آبادی میں رہنے والوں کو دے دیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا یہ طریقہ تھا کہ میراث و ترکہ کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ سبب کافی تھا جو میت میں اور اس میں پایا جائے۔

اور مسلمانوں سے باقاعدہ جو مال لیا جاتا تھا وہ صدقہ زکوٰۃ تھا۔ صدقہ زکوٰۃ کے سوا ان سے کچھ نہیں لیا جاتا تھا۔ اور آپ مسلمانوں کو یہ فرماتے مسلمان فی سبیل اللہ مال و جان سے غزوہ و جہاد میں شرکت کریں اور حکم خداوندی بجالائیں۔

عہد نبوی اور عہد ابوبکر صدیق میں مال مقبوضہ جو تقسیم کیا جاتا تھا اس کا کوئی جامع دیوان و دفتر نہیں تھا، بلکہ مناسب طریقہ سے مسلمانوں کو بانٹ دیا جاتا تھا۔ عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما میں مال اور ملک کی وسعت بہت زیادہ ہو گئی تو مقالین، مجاہدین اور اہل حبشہ کے لئے دیوان و دفتر بنائے گئے، اور خود حضرت عمر نے یہ دیوان و دفتر بنوائے، جن میں اکثر مجاہدین و فوج کے نام درج تھے، یہ دیوان اور دفتر آج مسلمانوں کے لئے نہایت اہم اور شاندار ہیں۔ شہروں اور آبادیوں سے جو خراج ادنیٰ وغیرہ کا مال لیا جاتا تھا اس کے دیوان و دفتر علیحدہ تھے۔

عہد فاروقی میں اور اس سے پہلے جو مال آتا تھا تین قسم کا تھا، جن میں ایک قسم کے مال پر امام دامیر کا قبضہ ہوتا تھا۔ اور امام دامیری اس کا حقدار سمجھا جاتا تھا۔ کتاب اللہ اور سنت نبوی ص، اور جماع سے اس کا ثبوت بنتا ہے، اور ایک قسم کا مال وہ ہے جس کا لینا امام دامیر کے لئے حرام تھا۔ جیسے جنایات اور گناہ کی وجہ سے کوئی آدمی قتل کر دیا گیا، اس کا مال اور کسی آبادی سے بیت المال کے لئے مال وصول کیا جائے گا اس کے وارث موجود ہوں یا کوئی حد کا مستحق ہے۔ اور کسی وجہ سے مال لے کر حد ساقط کر دی گئی۔

اور ایک قسم وہ ہے جس کے متعلق اجتہاد کو دخل ہے، اور علماء کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے

مثلاً کوئی آدمی مر گیا اس کا مال ہے، اس کے ذی رحم موجود ہیں، لیکن ذوی الغرض میں کوئی نہیں ہے، نہ کوئی عصبہ موجود ہے، اور اس کے مثال اور واقعات، تو اس میں علماء کی راہ اور مسلک علیحدہ علیحدہ ہیں۔

اکثر والیان ملک اور رعیت مظالم سے دوچار ہوتے ہیں۔ دانی۔ اور امیر حلال و حرام کا پاس نہ رکھتے ہوئے رعایا سے مال وصول کرتے ہیں، اور رعایا اپنے فرض سے غافل رہتے ہوئے مال کو روک لیتی ہے، مثلاً جند و لشکر اور فلاہین زراعت پیشہ لوگوں میں ظلم ہوتا ہے یا مثلاً لوگ فرض جہاد کو ترک کر دیتے ہیں، اور والیان ملک بیت المال میں خداوندی مال جمع کرتے ہیں۔ لیکن حلال و حرام کا قطعاً پاس و لحاظ نہیں کرتے، اور مال نہ ادا کرنے پر عقوبت و سزا دی جاتی ہے، مباح یا واجب چیز کو چھوڑ کر ایسے کام کر گزرتے ہیں جو والیان ملک کے لئے کسی طرح جائز اور حلال نہیں ہیں۔

اور اصل یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس ایسا مال ہے جس کا ادا کرنا اس کے لئے فرض ہے مثلاً اس کے پاس کسی کی وراثت و امانت رکھی ہوئی ہے، یا کسی سے مضاربت یا شرکت ہے یا مؤکل کا مال ہے، یا کسی یتیم کا یا وقف مال ہے، یا بیت المال کا مال ہے، یا مثلاً قرض دار ہے، اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ قرض ادا کر سکتا ہے، جب ایسا آدمی واجب و حق کو رد کرے، اور نہ دیوے خواہ بعینہ ہو، یا قرض ہو اور امام جان لیوے کہ یہ آدمی قرض ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہے، تو ایسے آدمی کو عقوبت اور سزا دی جائے گی، تا آنکہ وہ اپنا مال بنائے، یا مال کی جگہ بتلا دیوے کہ فلاں مقام پر مال ہے، جب یہ یقین و باور ہو جائے کہ اس کے پاس مال ضرور ہے، اس کو قید و بند میں رکھ دیا جائے، اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے کہ وہ مال ظاہر کرے، اور بتلا دیوے، ماریا نے کی ضرورت نہیں، اگر مال بتانے اور ادائے دین سے انکار کرے تو اسے مارا پینا جائے تا آنکہ حقداروں کا حق ادا کرے۔ یا ادا کرنا ممکن ہو جائے۔ اور یہی حکم نفقہ و اجبہ کا ہے، جبکہ وہ نفقہ دینے پر قدرت رکھتا ہو، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عروہ بن شرید عن ابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

أَلَوْ أَجِدُ مِجْلَ عَوْصِهِ وَعَقْوِيَّتِهِ۔
 جو پائے اور نہ دینے اسکا مال عزت و آبرو
 اور اسکو عقوبت و سزا دینا حلال ہے۔
 (رواہ ابی اسنن)

پانے والے کا مال لے لینا، اس کو عقوبت و سزا دینا حلال اور جائز ہے۔
اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ہے۔

مَطْلُ النُّعْبِيِّ ظُلْمٌ. (رواہ ابویسعین)
مالدار نادہند ظالم ہے۔

اور حقدار کے حق کی ادائیگی میں دیکر کرنا سراسر نادہندگی اور ظلم ہے۔ اور ظالم عقوبت و سزا کا مستحق ہے۔ اور یہ متفق علیہ اصول و کلیہ ہے کہ حرام کا مرتکب اور واجب کا ترک کرنے والا مستحق عقوبت و سزا ہے۔ نیز اگر شریعت میں اس کی سزا مقرر نہیں ہے تو ولی الامر سے کام لیں، اور اسے تعزیر کرے۔ اور نادہندہ مال دار کو سزا دیے۔ اگر وہ نہ دینے میں مقرر ہے تو مار ماری جاتے۔ تا آنکہ وہ واجب ادا کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ اس پر فقہاء صریح نص و تصریح کرتے ہیں۔ امام مالکؒ کے شاگردوں۔ اور امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اس کی پوری طرح تصریح کر دی ہے، اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں سب کے سب اس پر متفق ہیں۔

اور امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے سونا چاندی اور اسلحہ و ہتھیار کے عوض سونا کی اور یہودیوں نے اس کا وعدہ کیا، تو بعض یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اور پوچھنے والا سعید جو جی بن الخطاب کا چچا تھا۔ اس نے جی بن الخطاب کے خزانے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ نے فرمایا۔

اِذْهَبْتَهُ الْمَقَاتِلَ وَالْحُدُودَ۔
مال خرچ ہو گیا اور لڑائیاں لے گئیں۔

اس نے کہا آپ سے ابھی تو معاہدہ ہوا، اور معاہدہ کی رو سے یہ مال بہت زیادہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید کو حضرت زبیرؓ کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے اس کو سزا دی۔ راوی کہتا ہے میں نے جی بن الخطاب کو فلاں خرابے میں گھومتے دیکھا ہے، لوگ وہاں پہنچے، اور خرابے کو گھوم پھر کر دیکھا، ٹھوٹا تو بہت سا مشک اس خرابے سے نکلا۔ ظاہر ہے کہ یہ آدمی ذمی تھا۔ اور ذمی کو بغیر گناہ اور حق کے عقوبت و سزا نہیں دی جاتی۔ اور یہ حکم ہر واجب اور ضروری چیز کو چھپانے والے کا ہے، جب کہ وہ واجب و ضروری چیز کے تیلانے میں کوتاہی کرے، ترک واجب کی بنا پر اسے سزا دی جائے گی۔

وہ مال جو والیان امراء نے مسلمانوں کا مال بغیر حق بلا استحقاق لے لیا ہو۔ ولی الامر

عادل کا فرض ہے کہ اس مال کو ان سے وصول کرے، مثلاً وہ ہدایا اور تحفے جو انہوں نے اپنے عمل اور عہدے کے ذریعہ حاصل کئے ہیں، چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں:-

هَذَا يَا اَلْعَمَّالِ عُلُوْلٌ - عمال کے ہدایہ غلوں وغبن ہیں۔

اور ابراہیم حربیؓ اپنی کتاب الہدایا کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے روایت

کرتے ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امراء

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کے ہدایا اور تحفے غلوں وغبن ہیں۔

قَالَ هَذَا يَا اَلْاُمْدَادِ عُلُوْلٌ -

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ابی حمید ساعدیؓ سے مروی ہے، آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے قبیلہ ازوک کے ایک آدمی کو جس کا نام ابن التنبیہ تھا، صدقہ زکوٰۃ وصول کرنے پر

عامل مقرر کیا، اس نے آکر مال پیش کیا اور کہنے لگا یہ مال آپ کا ہے، اور یہ مجھے ہدینے میں

ملا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

کیا حال اس شخص کا جس کو ہم عمل اور کام سپرد کرتے

مَا بَالُ الَّذِي نَسْتَجِمْهُ عَلَى

ہیں اور وہ کام جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے،

اَلْعَمَلِ مَثَاوِلًا اَللّٰهُ - فَيَقُوْلُ هَذَا

اور وہ آکر کہتا ہے، یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدینے

لِكُوْرِهِ هَذَا اَلْهُدَى اِلٰى فُهَلَّا جَلَسَ

میں ملا ہے کہوں ہاپ یا مال کے گھر میں بیٹھا رہا

فِي بَيْتِ اَبِيْهِ اَوْ بَيْتِ اُمِّهِ تَنْظُرُ

پھر دیکھتا کہ یہ تحفے اور ہدایا اسے ملتے ہیں؟ قسم اس

اَلْهُدَى اِلَيْهِ اَمْرًا - وَالَّذِي نَفْسِي

ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو چیز بھی

رَبِيْدَةٌ لَا يَأْخُذُ مِنْهُ شَيْئًا اِلَّا جَاءَ

وہ لے گا قیامت کے دن اس کی گردن پر سوار ہوگی

يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ يَجْبُدُ عَلَى رَقَبَتِهِ -

اگر اونٹ ہے تو وہ چلا رہا ہوگا، اگر گائے ہے تو

اِنْ كَانَ يَجِيْدُ اَلرِّعَاءَ اَوْ بَقْرَةً لَهَا

وہ بلبلائی جتنی ہوگی، اور کہہ رہی ہے تو وہ میں میں

خُوْرًا اَوْ شَاةً تَعْبُدُ شُرَكَائِيْكُمْ

کرتی ہوگی، اسکے بعد آنحضرت نے اپنے دونوں

حَتّٰى رَاَيْنَا عَقْرًا بَطِيْنًا - اَللّٰهُمَّ هَلْ

ہاتھ اور پر کو اٹھائے اتنے اٹھائے کہ آپ کی نعل تم

بَلَّغْتَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتَ ثَلَاثًا -

نے دیکھی اور فرمایا اے اللہ میں نے پہنچایا اے اللہ

میں نے پہنچا دیا - تین دفعہ آپ نے یہ فرمایا

اور یہی حکم ان والیان امر کا ہے جو معاملات میں ہدایا اور تحفے لے کر کسی کی امداد و اعانت

ری۔ مثلاً بیع و شراہ، مواجدہ، مضاربت مساقات، مزارعتہ وغیرہ۔ اس قسم کے معاملات میں کسی قسم کا بھی ہدیہ اور تحفہ لے کر کام کریں، تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اور ایسی بنا پر حضرت عمرؓ نے ان خطبات نے بعض عمال سے کہ جن کے پاس مال بھی تھا، اور قرض بھی تھا، اور خیانت سے بھی وہ متہم نہیں تھے، آدھا آدھا کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بعض عمال کے ساتھ ایسا سلوک اس لئے کیا کہ انہوں نے ولایت امر کی وجہ سے ہدایا اور تحفے لئے تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے ان کو والی و عامل مقرر کیا تھا، اور یہ امر اس کا مقتضی بھی تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ امام عادل تھے، اور مال کی صحیح تقسیم اہلی کا کام تھا۔

جب امام اور رعایا دونوں میں تغیر آجائے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے مقدور کے مطابق اپنے فرض کو انجام دیوے، حرام کو چھوڑ دے، اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے مباح کی ہے اسے حرام نہ کرے۔

کبھی لوگ والیان ملک سے اس لئے ابتلا و مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں کہ یہ ہدایا اور تحفے نہیں دیتے، کہ ہدایا اور تحفے دے کر ان کے مظالم سے چھوٹیں۔ اور جو فرض والی امر کا ہے وہ چھوڑ دیتا ہے، پھر بھی کف ظلم کے عوض ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا ان کے نزدیک محبوب ہے۔ اور باوجود اس کے کف ظلم کے عوض وہ مال لیتا ہے۔ اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے لئے بیچتا ہے، اور ایسا آدمی زیادہ خسران اور ٹوٹے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کرتا ہے۔ اس کا تو فرض یہ تھا کہ حسب قدرت و طاقت ظلم کو روکتا، اور لوگوں کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری کرتا۔ ان کی مصلحتوں کو ملحوظ رکھتا، سلطان تک ان کی حاجتیں اور ضرورتیں پہنچاتا، اور سلطان کو ان امور سے آگاہ و ناخبر کر دیتا، ان کے مصالح سے بھی آگاہ کر دیتا، اور ان کو مفاسد سے بچاتا، اور اس بارے میں مختلف طریقے لطیف غیر لطیف اختیار کرتا، جس طرح کہ کاتب منشی وغیرہ اپنی اغراض کے لئے کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث ہند بن ابی حائلہ کے اندر ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَبْدَعُونِي حَاجَتَهُمْ لَا يَسْتَطِيعُ
رَبْلًا عَهْدًا فَإِنَّهُ مَنْ أَبْلَمَ ذَا
السُّلْطَانِ حَاجَتَهُ مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ
ان لوگوں کو جو اپنی حاجتیں اور ضرورتیں مجھ
تک نہیں پہنچا سکتے، مجھ تک پہنچا دو کیونکہ ہر شخص
صاحب سلطنت تک ایسے لوگوں کی حاجتیں

إِبْلَاغَهَا. شَدَّتَ اللَّهُ قَدَامَيْهِ
عَلَى الصِّدَاقِ يَوْمَ تَزِيكِ الْأَقْدَامِ

پہنچائیں جو خود اپنی پہنچا سکے تو اسے تعالیٰ پلصراط
پر اسے ثابت قدم رکھے گا کہ جس دن بڑوں بڑوں
کے قدم لڑکھڑا جائیں گے۔

اور امام احمد سے، اور سفین ابی داؤد کے اندر ابی امامہ باہلی سے روایت ہے وہ
کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ شَفَعَهُ لِأَحَدٍ شَفَاعَةً
فَأَهْدَى لَهُ عَلَيْهَا هَدْيِيَّةً
فَيُقْبَلُهَا فَقَدْ أَتَى بَابَ عَظِيمٍ مِنْ
أَبْوَابِ الرَّيَا.

اور ابراہیم خرمی حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں، کسی آدمی نے کسی سے
اپنی حاجت پوری کرنے کو کہا، اور اس نے اس کی حاجت پوری کر دی، اور دوسرے نے
ہدیہ بھیجا اور اس نے قبول کر لیا تو یہ حرام ہے۔

حضرت مسروق سے روایت ہے انہوں نے ابن زیاد سے کسی مظلمہ کے متعلق بات چیت
کی، اور انہوں نے ظلم کو دفع کر دیا، اس نے تنفہ میں ایک غلام دیا۔ انہوں نے اسے
مسترد کر دیا، اور کہا میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے سنا ہے وہ فرماتے تھے
جس مسلمان کا ظلم دور کیا، اور اس نے اس کے مقابلہ میں نخطوڑا یا بہت کچھ دیا تو یہ حرام
ہے، تو وہ کہتے ہیں میں نے کہا اے ابو عبد اللہ حمان ہم تو سحت رشوت کے سوا کسی چیز کو
نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ”رشوت تو کفر ہے“

پس اگر والی، امیر، اپنے لئے ایسی چیز عمال سے نکلواتا ہے جو انہوں نے اپنے لئے اور
اپنی اولاد کے لئے مخصوص کر رکھی ہے، تو اس صورت میں دونوں میں سے کسی کی اعانت
نہیں کرنی چاہئے، دونوں کے دونوں ظالم ہیں، جس طرح کہ ایک چور دوسرے چور کا
مال چور لیتا ہے، یادہ گروہ عصبیت اور ریاست کے لئے لڑنے میں تو یہ کسی طرح جائز
نہیں کہ آدمی ظلم کی اعانت و امداد کرے، کیونکہ تعاون و امداد دو طرح کی ہے، ایک
نکی، اور تقویٰ کا تعاون امداد مثلاً جہاد کرنا حدود قائم کرنا، حقوق العباد و لو انما استحق
اور حقداروں کے حقوق دلوانا وغیرہ۔ ایسی اعانت و امداد ایسا تعاون تو مومن اللہ ہے۔

انشر اور اس کے رسولؐ نے ایسا تعاون فرض قرار دیا ہے، اور اگر ڈر کے ماتے نیکی اور نیک کام سے رک جائے، اور ظالم سے ڈر جائے مظلوم کی اعانت و امداد نہ کرے تو یہ بھی فرض عین یا فرض کفایہ کا تارک ہے، اور تارک فرض کا مجرم ہے، اگرچہ اپنی خوش فہمی سے وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ میں ورع و تقویٰ کا پابند ہوں۔ اور یہ اس لئے کہ اکثر جہنم بزدلی، اور ورع و تقویٰ میں اشتباہ ہو جاتا ہے، اور جہنم بزدلی اور ورع دونوں میں انسان حق کی اعانت سے ترک جاتا ہے۔

دوسرا تعاون اثم و عدوان کا تعاون ہے، مثلاً معصوم بے گناہ کا خون کیا جائے، یا اس کا مال لے لیا جائے، اور ہمارا حق دار نہیں اسے مارا پیٹا جائے، یہ اور اس قسم کے گناہوں میں اعانت و امداد کرنا اثم و عدوان کی اعانت و امداد ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے ایسی اعانت و امداد کو حرام قرار دیا ہے۔

البتہ جبکہ کسی کا مال بلا استحقاق لے لیا گیا یا چھین لیا گیا، اور مال کے مالکوں تک اس کا پہنچانا کسی وجہ سے دشوار ہے مثلاً سلطانی مال کہ ایسا مال مسلمانوں کے مصالحت پر خرچ کرنا چاہئے جیسے جہاد، اور لڑائی کے مورچے وغیرہ قائم کرنے پر خرچ کیا جائے، یا مجاہدین اور جنگ کرنے والوں پر خرچ کیا جائے تو یہ نیکی و تقویٰ کی اعانت و امداد ہوگی، کیونکہ سلطان پر واجب دلائم ہے کہ اس قسم کا مال جبکہ اصل مالکوں کی وجہ سے نہ پہنچا سکے، اور نہ دے سکے، اور اس کے وارثوں کو نہ دے سکے تو سلطان کا فرض ہے کہ اگر اسی نے ظلم کیا ہے تو پہلے توبہ کرے، اور پھر مال کو مسلمانوں کی مصلحتوں پر مسلمانوں کے کاموں میں خرچ کرے، اور یہ جمہور علماء کا قول ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد وغیرہ بھی بجا کہتے ہیں، اور بہت سے صحابہؓ سے بھی ایسا منقول ہے، اور اہل شرعیہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ منصوص ہے۔

اگر وہ مال دوسروں نے لے لیا ہے تو سلطان کا فرض ہے کہ وہ اس مال کو اسی طرح خرچ کرے، اگر وہ مال جو سلطان نے کسی وجہ سے اصل مالک کو نہ دیا ہو تو مالک مال کی مصلحتوں پر خرچ کرنے میں اعانت کرے، کیونکہ مال فہمائیہ کرنے کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ اس لئے کہ سرحدت کا دار و مدار خدا کے اس قول پر ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔
 (تغابن ع ۲۰)

مسلمانو! جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ (آل عمران ع ۱۱)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

کی تفسیر کرتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر دار و مدار ہے۔
 إِذَا مَدَّتْ كَعْرِبًا هَمِيرًا فَأَتُوا هِمْدًا
 مَا اسْتَطَعْتُمْ (خرجاہ فی الصحیحین)

اور اس قول پر دار و مدار ہے، وہ مصالح کی تحصیل و تکمیل کرنا، اور مفاسد کو کلید شدہ دور کرنا یا کم کرنا واجب و ضروری ہے۔

جب مصالح اور مفاسد میں باہم ٹکرو تو دو مصلحتوں میں سے جو بڑی ہو اختیار کی جائے۔ اور وہی کو چھوڑ دیا جائے۔ اور جو بڑا مفسدہ ہو اسے دور کیا جائے، اور فی مفسدہ کے احتمال کے مقابلہ میں یہی مشروع ہے۔

اور اٹم، عدوان کی اعانت کرنے والا وہ ہے جو خطا کی اعانت کرے، لیکن وہ شخص جو

اصلاح کے لئے پہلے اصول اصلاح کی اعانت فرماتا ہے، جب کوئی شخص کسی غیر مشروع منکر کی اصلاح کا قصد کرے تو پہلے اسے سچ لینا چاہئے کہ غیر مشروع منکر کس درجہ کا ہے، اگر اس کی اصلاح کی گئی تو کیا اس کی بجائے کوئی دوسرا غیر مشروع منکر تو نہیں پیدا ہوتا، جو اس سے بڑھ کر ہو۔ اگر اس سے بڑھ کر نہیں تو پھر اس کے مساوی اور باعتبار اثرات و مفاسد اس سے بڑھ کر تو نہیں ہے، ان ہر دو صورتوں میں اصلاح کا قصد کرنا قطعاً جائز نہیں ہے کیونکہ ایک منکر کی جگہ اس سے بڑھ کر مفسدہ پیدا ہو رہا ہے، جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کی اصلاح کا ارادہ رکھتے تھے، جلیل کے حصہ کو کعبۃ اللہ میں داخل کر کے پورا کر لینا چاہتے تھے اور دو دروازے بنا نا چاہتے تھے، ایک سے کعبۃ اللہ میں داخل ہوں دوسرے سے نکل جائیں، لیکن اس اصلاح سے مفاسد پیدا ہونیکا اندیشہ تھا۔ تو مسلم لوگ طرح طرح کے خیالات دہلانے لگتے اور بڑی طرح کی خرابیاں پیدا ہونیکا اندیشہ تھا، اس لئے آپ نے اصلاح کا خیال ترک فرمادیا۔

اگر اصلاح کی یہ صورت ہے کہ اس کی اصلاح سے دوسرا منکر اس کے مساوی پیدا ہوتا ہے، لیکن باعتبار مفاسد اس سے کم درجہ رکھتا ہے، یا اس کی حکم درجہ کا مفسدہ پیدا ہوتا ہے، یا جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں کم درجہ کے ہوتے ہیں۔ یا اس میں پیدا ہوتا ہے، ان تین صورتوں میں اصلاح کے لئے اقدام فرض ہے، اور اقدام میں کوتاہی کرنا گناہ ہے۔

(ابوالحلا، محمد السطیل کان اللہ لہم)

مظلوم کی اعانت کرتا ہے، یا جو ظلم ہو رہا ہے اس میں کمی ہو اس کی اعانت کر رہا ہے، یا جو ظلم ہو رہا ہے اس کا بدلہ دلوانے کی کوشش کر رہا ہے تو یہ مظلوم کا وکیل ہوگا۔ نہ ظالم کا۔ اور یہ بمنزلہ اس شخص کے ہوگا جس نے قرض دیا۔ یا ظالم کے ظلم سے بچانے کے لئے کسی کے مال کا وکیل ہوا۔ مثلاً یتیم کا مال، یا وقف کا مال ہے، اور یتیم اور وقف کے مال میں سے کسی ظالم نے خواہ مخواہ طلب کیا، اور اس کے دلی نے بدرجہہ مجبوری کم سے کم دینے کی کوشش کی، ظالم کو دیا، یا ظالم نے دلوایا، اور دلی نے پوری پوری کوشش کر کے کم سے کم دیا تو یہ محسن ہوگا۔ وَمَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ۔

اور اس حکم میں وہ وکیل بھی داخل ہیں جو مال ادا کرنے میں شہادت دیتے ہیں۔ اور اس کے لکھنے میں شریک ہیں۔ اور جو مقدمہ میں قبضہ کرنے میں اور مال دلوانے میں شریک ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔

اس ظلم کے متعلق جو کسی آبادی، قریہ، یا راستہ، یا بازار، یا کسی شہر پر کیا جائے اور کوئی محسن شخص اس ظلم کو دفع کرنے میں درمیانگی کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے، اور ہر امکانی کوشش عدل و انصاف کے ساتھ کرتے، اور بقدر طاقت بلا خوف، بلا لومۃ لائم۔ بلا رشوت لئے مال دلوانے اور دینے میں کوشش کرے تو وہ بھی محسن ہوگا۔

لیکن آج کل غالب یہ ہے کہ جو شخص بھی مداخلت کرتا ہے ظالم لوگوں ہی کی وکالت کرتا ہے۔ ان سے ڈرتا ہے، اور جو رشوت ملتی ہے، اس پر فخر کرتا ہے، اور جن سے جو چاہتا ہے لپٹتا ہے، اور یہ اکثر و بیشتر ظالم ہیں۔ جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ان کے اعوان، و مددگار بھی جہنمی ہیں یقیناً ایسے لوگ جہنم میں جھونک ڈئے جائیں گے۔

نوٹ ۹ فصل کے مضامین

مال کی تقسیم اہم فلاہم کے اصول کے مطابق ہونی چاہئے۔ اہل نصرت و جہاد تمام سے زیادہ مستحق ہیں۔ مال فئی میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ تمام مصالح المسلمین میں خرچ کیا جائے یا خاص مجاہدین کے لئے ہے۔ ام حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مؤلفۃ القلوب کو بھی فئی سے دیا کرتے تھے اِنَّ تُوَدُّوْاْ اِلَآہَا نَاتٍ اِلٰی اَہْلِہَا کِی صَحیح راہ۔

مال کے مصارف اور اس کی تقسیم مسلمانوں کے مصالح میں ہونی چاہئے۔ اور اہم فلاہم کے اصول کو مدنظر رکھنا واجب اور ضروری ہے۔ مثلاً عام مسلمانوں کو عمومی نفع اور فائدہ پہنچے، انہی لوگوں میں ارباب نصرت و جہاد بھی ہیں، اور مال فئی میں تمام سے زیادہ مستحق مجاہدین اسلام ہیں، کیونکہ مجاہدین کے بغیر مال فئی کا حاصل ہونا ناممکن ہے، انہی مجاہدین کے ذریعہ ہی یہ مسال وصول ہوتا ہے، اور اسی لئے فقہاء اسلام نے اختلاف کیا ہے کہ مال فئی انہیں مجاہدین پر صرف کیا جائے، یا یہ کہ ہر قسم کے مصالح میں صرف کیا جائے؟ مال فئی کے علاوہ جس قدر بھی مال ہے اس میں تمام مسلمان، اور مسلمانوں کے تمام مصالح شامل ہیں، اور اس میں تمام کا اتفاق ہے۔ اور یہ کہ صدقات، زکوٰۃ، اور مال غنیمت کو مخصوص کر دیا ہے، اور مستحقین و حقدار یہ لوگ ہیں عاملین، صاحب و نایبیت، وغیرہ، مثلاً دالیان امر، قضاة، علماء، اور وہ لوگ جو مال جمع کرنے، اس کی حفاظت اور تقسیم وغیرہ جن کے سپرد ہے، تا آنکہ نماز کے امام اور مسجدوں کے مؤذن وغیرہ بھی ان میں شامل ہیں، اسی طرح وہ اجرت بھی اس میں داخل ہے جس سے عوام کو فائدہ پہنچتا ہے، مثلاً مسخدموں پر موربے باندھنا، اسلحہ وغیرہ کے لئے خرچ کرنا، اور وہ عمارتیں بنوائی جن کی تعمیر ضروری ہے، لوگوں کے لئے راستے درست و ہموار کرنا، جھوٹے لٹے پل تعمیر کرنا، پانی کے راستے ہموار کرنا، نہریں وغیرہ بنوانا، یہ تمام چیزیں مال کے مصارف میں شامل ہیں، صاحب ضرورت اور مستحق لوگ بھی اس میں شامل ہیں۔

فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ صدقہ زکوٰۃ کے علاوہ مال فئی وغیرہ میں ضرورت مند لوگوں کو مقدم رکھا جائے، یا نہیں؟ امام احمد وغیرہ کے مذہب میں دونوں ہیں، کچھ لوگ

کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں نہیں بلکہ اسلام کا استحقاق ہے گا۔ یہ لوگ سب کو شریک اور برابر کے حقدار مانتے ہیں، جس طرح کہ وارث میراث و ترکہ میں مشترک ہیں۔

لیکن صحیح مسلک یہی ہے کہ ضرورت مندوں کو مقدم رکھا جائے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاجت مندوں کو مقدم رکھتے تھے، مثلاً انی نصیر کے مال میں حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کو آپ نے مقدم رکھا تھا، چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا:-

یہ مال سب میں مشترک ہے یہ مال اس آدمی کو ملیگا جس نے جہاد میں مسبقت کی، اسکو ملیگا جسے مشقت برداشت کی، اس آدمی کا حق ہے جو ابتلا میں بھنس گیا، اور وہ حقدار ہے جو ضرورت مند ہے۔

لَيْسَ أَحَدًا أَحَقُّ بِهَذَا الْمَالِ مِنْ أَحَدٍ، إِنَّمَا هُوَ لِلذَّجَلِ وَسَابِقَتِهِ وَالذَّجَلُ وَعِبَادُيْنَهُمُ الذَّجَلُ دَبْلَانَةٌ وَالذَّجَلُ وَحَاجَتُهُ۔

حضرت عمرؓ نے مال چار قسم کے لوگوں پر تقسیم فرمایا ہے،

- ۱۔ سابق پرحن کی مسابقت کی وجہ سے مال وصول ہوا ہے
- ۲۔ ان لوگوں پر جو مسلمانوں کے لئے خاص قسم کی سعی و کوشش کرتے ہیں، مثلاً والیان امر، اور وہ علماء جو لوگوں کو دین و دنیا کے منافع حاصل کرنے کے راستے بتلاتے ہیں اور جو نقصان اور ضرر کی مدافعت کے لئے مصائب برداشت کرتے ہیں۔ مثلاً مجاہدین فی سبیل اللہ جو اسلام کے لشکر میں موجود ہیں۔
- ۳۔ اور وہ خاص خاص لوگ جو جہاد و قتال کے طریقے بتلاتے ہیں اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ اور ان کے مثل۔

۴۔ وہ لوگ جو حاجت مند اور ضرورت مند ہیں۔

جس وقت ان چار قسم کے لوگوں کی جانب سے اطمینان ہو جائیگا تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ نے اس مال سے لوگوں کو غنی کر دیا، اس کے بعد کفایت کے مطابق دیا جائے، یا اس کے عمل کے مطابق۔

جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ مال باعتبار آدمی کی منفعت اور بلحاظ اس کی ضرورت و حاجت کے دیا جائے گا اور یہ مال ہوگا جو مسلمانوں کے مصالح کے لئے ہے، حدتہ و زکوٰۃ کا بھی یہی حال ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ مال ہے، اس میں بھی اسی قدر استحقاق ہے جس قدر اس جیسے مال میں حقداروں کا حق ہے، مثلاً مال غنیمت، اور مال میراث، ان کے حقدار بھی متعین و مقرر ہیں۔

امام المسلمین کو کسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ، اپنے نفس کی خاطر یا فراغت کی وجہ سے یا دوستی اور محبت کی وجہ سے غیر مستحق، غیر حقدار کو کچھ دیوے، چہ جائیکہ حرام میں خرچ کرے مثلاً محتث لڑکوں اور مردانہ زاد اور غلاموں کو دیا جائے، طوائف بازاری عورتوں کو ٹیوں، مسخروں کو دیا جائے، یا عرائین کا ہنوں، منجھوں وغیرہ کو دیا جائے، ہاں تالیف قلوب کے لئے جن کی تالیف ضروری ہے ان کو دینا فرض و واجب ہے، اگرچہ فی نفسہ لینے والا ایسا شخص ہے کہ اس کے لئے یہ مال لینا حرام و ناجائز ہے، قرآن مجید میں مولفۃ القلوب کے لئے صدقہ زکوٰۃ دینا بھی مباح کر دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مولفۃ القلوب کو فنی کے مال میں سے دیا کرتے تھے، اور ان لوگوں کو بھی دیا جائے، جو اپنے قبیلہ کے جانے ہوئے سردار ہوں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرع بن حابس سردار بنی تمیم، اور عیینہ بن حصن سردار بنی خزاعہ، اندرید الخیر الطائی سردار بنی نہمان، اور علقمہ بن علاشہ سردار بنی کلاب کو دیا تھا، اور جیسا کہ سرداران قریش اور خلفاء وغیرہ کو دیا تھا۔ مثلاً صفوان بن امیہ، مکہ بن ابی جہل، ابوسفیان بن حرب، اسہل بن عمرو، حارث بن ہشام اور بہت سے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ابوسعید خدری سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے من سے ایک سونے کا پار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پار کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، فراری، علقمہ بن علاشہ العامری، اور بنی کلاب کے آدمی زید الخیر الطائی جو بنی نہمان کا سردار تھا۔

وہ کہتے ہیں اس تقسیم سے قریش اور انصار بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے، آپ صنادید نجد کو دیتے ہیں، اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ ان کی تالیف قلوب منظور ہے، اس وقت ایک آدمی آیا جس کی ڈاڑھی بہت گھنی تھی، رخسارے اٹھے ہوئے، آنکھیں چمکدار، اور پیشانی بڑی، اور سر منڈا ہوا تھا اور کہنے لگا

إِتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدٌ
لے محمد خدا سے ڈرو!

آپ نے فرمایا

كَمَنْ يَطْعَمُ اللَّهَ إِنَّ عَصِيئَتَهُ
أَيَا مَنْبِيْ أَهْلُ الْأَرْضِ وَلَا نَأْمُوْنِيْ

اگر میں خدا کی نافرمانی کرتا ہوں تو پھر کون اس کی اطاعت کرتا ہے، کیا سائے اہل زمین مجھے امین سمجھیں اور تم مجھے امین نہ سمجھو۔

راوی کہتا ہے یہ آدمی اتنا کبیرہ کر جلتا ہو گیا، اس وقت قوم میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا کہ اسے قتل کر دیوے، صحابہ کہتے ہیں یہ آدمی خالد بن ولید تھے، غیرت اسلامی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسے قتل کرنے کی اجازت مانگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ مِنْ طَفَضِيْ هَذَا قَوْمًا
يَقْرُدُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يَجَادُوْنَ حُنَا جِرْهَمَ
فَيَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَ
يَدْعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ - يَمْرُوْنَ
مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَسُكُّ الشَّرِيْفُ
مِنْ رَقِيْبِهِ لَنْ اَدْرِكْتُمْ لَدُنْتُمْ هَرَّ
قُتِلَ عَادٍ -

اس کی نسل میں سے ایک قوم ہوگی جو
قرآن پڑھے گی۔ لیکن انکے خیر سے نیچے نہیں اترتا
مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو
دعوت دیں گے اسلام سے وہ اس طرح نکل جائیں گے
جس طرح کمان سے تیر نکل بھاگتا ہے اگر میں انہیں
پاؤں گا تو انہیں اسی طرح قتل کروں گا جس طرح
قوم عاد قتل ہوئی تھی۔

رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حربؓ اور صفوان بن امیہؓ، اور عبید بن حصنؓ، اور اقرع بن حابسؓ کو سوسوا ونٹ حصے، اور عباس بن مرداسؓ کو کچھ حصے تھے، عباس بن مرداس نے یہ اشعار پڑھے۔

اَتَجْعَلُ نَهْيِيْ وَنَهْيَ الْعَبِ
يُدْبِيْنَ عَيْدِيْهِ وَالْاَقْدَمِ
كِيَا اَبِ مِيْرِيْ اَوْر مِيْرِيْ كَهْوْرِيْ
عَبِيْدِيْ كِي لُوْثِ عَيْدِيْهِ اَوْر اَقْرَعِ كُو دِيْتِيْ
وَ مَا كَانَتْ حَصْنٌ وَّلَا حَابِسِيْ
يَفُوْقَانِ مَدْدَا مِيْ فِي الْاَجْمَعِ
حَصْنِ اَوْر حَابِسِ اَجْمَاعِ مِيْ مِرُوْاسِ
سِيْ فُوْقِيْتِ نِيْ لِيْ جَاتِيْ تَحِيْ
وَ مَا كُنْتُ دُوْنَ اَمْدِيْهِمَا
وَ مَن يَخْفِضُ الْيَوْمَ لَا يَرْجِعُ
اِن دُوْنُوْ مِيْ مِيْ كِي سِيْ سِيْ كَمِ نَقَا؟
وَه پَلِه جُو اَعْيَا نِيْ جَاتَا كَسِ نِيْ جَهَا دِيَا؟
يِيْ سُن كُر رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلِيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَمَ لِيْ
اَسِيْ جِيْ سُوْا وَا نْطِ حِصِيْ حِصِيْ اَسْمَلِ كِي اَنْدَرِيْ
رُوَايْتِ مَوْجُوْدِيْهِ اَوْر عَبِيْدِ مِرُوْاسِ كِي كَهْوْرِيْ كَا نَامِ تَحَا۔

اور مولفہ القلوب دو قسم کے ہیں، کافر اور مسلمان، کافر کی تالیف یہ ہے کہ اس سے فائدہ کی امیدیں وابستہ کی جائیں، کہ یہ اسلام لے آئیں گے، یا جو نقصان ان سے پہنچتا ہے وہ کم ہو جائیگا کہ دئے بغیر یہ نقصان دور نہیں ہوتا۔

اور مسلمان مولفۃ القلوب وہ ہیں جنہیں جینے سے فائدہ کی امیدیں وابستہ ہوں، مثلاً وہ مسلمان ہیں، مال دیا جائیگا پختہ اسلام، سچے مسلمان بن جائیں گے، یا ان جیسے لوگ اسلام میں پختہ اور اچھے بن جائیں گے، یا دشمنوں سے مال وصول کرو دیں گے، دشمنوں کو ڈرا کر ان سے مال نکلوائیں گے، یا جن مسلمانوں کو نقصان اور ضرر پہنچ رہا ہے اس سے بچالیں گے۔ کہ دئے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔

اس قسم کے عطیات گویا ہر رئیسوں، مالداروں کو حصے جاتے ہیں، اور ضعیف اور کمزور چھوڑ دئے جاتے ہیں جیسا کہ بادشاہوں کا دستور ہے، لیکن نیتیں مختلف ہوتی ہیں کیونکہ اعمال کا دار مدار نیتوں پر ہے۔ اگر جینے سے دینی مصلحت، اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود مقصود ہے تو یہ دینا اسی قبیل سے ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء دیا کرتے تھے، اور اگر اس جینے سے مقصود علوفی الارض کبر و عز و زور اور فساد مقصود ہے تو یہ دینا اسی قبیل سے ہوگا جیسا کہ فرعون اپنے گنہگاروں کو دیا کرتا تھا۔

ان عطیات کو دہی لوگ برا سمجھتے ہیں جو فاسد دین رکھتے ہیں۔ اور بد نیت ہوتے ہیں جیسے ذی الخویصرہ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیے کو برا سمجھا تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا، اور بد دعا کی۔ اور جیسے کہ اس کے گروہ خوارج نے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم بنا کر فیصلہ کیا کسی مصلحت کی بنا پر کیا تھا، لیکن خوارج کھڑے ہو گئے، بگڑ گئے اور بغاوت شروع کر دی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام تک اس تکلیف و فہلہ سے مٹا دیا۔ مسلمانوں کی عورتوں، بچوں کو امیر بنا کر لے گئے یہی لوگ تھے جن کے خلاف جہاد و جنگ، قتال اور لڑائی کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کیونکہ ان کے پاس فاسد اور باطل دین تھا، جس سے ان کی دنیا درست ہوتی تھی نہ آخرت۔

بسا اوقات ریح فاسد اور جہنم و بزدلی اور بخل میں اشتباہ ہو جاتا ہے، کیونکہ ترک عمل دونوں میں پایا جاتا ہے، تہتیت خداوندی سے فساد کو ترک کرنے اور بوجہ جہنم بزدلی۔ اور بخل کے جہاد مامور میں خرچ نہ کرنے میں اشتباہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

سَرَّمَا فِي الْمَدْرِ مَشْحًا هَائِعًا
آدمی میں بڑی سے بڑی بدی بخل اور حرص

سَبِيحٌ خَالِعٌ - (قال الترمذی حدیث صحیح) اور جن دن بزدلی ہے۔

اسی طرح بسا اوقات انسان عمل ترک کر دیتا ہے، اور گمان کرتا ہے، یا ظاہر کرتا ہے کہ یہ ورع و تقویٰ ہے حالانکہ یہ کبر و غرور اور اپنے کو بظہور و جبر پر لے جانے کا قصد ہوتا ہے۔ اور اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا جامع کامل مکمل جملہ فرمایا ہے جو ترازو کا حکم رکھتا ہے، آپ نے فرمایا:-

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ - اعمال نیتوں کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔
عمل کے لئے نیت ایسی چیز ہے جیسی جسم کے لئے روح، اگر ایسا نہیں ہے تو ایک شخص اللہ کے سامنے سجدہ کرتا ہے، دوسرا شخص سوچ اور چاند کے سامنے سجدہ کرتا ہے کیا فرق ہے! دونوں اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے ہیں، دونوں کی صورت اور وضع ایک ہی ہے، غور کرو کہ خدا کے سامنے پیشانی ٹیکنے والا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اقرب المخلوق ہے، اور سوچ و چاند کے سامنے ٹیکنے والا خدا سے بعید سے بعید ہے، یہ نیت ہی کا تو فرق ہے، اور خدا کا فرمان ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْقُصَبِ وَتَوَاصَوْا بِالْمُرْحَمَةِ (سورہ بلدع) اور ایک دوسرے کو صہر کی ہدایت کہتے رہے اور نیز ایک دوسرے کو رحم کرنے کی ہدایت کہتے رہے۔ اور اثر میں ہے:-

أَفْضَلُ الْإِيْمَانِ السَّمَاخَةُ وَالْقُصَبُ - بہترین ایمان سماحت اور صہر ہے۔

حقیقت یہ ہے مخلوق خدا کی نگرانی، رعایا پروری، ان کی سیاست بغیر جو دو سخا کے جس کو عطیات کہتے ہیں اور بلا تجر و شجاعت - بہادری ر دلیری کے جو ہی نہیں سکتی بلکہ کہنا چاہئے کہ دین و دنیا کی اصلاح فلاح و بہبود ان دو چیزوں کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے، پس جو شخص ان دو چیزوں میں قائم اور مستقیم نہیں ہے اس سے امر و حکومت اور ولایت چھین لی جانی چاہئے۔ اور دوسرے کو مے دینی چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا كُنْتُمْ إِذَاقْتَبِلْتُمْ لَكُمْ لِقَاؤُا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِن شَأ قُلْتُمْ إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَّا لَآتِيهِ مِن آَرْضٍ مُّتْرٍ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَن

مسلمانو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں لڑنے کے لئے نکلو تو تم زمین پر دھیر بیٹے جاتے ہو، کیا آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر فحاشت کر بیٹھے ہو، اگر یہ بات

الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ إِلَّا تَتَفَرَّقُوا
يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۗ وَ
يَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ طَوْفًا
تَضُرُّهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ

(توبہ ۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

هَٰذَا نَتْلُوهُ لَكُمْ ۗ لَعَلَّكُمْ تَتَذَكَّرُونَ
لِيَتَفَقَّهُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ
مَنْ يَخْجَلُ وَمَنْ يَجْعَلُ فَإِنَّمَا
يَجْعَلُ عَنِ نَفْسِهِ ط وَاللَّهُ الْعَزِيزُ
وَالْحَكِيمُ الْعَقْدُ ۗ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا
يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا
يَكُونُوا أَمْثَلَكُمْ ۗ

(سورہ محمد ۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

لَا يَسْتَوِي مَنكُمْ مَن أَنْفَقَ
مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ
أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا
مِن بَعْدِ وَقَاتَلُوا وَلَا وَعَدَ
اللَّهُ الْحَسَنَىٰ لَهٗ

(حدید ۱۰)

تو یہ تمہاری سخت غلط فہمی ہے کیونکہ آخرت کو فائدہ
کے مقابلے دنیا کی زندگی کے فائدے محض بے حقیقت
ہیں، اگر تم طلبے جانے پر بھی راہِ خدا میں لڑنے کیلئے نہ
نکلو گے تو خدا تم کو بڑی دردناک مارے گا، اور
تمہارے بلے دوسرے لوگوں کو لا موجود کر دے گا،
اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے، اور اللہ ہر
چیز پر قادر ہے۔

تم لوگ سن رکھو کہ خدا تم کو کیا دے گا تم تو ایسے تنگ
دل ہو کہ تم کو خدا کے لئے جسے اپنے قومی فائدے کیلئے
خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے، اس پر بھی تم میں ایسے بہترے
ہیں جو نکل کھڑے ہیں، اور جو نکل کر رہے تو حقیقت میں
خود اپنے لئے نکل کر رہے، ورنہ اللہ توبے کیلئے
تم اس کے محتاج ہو، اگر تم روگردانی کر کے تو خدا تمہارے
سوا دوسرے لوگوں کو لا بٹھائے گا اور وہ تم جیسے
تنگ دل بھی نہیں ہوں گے۔

www.KitaboSunnat.com

تم مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے فتحِ مکہ سے
پہلے راہِ خدا میں مال خرچ کئے اور دشمنوں سے
لڑے وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے
یہ لوگ حج میں ان مسلمانوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں
نے فتحِ مکہ کے پہچھے خرچ کئے ہیں اور حسن سلوک کا
وعدہ تو اللہ نے سب ہی سے کر رکھا ہے۔

لہٰذا فتحِ مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا اجر و ثواب اس لئے بہت بڑا تھا کہ اسلام صرف
مدینہ طیبہ ہی میں محدود تھا۔ اور مدینہ طیبہ بھی منافقوں اور اسلام کے دشمنوں سے بھرا ہوا تھا (باقی برہ ۱۴۵)

www.KitaboSunnat.com

پس اللہ تعالیٰ نے عظیم ترین درجہ کو انفاق و سخاوت، قتال و جنگ، شجاعت و بہادری کے ساتھ معین کر دیا (مقدمہ صفحہ ۱۳۱) مدینہ کی ہجرت سے پیشتر کفار مکہ آپ کے خلاف جیسی جیسی سازشیں کرتے تھے وہ ظاہر ہے۔ مجبوراً طائف کا ارادہ کرتے ہیں کہ وہاں کچھ کامیابی نصیب ہو، لیکن وہاں کے لوگوں کی سرکشی سے مایوس ہو کر واپس لوٹتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا کا بائیکاٹ کیا گیا، شعب ابی طالب میں تین سال نظر بند رکھا گیا۔ چند صحابہ کو مجبوراً ہجرت حبشہ کی اجازت دی، تو کفار مکہ کا دندان کے خلاف بھیجا گیا، کفار مکہ دارالندوہ میں جمع ہو کر آپ کے خلاف تدبیریں سوچا کرتے ہیں اور بالآخر مردان مکہ آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ آپ ہجرت کے لئے مجبور ہوئے یہاں ہجرت کرتے ہیں تو آپ کی گرفتاری کے لئے بڑے بڑے انعامات کے وعدے ہوتے ہیں۔ مکہ میں آپ اور آپ کے رفقا و خدا کی عبادت بھی کھلی طور پر نہیں کر سکتے تھے، آپ باہر تبلیغ کے قشر لپیٹ لے جاتے ہیں تو آپ کے پیچھے پیچھے کفار کے ہاتھ پلے جاتے ہیں اور آپ کے خلاف آوازیں کستے ہیں، جب ہجرت کے مدینہ طیبہ قشر لپیٹ لے جاتے ہیں تو یہود و نصاریٰ اور منافقوں سے آپ کو پالا پڑتا ہے یہ لوگ شب و روز مسلمانوں کے خلاف سازشیں کستے ہیں، کفار مکہ کو روزانہ یہاں کی خبریں بھیجتے ہیں، کفار مکہ دارالندوہ میں جمع ہو کر آپ کے خلاف تدبیریں سوچا کرتے ہیں۔ غزوہ بدر، غزوہ احد ان کی تدبیروں کا ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔

غرض! اسلام محدود جگہ میں محدود تھا، اور مسلمان ہر طرح بے بس تھے، مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ کھانے پینے کے سامان سے بھی قاصر تھے، کفار ہر قسم کے ساز و سامان سے آراستہ اور طاقتور تھے، کفار سارے ملک میں پھیلے پڑے تھے۔ اور سارا ملک یہ سوچ رہا ہے کہ اسلام کو کس طرح مٹا دیا جائے، فتح مکہ سے پہلے اسلام کا خاتمہ صرف یہاں ہی ہے کہ صرف چند مسلمان ہیں ان کو ختم کر دیا جائے، اسلام عام طور پر پھیلا نہیں تھا، اگر ایک جگہ کے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے تو دوسری جگہ باقی میں آج اگر چین میں ختم کر دئے جاتیں تو ہندوستان، پاکستان، افغانستان اور ملک کے دوسرے خطوں میں موجود ہیں لیکن فتح سے قبل یہ صورت نہیں تھی، کفار یہ چاہتے تھے اسلام کا خاتمہ کر دیں، اور وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ چند نفر میں ان کو مٹانا کیا دشوار ہے؟ لیکن خدا ان کی حمایت کر رہا تھا۔ مسلمان پیغمبر اسلام کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے اسلام کی سرمدی کے لئے کوشاں تھے۔ کفار یہ یقین کئے بیٹھے تھے کہ ان چند مسلمانوں کو مٹا دینا اور اسلام کا خاتمہ کر دینا کیا مشکل ہے اگر آج بھی توکل ہم نہیں ختم کر دیں گے، لیکن خدا کی امداد و اعانت مسلمانوں کے ساتھ تھی۔

اور وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق
 دیکر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کئے گو مشرکوں کو
 بُرا ہی کیوں نہ لگے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَذَلِكَ هَدَىٰ اللَّهُ سُبُلَ الْبَرِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (توبہ ۵)

غرض ان حالات میں ایسی جے کسی میں جہاد کرنا جہاد کے لئے خروج کرنا، جان و مال کی (باقی بر صفحہ ۱۴۸)

اور قرآن مجید کی اہمیت سے مقامات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ (توبہ ع ۳)

اور نکل کر کبیرہ گناہ کہا ہے۔ فرماتا ہے۔

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ
بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْلًا
لَهُمْ - بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ
مَا بَخَلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
(آل عمران ع ۱۸)

اور فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ
وَالْفِضَّةَ وَلَا يَتَّبِعُونَهَا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ
(توبہ ع ۵)

اسی طرح عین اور ہزدی کی مذمت فرمائی ہے مثلاً فرماتا ہے۔

اور جو شخص ایسے موقع پر کافروں کو اپنی
پیٹھ دیگا تو سمجھنا وہ خدا کے غضب میں آگیا اور
اسکا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

دقیقہ مٹکا کی بازی لگانا دینا، جس قدر دشوار اور قابل قدر ہو سکتی ہے، وہ ظاہر ہے اور عین وجہ ہے جو فتح مکہ
سے پہلے جہاد کرنے والوں، خراج کرنے والوں کا درجہ بہت بڑا ہے خدا نے تو دوس ان سر بلندوں اور
بزرگوں ایمان و یقین اور احسان کے ستونوں کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق دے۔ ان بزرگوں کا ہم پر بڑا احسان
ہے۔ آج ہم انہی کی کوششوں کی وجہ سے اسلام کا کلہ پڑا ہے ہے۔ اور قیامت تک دنیا میں اسلام کو قوت تم
گردیا۔ اور اسلام ہمیشہ کے لئے باقی ہے گا۔ سر بلند ہے گا۔ کوئی اسے مٹا نہیں سکتا۔ بلکہ وہ ہمیشہ چھلتا۔ پھرتا
ہی ہے گا۔ اور انہی بزرگوں کی کوششوں کی وجہ سے پھلتا پھرتا ہے گا۔

دا ابوالعلاء محمد اسماعیل کان اللہ (ر)

مگر ماں لڑائی کے لئے سختی کا ٹٹا ہوا یا اپنے لوگوں پر
باشا مل جینے کیلئے مل جائے تو مضائقہ نہیں۔

وَمَا أَوْلَىٰ جَهَنَّمَ لِبَشَرِ الْمَصِيرَةِ
(انفال ع ۲۷)

اور فرماتا ہے :-

اور مسلمانوں پر منافق تمہارے سامنے نہیں کھاتے ہیں
کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں کے
نہیں ہیں۔ بلکہ وہ بڑے لوگ ہیں۔

وَيَحْلِفُونَ بِأَلَدِهِمْ لِيُنَازِلَهُمْ
وَمَا هُمْ بِمُتَّقِينَ وَكَذِبَتْهُمْ قُورٌ
يَعْتَرِقُونَ ۝ (توبہ ع ۷۷)

اور کتب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بے شمار جگہ اس چیز کا بیان ہے
اور یہ تو ایک ایسی چیز ہے کہ روئے زمین کے بسے والے اس پر متفق ہیں۔ تا آنکہ عام عرب
مثل ہو گئی ہے کہ

نہیزہ چلانا جانتا ہے نہ سخی مرد ہے۔

لَا طَعْنَةَ وَلَا جَفْنَةَ .

اور کہا کرتے ہیں :-

نہ گھوڑے کی سواری جانتا ہے نہ عرب
کا وجیہ انسان ہے۔

لَا فَارِسَ الْخَيْلِ وَلَا وَجْهَ

الْعَرَبِ .

یہاں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جن پر جب دنیا غالب ہے، ان کا مقصد صرف
زمین خداوندی پر اپنی برتری، علو اور بڑائی، غرور و کبر، فساد و افساد ہے۔ آخرت کا نہیں
مطلقاً خیال نہیں ہے، اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ عطیہ اور انعام و اکرام کے بغیر ان کی سلطنت باقی
ہیں رہ سکتی، اور یہ اس کی قدرت نہیں رکھتے، اور اس لئے وہ حرام مال وصول کرنا اپنے لئے
ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ایسے لوگ غامد تگرہ اور لٹیرے بن جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں دلایت و
امارت سلطنت و حکومت اسی کو ملتی ہے جو کھاتے کھلاتے دیتے دلاتے رہتے ہیں۔
عقیف پاک و امن لوگ قطعاً محروم رکھے جاتے ہیں، اور اس پر اس کے اثر اور وسوسا خفا
ہو جاتے ہیں۔ بگڑ جاتے ہیں اور اسے محزول کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا کے مائل کو دیکھتے
ہیں۔ اور کل آنے والی دنیا کو بھول جاتے ہیں۔ اور آخرت کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ان کی
باقی اور انجام برا ہوتا ہے، دنیا اور آخرت دونوں خراب ہو جاتے ہیں۔ اگر انہیں توبہ
عصیب نہ ہوئی۔ اصلاح آخرت کی توفیق میسر نہ آئی تو خسار الدنیا و الآخرة کے مصداق بن کر
رہ جاتے ہیں۔

دوسرا فریق وہ ہے جو خوفِ خدا رکھتا ہے، مخلوق در عیال پر ظلم کرنا بڑا سمجھتے ہیں حرامِ مال سے بچنے کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ عمدہ سے عمدہ اور اچھا سے اچھا فرض ہے۔ باوجود اس کے وہ یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ سیاست پوری طرح انجام نہیں پاتی جب تک حرام نہ لیا جائے۔ اور حرام نہ دکھایا جائے اور اس لئے وہ سیاست ہی سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس قسم کے کاموں سے مطلقاً علیحدہ رہتے ہیں۔ اور بسا اوقات ان میں قدرتی جہنم، بزدلی اور مخلوقِ خدا سے چڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے پاس ایسا دین ہوتا ہے کہ واجب کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور یہ ترک بعض محرمات سے زیادہ مضر ہوا کرتا ہے۔ فرض چیز کو چھوڑ دینا۔ راہِ خدا میں جہاد کرنے سے رُک جانا، ترکِ جہاد کے مترادف ہوا کرتا ہے۔ کبھی یہ لوگ غلط تاویل کر لیتے ہیں، اور تاویل کر کے اچھے اور فرض کام سے رُک جاتے ہیں۔

اور کبھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں اس کام سے انکار واجب ہے۔ اور یہ انکار قتال و جنگ کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ اور اس لئے وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بھی قتال و جنگ کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ نے کیا۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن سے زندگی بنتی ہے، اور زندگی بنتا ہے۔ لیکن کبھی بھی ان لوگوں سے دین کے بعض گوشے، اور بعض امور دنیا اصلاح پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ان کی اجتہادی غلطی معاف بھی ہو جاتی ہے۔ ان کا قصور اور غلط بخش دی جاتی ہے۔ اور کبھی ایسے لوگ سب سے زیادہ خسران اور ٹوٹے میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہوا کرتے ہیں جن کی سعی و کوشش ضلالت و گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ اور یہ طریقہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو نہ تو اپنے لئے کچھ حاصل کرتے ہیں نہ غیر کو کچھ دیتے ہیں۔ صرف فاسق خاں جو لوگوں کی تالیفِ قلوب کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں جو لغتِ القلوب کو دینا ایک قسم کا ظلم و جور ہے۔ ان کو دینا حرام ہے۔

تیسرا گروہ امت وسط کا ہے۔ اور یہ دین محمدی اور خلفاء کا ہے جو خواص و عوام اور ساری امت کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ مال خرچ کیا جائے اور رعایا کے فائدہ کے لئے خرچ کیا جائے۔ مال دیا جائے اگر چہ وہ جن کو مال دیا جاتا ہے رُوسا اور مالدار ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کی ضروریات اور احتیاجات پوری کی جائیں۔ اور حالات کی اصلاح اور اقامت دین و دنیا عفتِ نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنی چاہئے۔ بلا استحقاق مال نہ لیا جائے۔ اور تقویٰ اور اسان و نون کو

جمع کر لیا جائے۔ کیونکہ سیاست شرعیہ ان دو کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔ دین و دنیا کی اصلاح ان کے بغیر ناممکن ہے۔ خدا کا فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ
الَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ ۝

کیونکہ جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہیں اور جو حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اللہ ان کا ساتھی

(مخلع ۱۶)

ہے۔

اردیہ وہی ہے کہ لوگوں کی روٹی کپڑے کا انتظام کیا جائے۔ ان کی ہرزور تیں پوری کی

جائیں۔ اور خود حلال و طیب کھائیں۔ اور یہ کہ اوپر کے لوگ خرچ کم کر دیں کیونکہ قدرتی

بات ہے کہ اوپر کے بسنے والے سے لوگ لینے کی تمنا زیادہ رکھتے ہیں۔ عقیف سے اتنی تمنا

نہیں رکھتے تھے۔ اور جس قدر عقیف سے لوگ اپنی اصلاح کر لیتے ہیں غیر عقیف سے

نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قدرت و امکان کے ساتھ عفت سے کام لینا۔ یہی تقویٰ اور دین

کی حرمت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ابو سفیان بن حرب سے روایت ہے کہ

اے مشا سلاطین اور بادشاہ، وزراء اور ان کے نائب گورنر اور ان کے نائب، اگر آج کل کی نمائش جمہوری

حکومت کے صدر جمہوریہ، غرض طبقہ بالا کا پوسٹہ ملک پر پوری سلطنت پراثر پڑا کرتا ہے، اگر اوپر کا طبقہ

صلاحیے تو سارا ملک ساری سلطنت صلاحیے ہو جائے گی۔ اور برائے تو ساری سلطنت پر اس کا اثر پڑے گا۔

رعایا پر پوری کا اقتضاریہ ہے کہ رعیت کی فلاح و بہبود کو سب سے زیادہ پیش نظر رکھا جائے شیخ

سعدی ج کا مقولہ ہے۔

گوسیدنا زبرائے چوپان نیست

بلکہ چوپان برائے خدمت دوست

اگر بالائی طبقہ کے لوگ لینگے کھائیں گے تو ماتحتوں سے کفایت شعاری کی امیدیں بیکار ہیں۔

سب لینگے کھائیں گے شیخ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے۔

بہ بیخ بیضہ کہ سلطان تگمروا دارد

زند شکر یانش ہزار مرغ سیخ !

غرض یہ کہ رعایا پر پوری کا اقتضاریہ ہے کہ رعیت کا پورا پورا خیال رکھا جائے شیخ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے۔

برعیت ضعیف رحمت کن تا از دشمن توی رحمت نہی۔ ضعیف فکر و رعیت پر کرم کرنا کہ توی دشمن سے رحمت نہ تھاؤ

اور صحیح تو یہ ہے کہ خدا کا ملک اس پر خدا کا ہی دستور و حکومت چلنی چاہیے، اسی سے زیادہ عجبیہ درست ہو سکتی ہے اور تمام کی ذمہ

داری و ذمہ پر ہے، احرار اور ظالم اگر یہ دو گروہ درست ہیں تو ساری خدائی درست ہو جائیگی اگر یہ ناہمواریں تو ساری خدائی

ناہمواریں۔ وھل افسد الدین الاطموک و اھب افسد و رھب اھب

ہر قتل شاہِ روم نے ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے کہا یہ پیغمبر کیا بتلاتے ہیں؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا وہ ہمیں نماز پڑھنے کو کہتے ہیں صدق و عفاف اور صلہ رحمی کا حکم کرتے ہیں۔ اور ایک اثر میں ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی اتاری کہ اے ابراہیم تمہیں خبر ہے کہ میں نے تم کو اپنا خلیل کیوں بنایا ہے؟ اس لئے بنایا ہے کہ تم کو دینا زیادہ محبوب ہے اور لینا کم محبوب ہے۔

جو وہ فرمادے

اور ہم عطا اور بخشش دینے کا ذکر کر چکے ہیں کہ سخاوت اور قومی فوائد کو پیش نظر رکھنا ہر حال میں ضروری ہے۔ اور صبر و غضب میں دفع حضرت کا خیال رکھنا شجاعت و بہادری ہے اسے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اور غضب و غصہ کے بارے میں لوگ تین قسم کے ہیں، ایک وہ جو اپنے لئے اور پروردگارِ عالم کے لئے غضب و غصہ کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو نہ اپنے لئے غضب و غصہ کرتے ہیں نہ پروردگار کے لئے تیسرے وہ جس کو اہمیت و سزا کہتے ہیں ان کا غضب و غصہ صرف پروردگارِ عالم کے لئے ہی ہوتا ہے، اور اس لئے وہ غضب و غصہ سے آشنائی نہیں ہوتے۔ جیسا کہ علیہ السلام کے اندر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی اپنے خادم کو مارا۔ نہ عورت کو۔ نہ جانور کو، اور نہ کسی کو۔ مگر جہاد فی سبیل اللہ کے وقت، اور آپ کو نہیں دیکھا گیا کہ اپنے لئے آپ نے انتقام لیا ہو۔ مگر ہاں جبکہ حرمت خداوندی توڑی جائیں۔ جب حرمت خداوندی توڑی جائیں تو آپ کا غصہ کوئی تھام نہیں سکتا تھا۔ تا آنکہ آپ اللہ کا انتقام لے لیتے۔

مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ خَادِمًا لَهُ وَلَا امْرَأَةً وَلَا ذَا ابْتَلَةٍ وَلَا شَيْئًا قَطُّ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا بَيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ فَاَنْتَقَمَ لِنَفْسِهِ قَطُّ. إِلَّا أَنْ تَنْتَهَكَ حُرْمَاتِ اللَّهِ فَاذَا أَنْتَهَكَ حُرْمَاتِ اللَّهِ كَرِهْتُ لِنَفْسِي شَيْءٌ حَتَّى يَلْتَقِمَ اللَّهُ

جس کا غضب و غصہ اپنے لئے۔ اپنی جان کے لئے ہے۔ پروردگارِ عالم کے لئے نہیں یا جو اپنے لئے وصول کرتا ہے، پروردگارِ عالم کے لئے نہیں۔ اور دوسروں کو نہیں دیتا۔ تو یہ چوتھی قسم کے لوگ مخلوق میں شرابی ترین لوگ ہیں۔ نہ ان سے دین کی اصلاح ممکن ہے نہ دنیا کی۔

صلاح اور نیک بندوں کی سیاست کا مل تھی، ان کا طریقہ یہ تھا کہ واجبات پر پورا پورا عمل کرتے تھے، محرمات سے قطعاً بچتے تھے، یہ ایسے مقدس لوگ تھے کہ ان کے عطیہ سے دین کی اصلاح ہوتی تھی۔ اور وہی چیز وہ لیتے تھے جو ان کے لئے مباح تھی۔ ان کا غضب و غصہ پروردگار عالم کے لئے ہوتا تھا۔ اور اس وقت ہوتا تھا جبکہ محرم الہیہ توڑے جاتے تھے، اور اپنا حصہ، اپنا حق معاف کر دیتے تھے۔

یہ اخلاق نبوی تھے، مال خرچ کرنے میں مال کے لینے میں اور جو کچھ آپ کرتے تھے کامل اور مکمل تھا۔ اور جو شخص ان اخلاق کے قریب ہوگا وہ افضل و برتر ہوگا۔ پس مسلمانوں کا فرض اولین ہے کہ پوری پوری کوشش کریں، اور طریق نبوی کے قریب تر ہو جائیں اور کوشش کے بعد اپنے قصور، تقصیر، اور خطا کے لئے بارگاہ خداوندی میں توبہ و استغفار کریں۔ اور سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو دین دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے کامل و مکمل ہے۔ اور یہ امور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں موجود ہیں۔

بَانَ اللّٰهُ يَا مُرَّةَ لِكُرِّ اَنْ تُوَدُّوا
اَلَا مَا نَابِتِ اِلٰى اَهْلِهَا لَ (نساء: ۸)

رکھنے والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو۔

۱۵۔ یہ ہے وہ اسلامی حکومت جسے خدا کی حکومت کہا جاتا ہے۔ اور ہر سوری و دروین ما خدمت گریست، اہل کا نام ہے۔ آج کرہ زمین پر بڑی بڑی حکومتیں قائم ہیں، لیکن کون لگاؤ کر ان تُوَدُّوا اَلَا مَا نَابِتِ اِلٰى اَهْلِهَا۔ کا وجود بھی ملتا ہے، اسلامی طریقوں پر نگاہ ڈالو کہ کہیں بھی لاالنفلسہ و لکن لہبہ حکومت ہوتی ہے، ساری دنیا ایک ہی رنگ میں رنگی ہوئی ہے، ساری دنیا پر آج وہی رنگ چڑھا ہوا ہے جو اسلام سے قبل روم و عجم پر چڑھا ہوا تھا بلکہ اس سے کہیں زیادہ۔

امام اہلبند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ کے اندر باب ارتفاقات و اصلاح الہدیٰ میں رومیوں اور عمیوں کا حال لکھا ہے، ہم اس کی تلخیص یہاں پیش کر دیتے ہیں۔ اس پر غور کیجئے، اور اَنْ تُوَدُّوا اَلَا مَا نَابِتِ اِلٰى اَهْلِهَا کی بحث سامنے لے آئے، اور غور کیجئے کہ خدا کیا چاہتا ہے، اور دنیا کدھر جا رہی ہے اور دنیا کس قدم کا انقلاب چاہتی ہے، شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

ردمیوں اور عمیوں کو جب خلافت ملی اور طویل مدت تک وہ اس منصب پر سرفراز رہے، تو لذات دنیا میں گم ہو کر رہ گئے، اور شیطان ان پر ایسا مسلط ہو گیا کہ زیادہ سے زیادہ اسباب عیش فراہم کرنا اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنی خوش حالی کی نمائش کرنا (باقی برص ۱۵۲)

دسویں فصل کے مضامین

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **وَإِذَا حُكِمَ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ**۔ حدود و حقوق کسی ایک قوم کے لئے خاص نہیں ہیں، حدود میں سفارش حرام و ناجائز ہے۔ رشوت دینے والا رشوت لینے والا اور رشوت دینے والے والا دلال سب گنہگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ..

وَإِذَا حُكِمَ بَيْنَ النَّاسِ
أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ط (۱۸۷)

اور جب لوگوں کے باہمی جھگڑے فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

لوگوں کو حکم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حدود و حقوق میں حکم کیا جائے، یہ حدود و حقوق دو قسم کے

دقیقہ ۱۵۳) ان کی زندگی کا مقصد قرار پایا عقل و حکمت کا استعمال بھی ان کے یہاں بس ہی تھا کہ معاشی

استفاد کے ذمے سے ذہنی وسائل تلاش کئے جائیں، اور پھر ان سے لطف اندوزی کے عجیب عجیب

طریقے نکالے جائیں، ان کے رُوسا اپنی شان و ریاست کے اظہار میں جس طرح دولت صرف کرنے

تھے اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جس شخص کا شمار بیسویں میں ہوتا اس کے لئے دو لاکھ درہم

سے کم قیمت کا تاج پہننا عار کی بات تھی، اس کے لئے ضروری تھا کہ ایک عالی شان محل میں رہے،

جس کے ساتھ آئین، حمام اور باغ بھی ہوں۔ غلاموں کی ایک فوج اس کی خدمت میں اوقعتی گھوڑوں

کی ایک کثیر تعداد اس کے صہبل میں ہو۔ اس کا دسترخوان نہایت وسیع ہو۔ اور بہتر سے بہتر کھانے

اس کے مطبخ میں ہر وقت تیار رہیں۔ غرض یہ کہ بچی چیزیں ان کے اصول معاش میں گھس گھس

اور ایسی جگہیں کہ دوروں سے ان کا نکلنا محال ہو گیا۔ یہ ایک بیماری تھی جو ان کے تمدن کی رنگ و رنگ

میں اتر گئی۔ اس کے اثرات بازاروں اور گھروں تک میں پھیل گئے۔ ہر دور و در لسان تک ان سے

زیادہ ہو سکے۔ اس نے چند محلوں میں عیش و عشرت کے سامان جمع کرنے کے لئے ملکوں اور اقلیتوں

کا بے شمار حقوق کو مہتاب میں مبتلا کر دیا۔ اس لئے کہ یہ سامان جمع نہیں ہو سکتے تھے جب تک کہ ان کے لئے

بانی کی طرح روپیہ نہ بہایا جائے اور تہی کثیر دولت فراہم کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ تاجروں

اور کارکنکاروں اور دوسرے محنت پیشہ طبقوں پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس لگائے جائیں (باقی برص ۱۵۵)

ہیں۔ حدود و حقوق کی ایک قسم وہ ہے جو کسی ایک خاص قوم کے لئے معین اور ضامن نہیں ہے۔ بلکہ اس کی منفعت مطلقاً مسلمانوں کے لئے ہے، مثلاً قطع الطریق ڈاکو۔ راہزنی۔ چور۔ رالی وغیرہ

ذہبیہ ص ۱۵) پھر اگر ٹیکسوں کی زیادتی سے تنگ آکر یہ غریب طبقے روپیہ خیزے سے انکار کریں تو ان کو فوجوں

سے پا حال کرایا جائے، اور اگر طاقت سے ڈر کر وہ اطاعت میں سر جھکا دیں تو ان کو گدھوں اور سیلوں کی طرح محنت میں جوت دیا جائے کہ وہ دن رات رسیوں کے لئے دولت پیدا کریں اور ان کو دم لینے کی بھی فرصت نہ ملے۔ کہ خود اپنی سعادت دنیا اور آخرت کے لئے بھی کچھ کر سکیں، اس کا نتیجہ تھا کہ لاکھوں کروڑوں کی آبادی میں مشکل ہی سے کوئی ایسا شخص ملتا تھا جس کی نگاہ میں دین و اخلاق کی کوئی اہمیت ہو، وہ بڑے بڑے کام جن پر نظام عالم کی بنا قائم ہے، اور جن پر انسانی فلاح و ترقی کا مدار ہے

قریب قریب محفل ہو گئے تھے۔ لوگ زیادہ تر یا تو ان صنعتوں میں لگ جاتے تھے جو دوسلوں کے لئے

لوازم عیش پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ یا پھر ان فنون اور ان پیشوں کو اختیار کرتے تھے جن سے رسیوں کو عموماً دلچسپی ہو کر تھی ہے، اس لئے کہ ان کے بے کر کوئی شخص روز سار کے ہاں درخور

حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اور روز سار کے ہاں درخور حاصل کرنے کے لئے سوا خود بخالی کے دوسرا کوئی

ذریعہ نہ تھا۔ ایک اچھی خامی جماعت شاعروں۔ سخنروں۔ نقالوں۔ گویوں، مصاحبوں، شکاریوں

اور ایسی طرح کے لوگوں کی پیدا ہو گئی تھی جو درباروں سے وابستہ رہتی تھی، اور ان کے ساتھ اگر اہل دین

تھے بھی تو وہ حقیقت میں دبیز نہ تھے۔ بلکہ کسب معاش کے لئے دین کا ہمیشہ کرتے تھے۔ تاکہ اپنے

زہد کی نمائش سے باسندیدوں سے یا اپنے منکر و فریب سے کچھ کم کھا سکیں۔ اس طرح یہ رمضان مالک

میں انسانی جماعت کو اوپر سے تیسے تک گھن کی طرح کھا گیا تھا۔ اس نے پوری پوری قوموں کے اخلاق

گرا دئے تھے۔ اور ان کے اندر ذلیل خصمتیں بیوست کر دی تھیں۔ اس کی بددلت ان کی سر زمین میں

انہی صلاحیت ہی بر جی تھی کہ حد اپرستی اور مکارم اخلاق کا بیج اس نے اندر جڑ پکڑا سکے۔

جب روم و عجم کے ممالک پر یہ مصیبت حد سے زیادہ بڑھ گئی اور حد سے متجاوز ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ

کا غضب بھرا ک اٹھا۔ اور اس نے اس مرض کا علاج کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ کہ مرض کی جڑ کاٹ ڈالی جائے

چنانچہ ایک ہی امی کو موش ذہن بنایا جو۔ وہیوں اور عمیوں سے گھلا ملا نہ تھا۔ اور جس تک ان کی عادات

اطوار و خصائل کا کوئی اثر نہ پہنچا تھا۔ اس کو صحیح اور غلط۔ صالح اور فاسد۔ میں امتیاز کرنے والی

میزان بنا دیا۔ اس کی زبان سے عجمی اور رومی عادات و عیوب کی مذمت کو رائی۔ حیات دنیا میں استغراق

اور لذت دنیوی میں انہماک کو مردود ٹھہرایا۔ عجمی عیش پرستی کے ارکان میں سے (باقی بر ص ۱۵۶)

پر حد جاری کرنا۔ اور مثلاً اموال سلطانی، اموال اوقاف اور وصایا کہ کسی ایک قوم کے لئے متعین اور مخصوص نہیں ہیں۔ اور یہ چیزیں حکومت۔ ولی الامر اور حاکم کے لئے خاص توجہ کے محتاج ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اسی لئے فرمایا تھا:-

لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ إِمَارَةٍ . سِرَّةٌ لَوُغُولٍ كَلْتٌ أَوْ فِاجِرَةٌ .
ہے نیک ہو یا بری۔

(بقیہ صفحہ ۱۵۵) ایک ایک کوچن چن کر حرام کیا۔ مثلاً سنے اور چاندی کے برتن۔ سونے اور جواہر کے زیور، روشنی کپڑے،

تصاویر اور مجھے وغیرہ ذالک۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ اس نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرداری سے روم و عجم

کی سرداری کا اتصال کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ۔ هَلَكْتُ كَثْرَى ، فَلَا كَثْرَى بَعْدَكَ . وَهَلَكْتُ قِصْرًا فَلَا

قِصْرًا بَعْدَكَ . (انتہی مخصوصاً از باب اقامتہ الارزاقا ت و اصلاح الرسوم)

غرض ابعت نبوی کے وقت جو حال روم و عجم کا تھا کہ معبودہ دینا پر چھانے پتے تھے، ساری دنیا اپنی دو سلطنتوں

کی غلامی کے جو سے میں جتی ہوئی تھی۔ آج دنیا امریکہ اور روس کی غلامی کے جو سے میں جتی ہوئی ہے۔ کئے کو آزاد میں لیکن حقیقت

میں غلام ہیں۔ انہی کی سیاست غیر صالحہ کو سیاست سمجھتی ہے، انہی کے غیر صالح تمدن و تہذیب میں، انہی کے غیر صالح

تمدن و تہذیب میں، دانش و دانش کی جاتی ہے، انہی کے مفرطانہ عیش پرستی، عیش کوئی کو زندگی کا ڈھانچہ سمجھتی ہے، انہی کے

احلاق و کردار کی غلامی میں زندگی گذارتی ہے، اور آج انہی کی سائنس نے دنیا کو غلاب الیم میں مبتلا کر رکھا ہے۔

اگر دنیا آج اپنے لئے امن چاہتی ہے، روٹی چاہتی ہے، امن و سکون کی زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ دنیا اور آخرت

بنا نا چاہتی ہے۔ دنیا میں امن و چین سے رہ کر خدا کو یاد کرنا چاہتی ہے، دنیا اور آخرت دونوں بنا نا چاہتی ہے،

تو اسلام کے دستور کو اپنائے، کہ یہ آسمانی دستور ہے، قرآنی دستور العمل ہے، ملک خدا کا ہے تو حکومت بھی خدا کی

ہونی چاہئے: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْآيَاتَ . تو اعد وضو بطہی خلیفہ کی نافذ ہونے چاہئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے خلفائے نے اپنی قواعد وضو بطہ کی طاقت سے ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ دنیا کا رنگ تبدیل کر دیا۔

روم و عجم کا تختہ الٹ دیا اور دنیا پر خدا کی حکومت قائم کر دی۔ نصف صدی بھی گذرنے سے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا

پر قائم کر دی۔ اور دنیا کے لئے رحمت و رافت امن و چین و رحمت و سکون کی حکومت کھڑی کر دی۔ اور

اَنْ تُوَدَّوْا الْاِمَانَاتِ اِلَى اَهْلِهَا ط کی سب گریحانہ ساری دنیا پر چھائی۔ کاش مسلمان

چاہئیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی پیروی کریں۔ تو بھریہ دنیا۔ دنیا داؤں کے لئے

جنت بن جائے۔ نَعْلُ اَللّٰهُ يَجِدُ نَعْدًا ذٰلِكَ اَمْرًا

(ابوالعلا محمد اسماعیل کو دھروی کان اللہ)

لوگوں نے کہا۔ امیر المؤمنین نیک تو ٹھیک ہے۔ بڑا امیر کیوں مقرر کیا جائے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا۔

یُفَاخِرُ بِهَا الْخُدُودَ - وَتَمَنُّنُ
بِهَا السُّبُلَ وَيُجَاهِدُ بِهَا الْكُفْرَ
وَيُقَسِّمُ بِهَا الْفَيْئَ -

اس امارت سے حدود کا اجراء ہونا چاہتا ہوں
میں امن ملتا ہے، دشمنوں سے اسکے ذریعہ جہاد
کیا جاتا ہے اور اسکے ذریعہ مال فئی تقسیم ہوا کرتا ہے

یہ وہ قسم ہے کہ دالیان ملک، احرار ولایت پر اس سے بحث کرنا، اس پر غور کرنا فرض ہے اور بلا کسی دعویٰ کے دعوئے اور مطالبہ کے یہ حدود قائم کرنی چاہئے۔ اور یہی حکم شہادت کا ہے بغیر کسی کے دعوئے کے لینی چاہئے۔ اگرچہ فقہار نے چور کے ہاتھ کاٹنے میں اختلاف کیا ہے کہ جو مال چوری ہو گیا کیا اس کے مطالبہ کی ضرورت ہے کہ جس کا مال چوری ہوا ہے وہ اپنا مال طلب کرے تو چور پر حد جاری ہوگی وگرنہ نہیں۔ اور امام احمد وغیرہ کہتے ہیں کہ مطالبہ کے بغیر حد جاری نہیں کی جائے گی، لیکن تمام اس پر متفق ہیں کہ جس کی چوری ہوئی ہے حد جاری کرنے کے لئے اس کے مطالبہ کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض علماء مال کے مطالبہ کی شرط لگاتے ہیں تاکہ چور کو کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔

یہ جہاد کی وہ قسم ہے کہ جس میں حدود جاری کرنا واجب ہے، شریف ہو یا کمین، جتھے والا ہو یا بغیر جتھے والا۔ قوی ہو یا ضعیف سب پر حد جاری کرنا فرض ہے۔ کسی کی شفاعت و سفارش سے یا ہدیہ اور تحفے کرے یا کسی دوسری وجہ سے حد کو معطل کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور جو شخص قدرت رکھتے ہوئے اس حد کو معطل اور ساقط کرے گا اس پر اللہ اور اس کے رسول، اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی، اس میں کسی کی سفارش مقبول نہیں ہوگی۔ اور سفارش کرنے والا اس قبیل سے ہوگا۔ مِنْ اَشْتَدَىٰ بِاَيَاتِ اللّٰهِ سَمْتًا قَلِيْلًا۔ (اس کی آیتوں کو تھوڑے داموں بیچتا ہے)

اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ خَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَبَّةٍ
مِّنْ حُدُودِ اللّٰهِ - فَقَدْ ضَادَّ اللّٰهَ فِيْ
اَمْرِهِ وَهِيَ خَاصَّةٌ فِيْ بَاطِلٍ وَهِيَ

جس کی شفاعت و سفارش حدود اللہ میں سے
کسی حد کے آڑے آئی تو وہ خدا کا مقابلہ کرتا ہے
اور جو شخص باطل پر جھگڑتا ہے اور وہ جانتا ہے

کہ باطل ہے تو وہ خدا کی تعریف میں ہے گا۔ تا آنکہ وہ اس جھگڑے کو چھوڑ دے، اور جس نے کسی مسلمان کے خلاف ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے، تو ایسے لوگ ردغۃ الخیال میں مقید ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ردغۃ الخیال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا اہل دوزخ کا پھوڑا، خون اور پیپ۔

يَعْمُرُ كَعْرِيذَ فِي سَخَطِ اللَّهِ حَتَّى
يَنْزِعُ وَمَنْ قَالَ فِي مُسْلِمٍ مَّا
لَيْسَ فِيهِ حَمْسٌ فِي رَدِّغَةِ الْخَيْالِ
حَتَّى يُخْرِجَهُ مِمَّا قَالَ - قِيلَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ وَمَا رَدِّغَةُ الْخَيْالِ؟
قَالَ عَصَابَةٌ أَهْلِ النَّارِ -

(رواہ ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکام اور گواہوں اور جھگڑنے والوں کا ذکر اسی لئے فرمایا ہے کہ یہی لوگ حکم کے اصل ارکان ہیں اور فیصلہ انہی کی منصفی پر ہوتا ہے۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، اور سفارش و شفاعت کے بارے میں اہم بالشان واقعہ اس عودت کا ہے، جو بنی مخزوم میں سے تھی۔ جس نے چوری کی تھی، کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، گفتگو کرنا چاہی تو لوگوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کون کرے گا؟ گفتگو کی جرأت و ہمت سوائے مسد بن زید کے کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے یہ مات حضور نبویؐ میں پیش کی آپ نے فرمایا:-

کیا حدود الہی میں شفاعت و سفارش کرے ہے؟
نئی امر ایل اہی لئے ہلاک ہوئے ہیں کہ جب ان میں کوئی
شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ جب کوئی
ضعیف کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری
کرتے، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی
جان ہے۔ اگر محمد کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو میں اس
کے ہاتھ کاٹ دیتا۔

أَتَشْفَعُ فِي حَيٍّ مِنْ حُنَّادٍ لِلَّهِ؟
إِنَّمَا هَلَكَ بَعْدُ سَرَّابِيْلٌ لِلَّهِمْ كَانُوا
إِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الشَّرِيفُ تَذَكُّوهُ - وَ
إِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الضَّعِيفُ أَقَامُوا
عَلَيْهِ الْحُدُودَ - وَاللَّيْفَى نَفْسٌ حَمِيدًا
بِأَيِّهَا كَوَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ
سَرَقَتْ لَفَطَحْتُ يَدَهَا -

یہ واقعہ بڑا عبرت انگیز نصیحت خیز ہے۔ کیونکہ قریش میں اشرف ترین خاندان دو بطن دو خاندان ہی تھے، بنو مخزوم اور بنو عبدمناف۔ جب اس پر ہاتھ کاٹنا واجب ٹھہرا۔ اور ایسی چیز کے عوض کہ بعض علماء کے نزدیک عاریت لی گئی تھی۔ اور بعض کے نزدیک خاص چوری کی گئی تھی۔

تو بدھ بچے رسول۔ یہ قبیلہ سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ سب سے زیادہ شریف۔ اور خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور دوست حضرت اسامہ بن زید نے سفارش کی تھی، ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہوئے۔ اس شفاعت و سفارش سے سخت برہم ہوئے اور کہا۔ تم ایک حرام و ناجائز بات لے کر آئے ہو۔ یہ حدودِ خداوندی کے پائے میں سفارش ہے۔ اور پھر آپ نے مثال میں سیدۃ النسا رب العالمین کی مثال پیش کی، کہ اگر یہ بھی چوری کرتیں تو میں اسکا ہاتھ کٹوا دیتا۔

روایت کی گئی ہے جس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ اس نے توبہ کی تھی۔ اور ہاتھ کٹنے کے بعد یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیا کرتی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کوئی حاجت ہوتی پوری فرما دیا کرتے تھے۔ اور روایت کی گئی ہے :-

إِنَّ السَّارِقَ إِذَا تَابَ سَبَقَتْهُ
 جنت میں داخل ہونے میں سبقت کریگا۔ اور اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس کا یہی ہاتھ دو نوح کی طرف سبقت کرے گا۔

اور امام مالک نے اپنی نوطا کے اندر روایت کی ہے۔ ایک جماعت نے ایک چور کو پکڑ لیا تاکہ اسے حضرت عثمان بن عفان تک پہنچائیں، راستہ میں حضرت زبیر بن عوف نے ان لوگوں سے درخواست کی کہ حضرت عثمان بن عفان سے آپ اس کی شفاعت و سفارش کر دیں۔ حضرت زبیر نے فرمایا: جب حدود کا معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے والے پر اور جس کے لئے سفارش کی جائے اس پر لعنت بھیجتا ہے!

حضرت صفوان بن امیہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں سوتے ہوئے تھے۔ ایک چور آیا اور ان کی چادر لے کر چلتا بنا۔ حضرت صفوان نے اسے پکڑ لیا۔ اور خدمت نبوی میں اسے پیش کیا۔ آپ نے مقدمہ سن کر چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت صفوان نے کہا کیا میری چادر میں اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا؟ میں اسے بخش دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا :-

فَهَلَّا تَبَلَّ أَنْ تَأْتِيَنِي بِسَهْوَةٍ عَنِّي. ثُمَّ تَطْعَمَ يَدَهُ.
 کیوں میرے پاس لانے سے پہلے اسے عفو نہیں کر دیا؟ اس کے بعد اپنے اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔
 (رد المحتار، سنن)

جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ اگر میرے پاس لانے سے پہلے تم معاف کر دیتے تو ایسا ہو سکتا تھا۔ جب میرے پاس لائے تو اب تعطیل حد کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ نہ معاف کرنے سے ممکن ہے، نہ سفارش سے نہ بخشش سے۔ میرے علم کے مطابق علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ رابزن، ڈاکو، لٹیرے اور چور وغیرہ جب فی الامر کے سامنے پیش کر دئے جائیں اور پھر ڈاکو، چور تو بہ کرے تو حد ساقط نہیں ہوگی۔ بلکہ حد قائم رکھنا اور جاری کرنا واجب و لازم ہے۔ اگر ان لوگوں نے توبہ کی، اپنی توبہ میں سچے تھے۔ توبہ خدا ان کے لئے کفارہ بن جائے گی۔ اور توبہ میں استقامت ان کی توبہ کو استوار اور مضبوط کر دے گی۔ اور یہ چیز حقدار کے حقوق پورا پورا قصاص و بدلہ اور بدلہ کی قدرت پانے کے برابر ہے۔

اور خدا کے اس قول میں اس کی اصل موجود ہے:-

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً
يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِمَّا دُمِنَ يَشْفَعُ
شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِمَّا دُكِنَ
وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا

اور جو شخص نیک بات کی سفارش کئے اس نیک کام کے اجر میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا اور جو بری بات کی سفارش کئے اس کے وبال میں وہ بھی شریک ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ضابطہ ہے۔ (ن، ع، ۱۱)

کیونکہ شفاعت کے معنی ہی طلبِ اعانت کے ہیں۔ شفیع اور شفیع دو کو کہتے ہیں، اس کے مقابلہ میں ذرا آتا ہے۔ تو شفیع اس وتر کے ساتھ ہو گیا تو گویا ایک تھا دو ہو گئے پس اگر نیکی اور تقویٰ کی اعانت کر دئے تو یہ شفاعت حسنہ ہوگی، اگر اثم، گناہ اور عدوان کی شفاعت کر دئے تو یہ شفاعت سیئہ ہوگی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں شفاعت اور سفارش کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اور اثم و گناہ کی شفاعت و سفارش سے تمہیں روکا گیا ہے۔ پس اگر وہ اپنے عمل میں کاذب اور جھوٹے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے فریب دل کو پھوٹے پھلنے نہیں دے گا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ
(سورۃ یوسف، ع، ۷)

اور یہ کہ خیانت کرنے والوں کی تدبیروں کو اللہ چلنے نہیں دیتا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے اور فساد پھیلانے کی غرض سے ملک میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں ان کی سزا تو اس یہ ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دئے جائیں یا ان کو سولی سے دی جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں لے لے سیدھے کاٹ ڈالے جائیں، یا ان کو دس نکالا دیا جائے، یہ تو دنیا میں ان کی سزا ہے، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے، مگر جو لوگ اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو یہ کر لیں تو جانے رہو کہ اللہ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ
فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ
تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ
جِلْدٍ أَوْ يُنْفَرُوا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ
لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا ذَٰلِكَ لَهُمْ فِي
الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلَّا الَّذِينَ
تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْرَأُوا عَلَيْهِمْ
فَاصْلِحُوا أَلَّا تَكُونَ لَكُمْ حِينَةٌ

(دعا ۵۸: ح ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ جو قدرت پانے سے پہلے
کاتب ہو گئے ہیں۔ ولی الامر حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے تو یہ کر چکا ہو۔ وہی مستثنیٰ ہے فقط۔ جو
قدرت کے بعد، اور حاکم کے سامنے پیش ہونے کے بعد تو یہ کرے تو اس پر حد کا اجراء واجب
اور ضروری ہے۔ اس پر حد جاری کی جائے گی۔ آیت کا عموم اور اس کا مفہوم اور علت جو حد لانے
بیان کیا ہے، اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ مینہ اور گواہ سے جرم ثابت ہو
اور یا جب خود مجرم اپنے جرم کا اقرار کر لیسے اور وہ آکر خود جرم دگناہ کا اقرار کر لیسے اور تو یہ
بھی کر لی ہے تو اس میں نزاع اور اختلاف ہے جو دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ امام احمد بن
حنبلی کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ ایسی صورت میں حد جاری نہیں ہوگی۔ یا خود خود حد کا طالب ہے
تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ اور اگر وہ چلا گیا اور حد جاری کرنا نہیں چاہتا تو حد اس پر جاری
نہیں کی جائے گی۔ اور حضرت ماعز بن مالک کی حدیث اسی پر محمول ہے جس وقت صحابہ نے
رسول کے وقت کی ان کی کیفیت بیان کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَلَّا تَرَكَ مَمُوكًا
کیوں ان کو تم نے چھوڑ نہیں دیا؟

اس کے علاوہ دیگر احادیث و آثار پانے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قدرت
پانے سے پہلے حاکم کے سامنے پیش ہونے سے پہلے تو یہ کر چکا ہے تو اس پر حد جاری
نہیں کی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَاوَنُوا عَلَى بَيْنِكُمْ
فِي مَا بَيْنَكُمْ مِنْ حَقٍّ فَقَدْ وَجِبَ
الْبِرُّ ذُو الشَّائِي

اور ایسا معاملہ کرنا واجب ہو جائے گا۔
اور ایسا معاملہ کرنا واجب ہو جائے گا۔

میں پر حد جاری کرنا چاہیں گے دن
برسات برسنے سے زمین والوں کے لئے

صباحاً

اور یہ اس لئے کہ معاہدہ کی ریزی اور دشمنی سے خوف کا سبب ہیں جیسا کہ کتاب اللہ
اور کتاب الرسول اس پر دلالت کرتی ہیں۔ جب حدود کا جواز و قیام ہوگا۔ اور طاعت الہی
عاب اور طہا ہو جائے گی۔ تو معاہدہ کی افہامی کہ ہو جائے گی۔ اور جب مہامی اور گناہ
کہ ہو جائیں گے تو رقی بھی خوب ملے گا۔ اور ہمدانی نصرت و امداد بھی نصیب ہوگی۔

اور انی چور و شرابی قاطع طریقاً براہین وغیرہ سے مالے کر حد کو معطل کرنا کئی طرح
جائز نہیں ہے۔ اور بیت المال میں لینا جائز ہے۔ نہ کسی اور کے لئے لینا جائز ہے۔ اور جو مال
بھی تعطیل حد اور حد ساقط کرنے کے لئے لیا جائے گا۔ سخت اور حرام ہوگا۔ اگر وہی الامر حاکم
نے ایسا کیا تو اس نے دو تہذیبوں کو جمع کر لیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے حد ساقط کر دی۔ اور حرام مال لیا۔
دوسری یہ کہ اس نے واجب ترک کیا۔ اور حرام پیر کا فریب حوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا يَتْرُقَ أَهْلُ الْبَيْتِ مِنْكُمْ
الْأَحْبَابُ عَنْ فَوَاحِشِ الْأَشْرَارِ وَأَكْثَرُ
السُّخْتِ طَلَبُ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ

ان لوگوں کے مرنے یعنی مشائخ اور علماء
جھوٹ بولنے اور مال حرام کے کھانے سے
کیوں نہیں منع کرتے، البتہ بہت ہی بڑی
سے اور گنہگاروں کے مشائخ اور علماء
کرتے ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ کی سبزی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

سَمَاعُونَ لَكَ دِيَابٌ أَكَاثُونَ
 بے ٹوک جھوٹی باتوں کی کشتیاں لیتے پھرتے ہیں
 اہل حرام دُکوستے چلے جا رہے ہیں۔
 کیونکہ یہود سحبت حرام اور خبیث مال لیا کرتے تھے، رشوت کھاتے تھے، جس کا نام
 انھوں نے برطل رکھا تھا۔ اور جسے ہدیہ وغیرہ کہا کرتے تھے۔
 جب ولی الامر حاکم حرام مال لے گا تو ضرور وہ جھوٹی گواہی دے گا۔ اور رسول اللہ
 صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

أَلَّا تَشِيءُ ۚ وَكَانَ كَثِيرًا تَشِيءُ وَاللَّزَائِشُ
 رشوت لینے والا، رشوت لینے والا، اور جو دونوں کے
 دُریان درجہ ہے سب برابر کے گنہگار ہیں۔
 (رواہ ابی اسن)

اور صحیح بخاری، اور صحیح مسلم کے اندر ہے دو آدمیوں نے اپنا محامضہ حضور نبویؐ میں پیش کیا،
 ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ سے فرمادیجئے۔ دوسرا آدمی ڈرا ہوشیا
 تھا اس نے بھی کہا ہاں یا رسول اللہ کتاب اللہ سے ہمارا فیصلہ فرمادیجئے۔ اور مجھے کچھ کہنے کی اجازت
 دیجئے۔ آپ نے فرمایا اچھا کہو۔ وہ بولا میرا لڑکا اس کے گھر پر اجرت سے کام کیا کرتا تھا، اور
 اس سے اس کی عورت کے ساتھ زنا ہو گیا ہے۔ اور اس کی جانب سے میں نے سو کھڑے یا لے
 لیے ہیں وہ دی ہیں۔ اور ایک غلام بھی آزاد کر دیا ہے میں نے علماء سے مسئلہ پوچھ کر ایسا
 کیا ہے آپ نے جواب دیا، تمہارے لڑکے کے لئے سو کوڑے اور ایک سال جلا وطنی ہے
 اور اس کی عورت کے لئے رجم کی حد جاری ہوگی۔ آپ نے فرمایا:

وَأَلَدِي نَفْسِي بَيْدَهُ لَأَقْضِيَنَّ
 نسیم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
 جان ہے میں کتاب اللہ سے تمہارا فیصلہ کروں گا
 وَأَلْحَادُهُ رَدُّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ
 لڑکے کو سو کوڑے لگیں گے۔ اور ایک سال جلا
 حُدِّ مِائَةٌ وَتَعْرِيبُ عَاهِرٍ
 وطن ہے گا۔ اس تم صحیح بتائی اس عورت کے
 وَأَعْدِيَا أُنْثَى عَلَى امْرَأَةٍ هَذَا
 پاس جاؤ اور پوچھو، اگر وہ گناہ کا اعتراف کرے
 فَاسْتَلْهَا ۚ فَإِنْ اعْتَرَفَتْ فَارْجُهَا
 تو تم لے کر دو۔ جب پوچھا گیا تو اس نے
 فَسَلْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَارْجُهَا ۚ
 زنا کا اعتراف کر لیا۔ تو اسے رجم کر دیا گیا۔

غور کیجئے کہ مسلمانوں کو۔ مجاہدین اسلام کو۔ فقراء و مساکین کو مال مل رہا تھا آپ سے قبل

نہیں فرمایا۔ حد ساقط نہیں فرمائی۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تعطیل حد۔ یعنی حد ساقط کرنے کے لئے مال وغیرہ لینا جائز نہیں ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ زانی۔ چور۔ شراب خوار۔ محارب اور قطاع المطریق۔ راہ زن۔ وغیرہ سے حد ساقط کرنے کے لئے جو مال لیا جائے وہ حرام اور ضعیف ہے۔ اور عام طور پر بے شمار لوگوں کے امور فاسد اور خراب ہی ہو کرتے ہیں۔ مال اور جاہ کے ذریعہ حد و ساقط کراپتے ہیں۔ اور دیہات۔ قریے۔ شہر۔ دیہاتی اعراب۔ ترکمان۔ کرد۔ فلاہین اور اہل ہواد نفس۔ مثلاً قیس دین اور شہر کے رؤسا۔ امرار۔ بڑے بڑے اعیان فقرا وغر باران کے سردار اور مقدم، عوام اور لشکروں کی خرابی کا موجب ہوتے ہیں۔ اور یہی چیز ولی الامر۔ حاکم کی عزت و حرمت بھی ختم کر دیتی ہے۔ دونوں سے اس کی عزت و حرمت محو ہو جاتی ہے۔ اور ولی الامر اور حاکم کی حکومت بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ جبکہ وہ رشوت لیتا ہے، اور رشوت لے کر حد ساقط کر دیتا ہے۔ جب ایک کی حد ساقط کر دی تو دوسروں پر حد جاری کرنا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے، حد جاری کرنے میں اس کا دل اس کا خمیر بالکل کمزور ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ ملعون یہودیوں کے قبیل سے ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک اثر کے اندر ہے۔

إِذَا دَخَلَتِ الرَّشْوَةُ مِنَ
الْبَابِ خَرَجَتْ أَمَانَةُ مَنْ كَتَبَتْ
و اصل ہوتی ہے تو دوسرے راستے سے امانت
چلی جاتی ہے۔

یہی حال اس مال کا ہے جو دولت و سلطنت باقی رکھنے کے لئے لیتے ہیں جس کا نام ان لوگوں نے تاویہات رکھا ہے۔ یہ مال قطعاً حرام ہے، تم ان اعراب و بدو و گنوار مفسدوں کو دیکھو جب یہ اپنے لئے یا کچھ لوگوں کے لئے کچھ کرتے ہیں تو ولی الامر۔ حاکم کے یہاں کس شان سے پہنچتے ہیں۔ اور گھوڑے پیش کرتے ہیں۔ اس پیش کش کے بعد طبع لالچ اور فساد کا جذبہ کس قدر بڑھ جاتا ہے۔ ولایت و سلطنت اور حکومت کی حرمت دعوت کس طرح توڑ دیتے ہیں۔ اور رعایا کیسی خراب ہو جاتی ہے۔ یہی حال فلاہین کسانوں کا ہے۔ اسی طرح شراب نوش لوگوں کا ہے۔ جب کوئی شرابی پلٹا جاتا ہے اور کچھ مال پیسہ رشوت میں دے دیا تو وہ کسی اور کس قسم کی امید قائم کر لیا، پھر تیرا کا خیال ہوتا ہے کہ جب تم کپڑے جائینگے کچھ دے لا کر چھوٹ جائینگے پس جو مال ولی الامر حاکم کے پاس برکت نہیں ہوتی اور فساد برکت قائم اور موجود رہتا ہے اسی طرح جب کوئی بڑا آدمی ضاعت جاہ

کسی کی حمایت کرتا ہے۔ اور اس کو حد جاری کرنے سے بچا لیتا ہے۔ مثلاً بعض فلاہین و کسان کسی جرم کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کے بعد نائب سلطان یا امیر کے پاس پہنچتے ہیں، اور اللہ اور رسول کے مقابلہ میں وہ مجرم کی حمایت و سفارش کرتے ہیں اور مجرم کو سچھڑا لے جاتے ہیں یہ وہی سفارش و حمایت ہے جس پر اللہ اور اس کے رسول نے لعنت بھیجا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعْنَةُ اللَّهِ مِنْ أَحَدَاتِكَ حَدَاثًا
 إِذَا دُعِيَ مُحَمَّدًا. فَمَكَرَ مِنْ أَدْوَى مُحَمَّدًا
 مِنْ هَذَا لَدُوِّ الْمُحَدَّثَيْنِ فَقَدْ لَعْنَهُ
 اللَّهُ وَرَسُولُهُ.

جس شخص نے کوئی بدعت ایجاد کی یا جو
 شخص گنہگار کو پناہ دے تو جو مجرم کو پناہ دے گا
 تو اللہ اور رسول کی اس پر لعنت ہوگی۔

اور یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما ہی چکے ہیں:-

مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ
 حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ فَقَدْ ضَادَّ
 إِلَهَهُ فِي حُكْمِهِ.

جس کی شفاعت و سفارش حدود جاری
 کرنے میں آڑوں آئی تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ
 خدا کا مقابلہ کرتا ہے۔

پس بتائے کہ جن کے ہاتھ میں حدود کے اجراء و قیام کے اختیارات ہیں ان مجرموں
 گنہگاروں سے معاوضہ لے کہ پھوڑ دیں، اور ان کا جرم معاف کر دیں، کتنا بڑا فساد ہوگا؟
 اور بڑا سے بڑا فساد تو یہ ہے کہ وہ معتدین، ظالموں کی حمایت کر رہا ہے، کسی کے جاہ و مرتبہ
 اور اثر و رسوخ کی وجہ سے حمایت کی جائے۔ یا مال اور رشوت لے کر دونوں برابر ہیں۔ اور
 پھر یہ کہ جو مال ان سے لیا جاتا ہے، بیت المال کا مال ہوتا ہے، یا والی کا۔ اور والی حاکم
 مخفی طور پر کبھی لیتا ہے اور کبھی علانیہ۔ اور ظاہر ہے کہ سب کا سب حرام مال ہے، اور اسکی
 حرمت پر سائے مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور مثلاً خمر و شراب کی دوکانوں کی ضمانت وغیرہ
 کہ جو شخص بھی اس کی قدرت رکھتا ہے، اور اس کو بنگہ دیتا ہے۔ یا دلو اتا ہے۔ یا اس کی کسی قسم
 کی امداد و اعانت کرتا ہے، یا مال اور رشوت لے کر اسے اجازت دیتا ہے، سب کے
 سب مجرم ہیں۔ اور سب کے سب ایک ہی جنس کے لوگ ہوں گے۔ اور یہ مہر نفی زنا
 کی اجرت و معاوضہ کے برابر ہیں، کاہن اور کتے کی قیمت، اور حرام معاملہ کرانے والے

قواد اور دلال کے مشابہ میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ انْكَرَبْ خَيْبَتْ. وَ مَهْرُ
الْبَيْعِ خَيْبَتْ وَ حُلُوتُ الْكَاهِنِ
خَيْبَتْ. (رواہ البخاری)

کتنے کی قیمت خبیثت اور ناپاک ہے۔ زمانا کا
معاوضہ لینا خبیثت و ناپاک ہے اور اجرت
کا ہن خبیثت و ناپاک ہے۔

اور زمانا کی اجرت و معاوضہ۔ قحبہ عورتوں کی اجرت و معاوضہ لینا قطعاً حرام ہے۔ اور
یہی حکم ہے محنت لڑاکوں کا۔ تاجر و بزرگوں کا خواہ سہریوں یا غلام اور ان کے ساتھ ٹھہر کر رہنے والوں
کا اور کابین کا اور نوجویوں کا۔ ان حرام کاموں کے عوض مال لینا قطعاً حرام ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ جو دلی الامر حاکم منکرات و ہرثم کو روکے گا نہیں۔ اور حدود کا اجرا نہیں
کرے گا۔ اور مال لے کر چھوڑ دیکگا۔ اس کا حال حرامیوں چوروں کے سرور کا سا ہوگا۔ اور یہ
بجز فہم شخص کام کرنے والوں کے دلال کے ہیں جو دوزاریوں کو باہم ملادیا کرتا ہے۔ اور ان سے
مال لیا کرتا ہے اس کا حال وہی ہوگا جو طویلہ سلام کی روحیا عورت کا ہوگا۔ ہر فاسق و راجح لوگوں
کو حضرت لوط علیہ السلام کے ممالوں کی خبر دی تھی جس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاَجْعَلْنَاهُ وَاَهْلَهُ
اَمْرًا نَدَىٰ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ
پس ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو عذاب
سے نجات دی مگر ایک ان کی بی بی کو بچھنے نہ جانے
دالوں میں وہ بچی رہی

(اعراف ۱۰)

اور فرماتا ہے:

فَاَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ
اللَّيْلِ وَلَا يَلْمُوكَ مَنِ امْتَحَرَ
إِلَّا أُمَّةً نَّتَكُّ إِنْهَ مُصِيبُهُمْ
أَهْدَابَهُمْ وَ (سجود ۷)

تو تم اپنے اہل و عیال کو منکر کھڑات سب سے بچ
بھاگو۔ اور پھر تم میں سے کوئی مرد نہ بھلی ادھر کو نہ دیکھے
منکر ٹھہرائی بی بی نہ وہ بے دیکھے سے کی نہیں۔ اور
جو عذاب ان لوگوں پر نازل ہوئے والا ہے وہ

اس پر بھی ضرور نازل ہوگا۔

خدا نے اس بدترین بڑھیا کو جو دلی کرتی تھی اسی عذاب میں مبتلا کیا۔ جو اس بدترین قوم
خبیثت و ہرثم پیشہ لوگوں کو دیا۔ اور یہ اس لئے کہ یہ تمام کا تمام اثم و معدوان ہے، اور اس
پر مال لینا اثم و معدوان کی اعانت و اعناد ہے۔ اور وہی الامر اسی لئے قائم کیا گیا ہے کہ امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دیوے۔ یہی ولایت و حکومت کا اصل مقصود ہے۔ وہی الامر حاکم

حالی نے کرشرت وصول کر کے کسی منکر کو بھلنے پھولنے دیکھا۔ تو اصل مقصود کے خلاف اور اس کی ہند ہوگا۔ اور یہ اس کے مثل ہوگا کہ تم نے کسی کو دشمن کے خلاف لڑنے کو بھیجا۔ اور وہ تمہارے خلاف تمہارے دشمن کی اعانت و امداد کر رہا ہے۔ اور پھر وہ اس حال کے ہوگا کہ تم نے کسی کو جہاد میں خرچ کرنے کو دیا۔ اور وہ اسے مسلمانوں کے مثل کرنے میں خرچ کر رہا ہے۔

اس کی مزید توضیح کے لئے یہ سمجھ لیجئے کہ بدوں کی اصلاح۔ فلاح و بہبود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ بدوں کی معاش و معاشرت اور اس کی فلاح و بہبود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے۔ اور یہ اسی وقت پوری ہوتی ہے جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے۔ اسی امر بالمعروف، نہی عن المنکر سے یہ امت خیر الامم اور بہترین امت کہی گئی ہے۔ جو دنیا جہاں کی اصلاح کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ ﴿۱۷۱﴾

لوگوں کی رہنمائی کے لئے جس قدر امتیں پیدا ہوئیں ان میں تم مسلمان سب سے بہتر ہو کر اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو۔

اور ارشاد ہے:-

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ
إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
﴿آل عمران ع ۱۱﴾

اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلا لیں اور اچھے کام کرنے کو کہیں۔ اور بُرے کاموں سے منع کریں۔

اور خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کی حالت بیان فرماتا ہے۔

كَانُوا لَا يَتَدَارَكُهُمْ
مَنْعَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِئَاسَةٌ
مِنْهُ فَكَفَرُوا بِمَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿۵﴾

جو کام وہ کر بیٹھتے تھے اس سے باز نہیں آتے تھے۔ البتہ بہت ہی بُرے فعل تھے۔ جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔

(مائدہ ع ۱۱)

اور فرماتا ہے۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ
أَجْبَلْنَا الَّذِينَ يَمْهَدُونَ
عَنِ الْمَسْجِدِ
وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعُنُقِهِمْ
وَنُفِثُوا فِيهَا فَسَقُوا ﴿۱۰﴾

تو جب ان نافرمانوں نے وہ نصیحتیں جو ان کو کی گئی تھیں بھلا دیں تو جو لوگ بُرے کاموں سے منع کرتے تھے ان کو ہم نے بچالیا۔ اور جو

بَيِّسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

(اعراف ۲۱ ع)

شرارت کرتے ہے ان کی نافرمانیوں کی یاد آئی

ہم نے ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیا۔

اس آیت میں خدا نے خبر دی ہے کہ جب خدا کا عذاب اتر چکا تو خدا نے ان لوگوں کو نجات دی جو گناہوں سے بچتے رہے، اور بد عمل ظالموں کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کر دیا۔

اور حضرت ثابتؓ سے مروی ہے، حضرت ابراہیمؑ نے منبر نبویؐ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اثناء خطبہ میں فرمایا: مسلمانو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو۔ اور غیر حکیمہ استعمال کرتے ہو۔

مسلمانو! تم اپنی خبر رکھو۔ جب تم راہ راست

پہنچو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے تم کو نقصان

نہیں پہنچا سکتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَذِهِ لَكُمْ

أَنفُسُكُمْ لَا يَصْرُكُمْ مَنْ حَتَّىٰ

إِذَا أَهْتَدَىٰ تَحْطُّ (مائدہ ۱۲ ع)

حال یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے:-

جب لوگ منکرہ ناجائز کام کو دیکھیں اور

اس کی اصلاح نہ کریں تو قریب ہے۔ ان پر

عذاب الہی عام ہو جائے۔

أَنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الْمُنْكَرَ

فَلَمْ يَغْيُرُوا . أَوْ شَآءَ أَنْ يُعْتَمِرُوا

اللَّهُ بِجِقَابِ هُنَّ .

اور ایک دوسری حدیث کے اندر ہے۔

صحیبت و گناہ مخفی طور پر کیا جائے تو مصیبت

و گناہ کرنے والے ہی کو ضرر پہنچتا ہے لیکن جب

کھلی طور پر کیا اور اس کی اصلاح نہ کریں تو عام

لوگوں کو ضرر ہوتا ہے۔

إِنَّ الْمُعْصِيَةَ إِذَا أُخْفِيَتْ لَمْ

تَضُرَّ إِلَّا صَاحِبَهَا وَ لَكِنْ إِذَا ظَهَرَتْ

فَلَمْ تَكُنْ تَضُرُّ الْعَامَّةَ .

اور اسی قسم کو ہم نے حدود الہی۔ اور حقوق اللہ کے اندر پیش کیا ہے جس کا بڑا سے بڑا

مقصود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

اور امر بالمعروف مثلاً صلوة و نماز۔ زکوٰۃ۔ روزے۔ حج و صدق و امانت۔ والدین کے

سزا دہنی اور بھلائی۔ حملہ رحمی۔ اہل و عیال، اور پڑوسیوں سے حسن معاشرت وغیرہ۔ پس

ولی الامر۔ حاکم کا فرض ہے کہ جن پر قدرت رکھتا ہے فرض نماز کا حکم کرے۔ اور تارک نماز کو

عقاب و عذاب دیوے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اگر تارک نماز ایک متمرّد و سرکش

گروہ ہے تو ان کے خلاف جہاد کرے، اس پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ اور روزے ترک کرنے والوں کے خلاف بھی جہاد کیا جائے۔ یہی حکم ہے ان محرمات کا جن پہلے جماع ہے۔ ان محرمات کو حلال جاننے والوں کے خلاف بھی جہاد کیا جائے مثلاً محمد سے نکاح کرنا۔ زمین خداوندی پر فساد پھیلانا وغیرہ۔ ان کے خلاف جہاد فرض ہے، ہر مضبوط اور سخت گروہ اگر التزام شریعت اور شریعت اسلام جو ظاہر اور منوانہ ہیں۔ ان کا انکار کرے تو ان کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔ تاآنکہ تمام دین اللہ تعالیٰ کا دین ہو جائے۔ اس مسئلہ پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

اگر تارک نماز ایک شخص ہے تو اس کے متعلق کہا گیا ہے، اسے مزادوی جائے مار ماری جائے۔ قید و حبس میں رکھا جائے۔ تاآنکہ وہ نماز کا پابند ہو جائے۔ اور جمہور علماء اس پر ہیں کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اور اسے قتل کرنا واجب ہے جبکہ وہ نماز ترک کرنے پر اڑ جائے۔ پہلے اسے کہا جائے کہ توبہ کر۔ اگر وہ توبہ کر لیوے اور نماز پڑھنے لگے تو فیہا وگرنہ قتل کر دیا جائے۔ اب اس کے بارے میں یہ فیصلہ باقی ہے کہ آیا یہ کافر ہو گیا اس لئے قتل کر دیا جائے۔ یا فاسق ہے اس لئے؟ دو قول ہیں۔ اور سلف کی اکثریت اس پر ہے کہ وہ کافر ہو گیا اس لئے قتل کر دیا جائے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ وجوب کا اقرار کرتا ہو۔ لیکن جب وجوب ہی کا انکار کرے تو تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ وہ اس انکار کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ یہی حال تمام واجبات اور محرمات کا ہے جن کے خلاف اقدام کرنے پر اسے قتل کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ ترک واجبات اور فعل محرمات کی عقوبت و سزا جہاد فی سبیل اللہ کا اصل مقصد ہے۔ اور یہ جہاد امت مسلمہ پر بالاتفاق واجب ہے جیسا کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ جہاد بسندوں کا بہترین عمل ہوگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے درخواست کی کہ:-

یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتلائیے جو جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو۔ آپ نے فرمایا تم ایسے عمل کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس نے کہا مجھے بتلاؤ دیکھئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ مجاہد جہاد کے لئے نکلے اس وقت سے تم روزہ رکھو اور

يَا رَسُولَ اللَّهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ
يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
قَالَ لَا تَسْتَطِيعُهُ أَوْلَا تَطِيفُ
قَالَ أَخْبِرْنِي بِهِ۔ قَالَ تَسْتَطِيعُ
إِذَا خَرَجَ الْمَجَاهِدُ أَنْ تَصُومَ
وَلَا تَفْطُرَ وَتَقُومَ وَلَا تَقْصُرَ۔

کبھی ناغہ نہ کرو۔ اور رات بھر نماز پڑھو اور
کبھی نہ چھوڑو پھر فرمایا اس کی طاقت کون
رکھتا ہے؟ پھر فرمایا یہ عمل جہاد فی سبیل
اللہ کے برابر ہو سکتا ہے۔

قَالَ وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَلِكَ فَذَا
لَتُدَىٰ يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ.

اور آپ نے فرمایا ہے:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لِمَاءَ دَابَّجَةٍ
بَيْنَ الدَّرَجَةِ إِلَى الدَّرَجَةِ
لَمِائِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ عَسَا
اللَّهُ بِالْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ

جنت میں سوراہے ہیں اور ہر دو درجوں
میں آسمان و زمین کا فاصلہ ہے، اللہ تعالیٰ
نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار
رکھے ہیں۔

(یہ ہر دو حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہیں)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَ
عَمُودُهُ الصَّلَاةُ وَذُرْوَةٌ سَنَامِهِ
الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

اسلام، اس الامر سے۔ اور اس کا عمود و ستون
نماز ہے۔ اور تمام سے افضل و برتر
جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ كَرِهُوا يَأْتُوا
جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ هُمُ الصَّادِقُونَ

یہ سچے مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے
رسول پر ایمان لائے۔ پھر کسی قسم کا شک و شبہ
نہیں کیا۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال
سے جہاد کرتے رہے۔ حقیقت میں یہی
سچے مسلمان ہیں۔

تجوید: ۱۷۰

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَجْعَلَنَّكُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ جَرَدٍ
وَمَنَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عَسَا لِلَّهِ

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور
حرمت والی مسجدِ ہرام کو رکھنے کو اس شخص جیسا سمجھ
لیا جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانا۔ اور اللہ کی
راہ میں جہاد کرتا ہے، اللہ کے نزدیک تو یہ لوگ

ہو رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو براہ راست نہیں
 دکھایا کرتا جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی
 اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستے میں جہاد کئے
 ہوں تو اللہ کے ہاں جہے میں کہیں بڑھ کر میں اور یہی
 ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔ انکا پروردگار
 ان کو اپنی مہربانی اور رضامندی اور باغوں میں رہنے
 کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو کوئی آسائش
 ملے گا۔ ان باغوں میں سدا کو رہیں گے۔ بیشک اللہ
 کے ہاں ثواب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝
 الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
 أَغْفِرُ ذُرِّيَّتَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ
 هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ يَبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ
 بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَبِزْوَاجٍ وَجَنَّتِ لَهُمْ
 فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا
 أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَكَ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

(توبہ، ۱۳)

گیارھویں فصل کے مضامین

قطاع الطريق۔ یعنی راہ زنیوں۔ ڈاکوؤں۔ لیٹروں کی عقوبت و سزا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو جہاد کے لئے بھیجتے تو نصیحت فرماتے کہ کافروں کو قتل کرو لیکن غلو نہ کرنا۔ اپنا وعدہ اور عہد پورا کرنا۔ تاک کان وغیرہ کاٹ کر مثلاً نہ کرنا۔ چھوٹے بچوں کو قتل نہ کرنا۔ جو اپنے اپنے گھروں میں اسلحہ اور ہتھیار لے کر بیٹھے ہوں ان کو قتل نہ کرنا۔ اگر کافر مسلمانوں کو مشلہ کریں تو مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ بھی ایسا کریں۔ لیکن نہ کرنا بہتر ہے۔

حاجب۔ قطاع الطريق۔ راہزن۔ ڈاکو جو راستوں وغیرہ میں مسافروں۔ ناہ چلتیوں کو لوٹنا کرتے ہیں۔ اور ان کا مال چھینا کرتے ہیں۔ اب وہ اعراب و بدو و بیاتی ہوں یا ترکمان۔ فلاہین کسان یا بد معاش شکری یا نوجوان شہری ہوں یا کوئی ہوں۔ ان کی عقوبت و سزا۔ ان قطاع الطريق۔ راہزنیوں۔ ڈاکوؤں لیٹروں کے متعلق خدا فرماتا ہے۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور فساد کی غرض سے ملک میں دوڑتے دوڑتے پھرتے ہیں۔ ان کی سزا تو بس یہ ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دئے جائیں یا ان کو سولی دی جائے۔ یا انکے ہاتھ پاؤں لٹے سیدھے کاٹ ڈالے جائیں یا ان کو دیس نکالا یا جائے یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی اور آخرت میں انکے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ
فَسَادًا
أَنْ يُقَتَّلُوا
أَوْ يُصَلَّبُوا
أَوْ تُقَطَّعَ
أَيْمَانُهُمْ
وَأُجْلِبَهُمْ
فِي الْخِلَابِ
أَوْ يُنْفَوْا
مِنَ الْأَرْضِ
ذَٰلِكَ لَهُمْ
جِزْيٌ
فِي الدُّنْيَا
وَلَهُمْ فِي
الْآخِرَةِ
عَذَابٌ
عَظِيمٌ (سائدہ ۵۷)

امام شافعیؒ اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے قطاع الطريق۔ ڈاکوؤں۔ راہزنیوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

جب وہ قتل کریں اور مال و متاع لوٹ لیں تو انہیں قتل کیا جائے اور سولی چڑھا دیا جائے اور جب وہ قتل کریں اور مال و متاع نہیں لوٹنا

ذَٰلِكَ قَتْلُكُمْ
وَإِذَا قَتَلْتُمْ
وَأَخَذْتُمُ
الْمَالَ
فَاتَّكَلْتُمْ
وَالْمُؤْمِنُونَ
وَإِذَا قَتَلْتُمْ
وَأَخَذْتُمُ
الْمَالَ
فَاتَّكَلْتُمْ
وَالْمُؤْمِنُونَ

تو انھیں قتل کیا جائے اور سولی پر نہ چڑھایا جائے۔
اور جب مال لوٹ لیں اور قتل نہ کریں تو ان کے ہاتھ
اور پاؤں ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹ دئے جائیں،
اور جب یہ لوگ مال و متاع نہیں لوٹتے اور صرف
ڈرتے ہیں تو انھیں جلا وطن کر دیا جائے۔

أَخَذُوا الْمَالَ وَكَرِهْتُمْ لَوْ قَطَعَتْ
أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافِ
وَإِذَا أَخَذُوا السُّبُلَ وَكَرِهُوا أَخْذَ
الْمَالَ نَفَوْا مِنْ الْأَرْضِ -

یہی قول اکثر علماء کا ہے، امام شافعی، امام احمد، امام مالک، امام ابو حنیفہ
کے قول کے قریب قریب ہے۔

اور انہیں لوگوں میں بعض ایسے بھی ہوں گے جن کے متعلق امام و امیر کو اجتہاد اور غور کرنا ہوگا۔
قتل کرنے اور نہ کرنے کی مصلحت سامنے رکھنی ہوگی۔ اگر رئیس و سردار پیشوائے مطاع ہے تو
اسے قتل نہ کیا جائے۔ دوسروں کو مصلحت دیکھ کر قتل کر دیوے۔

اگر انہوں نے مال نہیں لوٹا۔ لیکن وہ شجاع اور بہادر اور قوی ہے۔ اور قوت و طاقت سے
مال لے سکتا ہے، اس کا بھی ایسی حکم ہے۔

بعض کا قول ہے اگر اس نے مال لوٹا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے، اور اس سے ہاتھ کاٹے
جائیں اور سولی پر لٹکا دیا جائے۔ پہلا قول اکثر علماء کا ہے۔

جو محارِب ہیں اور انہوں نے قتل ہی کیا ہے، تو امام و امیر، اور حاکم ان پر حد جاری کئے، اور
انہیں قتل کر دیوے ایسے لوگوں کو معاف اور درگزر کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اور کسی حال
میں جائز نہیں ہے۔ ابن المنذر کہتے ہیں اس پر علماء کا اجماع ہے۔ مقتول کے ورثہ پر اس کا دار و
حد ہمار نہیں ہوگا۔ بخلاف اس کے کسی آدمی نے کسی باہمی عدوت و خصومت کی وجہ سے یا کسی اور
دبہ خاص۔ اور اسباب کی وجہ سے قتل کیا ہے تو مقتول کے اولیاء اور ورثہ کو اختیار ہے دیا جائے
یہ چاہیں اسے قتل کر دیں چاہیں معاف کر دیں۔ اور چاہیں دیت و خونہا بیویں۔ کیونکہ غرض خاص
اور وجہ مخصوص کی بنا پر قتل کیا گیا ہے۔

محارِب سب کے سب قتل کر دئے جائیں، کیونکہ انھوں نے مال لوٹا ہے اور ان کا ضرر
و نقصان عام ہے۔ بمنزلہ چوروں کے ہیں۔ اور انہیں قتل کرنا حد کی بنا پر ہوگا۔ اور یہ مسئلہ
تمام فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اگر مقتول کفو میں قاتل کے برابر نہیں ہے مثلاً قاتل ثمر بن اسد ہے اور مقتول غلام ہے

یا ناقابل مسلمان ہے۔ اور مستول غیر مسلم ذمی یا مسلمان من سے تو فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ محارب ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ اور قوی قول یہی ہے کہ قتل کر دیا جائے کیونکہ منہ نام کے فقہاء سے برہنہ ہے کہ قتل کیا جائے گا۔ جس طرح کہ لوگوں کا مال لینے کی وجہ سے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، اور لوگوں کے حقوق کی بنا پر عیس و قید رکھا جاتا ہے۔

مگر محارب تو ذمی اور چھروں کی ایک جماعت ہے۔ اور ان میں سے ایک قتل کا مرتکب ہے اور دوسرے اس کے معاون و مددگار ہیں۔ تو کہا گیا ہے جو شخص قتل کا مرتکب ہے اسے قتل کیا جائے۔ فقط۔

دوسرے جہود علماء کا قول ہے کہ سب کو قتل کر دیا جائے، اگرچہ ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہو۔ خلفاء راشدین سے ہی مانو رہے۔ حضرت عمرؓ نے خطاب نے محارب لوگوں کے اس نکران کو جو بلدہ مقام پر بیٹھ کر مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیا کرتا تھا، اور کافروں کو اطلاع دیا کرتا تھا کہ کون آیا اور کون گیا قتل کر دیا تھا۔ اس لئے کہ قتل کرنے والا ان کی معویت و امداد سے قتل کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اور ان کی اعانت و امداد سے ظفر یا ب امداد متبوع ہوتا ہے۔ اور اس لئے نواب و عقاب میں سب کے سب مشترک ہونگے۔ جیسے کہ مجاہدین نواب اور مال میں سب مشترک ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

أَمْكَبْتُ لِمَنْ تَشَاكَ فَأَوْدَمْنَا بَعْضَهُمْ
وَلَيْسَ بِيَدِي هَيْبَةٌ بَعْدَ هَيْبَةِ وَهَبٍ
يَدِي عَلَى سِوَا هَبٍ وَبِيَدِي مَنَسَةٌ يَهَبُ
عَلَى فَا جَدْنَا تَهَبُ

مسلمانوں کے خون تمام برابر ہیں۔ اور اوستے
اوستے کا دھڑکیا لیا گیا جائیگا، غیبار کے مقابل میں
تمام ایک ہاتھ کی مانند ہیں۔ اور مسلمان سر یہ بھی ہیں تو
اس سر یہ حال سمجھنے سے بھی وہ ان کے برابر ہیں۔

یعنی جب مسلمانوں کا لشکر جن آؤں کو بطور سر یہ بھیجیں اور اس سر یہ نے مال عیلمت حاصل کیا تو اس میں مسلمانوں کا لشکر ہی شریک ہے کیونکہ اسی کے بل پر یہ غالب رہے ہیں۔ اور انہی کی قوت و تمکنت سے قدرت پائی ہے۔ اس لئے کہ قتل یعنی نماندہ دیا جائے۔ یہ دوسری بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹلی اور اؤڈ سر یہ کو دیا ہے۔ اب ان میں نفس کے بعد ایک رزح دیا تھا۔ جب لوگ دشمن واپس آئے اور وطن سے سر یہ بھیجا تو نفس کے بعد ایک اٹلی یعنی ایک تہنی حصہ دیا تھا۔

یہی طرح اگر فوج دشمن کو مال غنیمت حاصل کرے تو سر یہ گوشتمیک کر لیا جائے کیونکہ سر یہ مسلمانوں کی فوجی لشکر کی مصلحتوں کی وجہ سے بھیجا گیا ہے۔ جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیرہ کو دیا تھا۔ اس لئے کہ لشکر اسلام اور مسلمانوں کی فوجی مصلحت کی وجہ سے یہ بھیجے گئے تھے۔ تو اس کردہ کے اعوان و انصار معاہدین و مددگار وہی فائدہ اٹھائیں گے جو لوگ اٹھائے ہیں۔ جو ان کے لئے ہو گا ان کے لئے بھی ہو گا اور جو ان پر ہو گا وہ ان پر ہو گا۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے جو باطل پر اڑھ رہے اور بلا تاویل کے قتل ہوئے۔ مثلاً عصبیت قبائلی یا ادعاء جاہلیت کی بنا پر ماتم لڑے اور قتل ہوئے۔ جیسے کہ قبیلہ قیس۔ اور قبیلہ بنی وغیرہ دونوں کے دونوں ان میں سے ظالم تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِذَا التَّقِيُّ الْمُسْلِمَانِ يَسْتَقِيهَمَا
حِبِّ دَوْلَمَانِ بَاهِمِ تَلَوَارِيهِ سَوَاتِ
فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ كَالْهَبَاءِ فِي الْمَنَارِ
لِئِنْ تَوَقَّاتِلُ أَوْ مَقْتُولُ دَوْلُونِ جَنَّمِي هِي
(انحر جہا فی الصمیمین)

ان میں سے ہر گروہ دوسرے گروہ کی جان و مال تلف کرنا چاہتا تھا۔ گو قاتل اور مقتول نہیں جانتے تھے کہ کون مرتا ہے اور کون مارتا ہے۔ ہر طرفہ ہر گروہ اپنی مدافعت کرتا تھا۔ اور دوسرے کو مارتا تھا۔

لیکن اگر صرف مال لوٹ لیا ہے قتل نہیں کیا۔ جیسا کہ اکثر اعراب کا دستور ہے۔ تو اس صورت میں ہر ایک کا دامن ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جانے کا۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے، مثلاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد وغیرہ کا یہی قول ہے۔ اور یہ خدا کا فرمان ہے۔

أَوْ تَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَوْجُهُمْ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُذْخِرْ لَكُمْ
مِنْ خِلَافٍ (مائدہ ۵)

ہاتھ کاٹا جائے جس سے وہ پکڑے اور چھیننے لگے۔ اور پاؤں کاٹا جائے جس سے یہ چلتے تھے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد کھولتے ہوئے زینوں کے تیل میں داغ دئے جاتے۔ تاکہ خون بند ہو جائے۔ اور اس کی جان تلف نہ ہو۔ چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔ اور یہ عمل یعنی ہاتھ پاؤں کاٹنا ایسا عمل ہے کہ قتل سے زیادہ موجب اجر و ثواب ہے۔ لہذا خون بند کرنے کے سبب مختلف طریقے ہیں۔ اس زمانے میں زینوں کے تیل میں داغ دئے جاتے تھے۔

کرتا ہے۔ کیونکہ اعراب و فاسق۔ لشکر کی غیر لشکر کی (اور آبادیوں میں رہنے والے) ہمیشہ کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں دیکھا کرتے ہیں اور باہم مذاکرہ کرتے رہتے ہیں کہ فلاں جرم کے عوض انہیں یہ سزا ملی ہے۔ اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بخلاف قتل کے کہ اکثر اسے بھول جایا کرتے ہیں۔ اور اسی لئے بعض لوگ ہاتھ پاؤں کاٹنے کے مقابلہ میں قتل ہونے اور مرنے کو پسند کرتے ہیں۔ یقیناً چھوروں وغیرہ کے لئے یہ سزا نہایت عبرت آموز ہے۔

اور اگر یہ لوگ اسلحہ نکال لیں، ملکہ کسی کو گزند نہیں پہنچائی۔ اور نہ مال وغیرہ لوٹا ہے۔ اور پھر تلواریں نیام میں کر لیں یا بھاگ گئے۔ یا لوٹ مار اور جنگ چھوڑ دی تو ایسے لوگوں کو جلا وطن کر دیا جائے۔ کہا گیا ہے جلا وطن کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایک شہر اور آبادی میں اجتماعی حیثیت سے انہیں نہ رہنے دیا جائے۔ بعض کہتے ہیں انہیں حبس و قید میں رکھا جائے یہی ان کے لئے جلا وطنی ہے، بعض کہتے ہیں جلا وطن کرنے کے معنی یہ ہیں کہ امام و امیر اور حاکم جس بات کو قوم کے حق میں اصرار سمجھے وہ کرے، خواہ جلا وطن کرے۔ یا حبس و قید میں رکھے یا جو طریقہ بھی مناسب ہو معلوم کرے۔

اور شرعی قتل یہ ہے کہ تلوار یا کسی دوسری تیز چیز سے انسان کی گردن کاٹ دی جائے۔ کیونکہ قتل کا آسان ترین طریقہ یہی ہے۔ خدا نے آدمی۔ بہائم اور چوپایوں کو اسی طرح قتل کرنا مشروع فرمایا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

خدا نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے
جب تک کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقے پر قتل کرو
جب کسی جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے پر
ذبح کرو۔ اپنی چھری تیز کر لیا کرو اور ذبح
کو جلد سے جلد راحت پہنچاؤ۔
إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا
الْقَتْلَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا
الذَّبْحَةَ. وَيَجِدُ أَحَدَكُمْ شَهْرَةً
وَلْيَرْحَمْ ذَبْحَتَهُ. (رواہ مسلم)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

اہل ایمان قتل کرنے میں سب سے زیادہ
با عافیت ہوتے ہیں۔
إِنَّ أَعَفَّ النَّاسِ قَتْلُهُ
أَهْلَ الْإِيمَانِ.

لَا تَكْفُرِي الْقِصَاصَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ مِنَ الْغُلَبِ.

سولی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان کو اونچی جگہ لٹکا دیا جائے تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور مشتہر ہو جائے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ قتل کرنے کے بعد ہوا کرتا ہے۔ اور بعض علماء کا قول ہے پہلے سولی پر لٹکا دیا جائے اور پھر قتل کرویا جائے۔

بعض علماء نے تلوار کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی قتل کو جائز رکھا ہے یہاں تک کہتے ہیں کہ کسی اونچی جگہ ایسے لوگوں کو رکھا جائے۔ تاکہ اپنی ناکیں رگڑ رگڑ کر بلا قتل کے وہ مر جائیں۔

اور جو لوگ قتل کئے جائیں تو انہیں مشدہ کرنا یعنی ناک، کان وغیرہ کاٹنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ ہاں قصاص و بدلہ کی صورت میں جائز ہے، چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی ہم کو خطبہ فرمایا تو حدیث و غیرت کا حکم فرمایا اور مشدہ کرنے سے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ کفار کو ہم قتل کریں تو ان کو بھی مشدہ کرنے سے ہم کو منع فرمایا ہے۔ قتل کے بعد ان کو مشدہ نہیں کیا کرتے تھے۔ ان کے ناک اور کان نہیں کاٹتے تھے۔ اور نہ ہی ان کے پیٹ چیرا کرتے تھے۔ ہاں اگر مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے ایسا کیا تو ہم بھی ایسا کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی چھوڑ دینا بہتر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَإِن عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ
مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ
لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ۚ وَاصْبِرُوا
صَبْرًا ۚ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ

(محل ۱۶)

کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور شہدار اُحد کے ساتھ کفار نے ایسا کیا۔ ان کو مشدہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی رنج کے مائے کہا۔

لَئِن أَظْفَرَنِي اللَّهُ بِهِمْ لَأَهْلِكُنَّ
بِضَعْفَىٰ مَا أَهْلَكُوا بِنَا ۚ

اگر اللہ نے مجھے ظفریاب کیا تو میں سے دہن آدھوں کو مشدہ کرونگا جیسا کہ انہوں نے مائے سے کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ گو اس سے پہلے مکہ معظمہ میں یہ آیت نازل ہو چکی تھی جس طرح کہ یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ہے۔

اے پیغمبر! تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کا ایک حکم ہے۔

وَلْيَسْأَلُوْكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ ط
(دعویٰ اسرائیل ع ۱۰)

اور یہ آیت۔

نئے پیغمبر! دن کے دوڑوں اور صبح و شام اور راتوں شب نماز پڑھا کرو بیشک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي الثَّهَارِ
وَزَلْفًا بَيْنَ اللَّيْلِ طَانَّ الْحَسَنَاتِ
يَوْمَ هَبْنِ السَّيِّئَاتِ ط (مہود ع ۱۰)

وغیرہ آیتیں دوبارہ نازل ہوئی ہیں۔ پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ پھر ضرورت پیش آئی تو پھر نازل کی گئیں۔

غرض! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا:

بَلِّغْ نَصِيْبِيْ ط

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت بردہ بن الحصیب سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہی وہ آپ کے خلاق کریمانہ تھے جس نے عرب جیسے ملک کو اسلام کا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور یہی خلاق و کردار تھے جس نے ساری دنیا کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور نصف صدی کے اندر اندر نصف دنیا کو اسلام کی گود میں لایا کر بیٹھا دیا تھا۔ نصف صدی میں نصف کرۂ زمین پر اپنا تبصہ جما لیا تھا۔

عرب ایک بسا ملک تھا جہاں قبائلی عصبیت، قبائلی تعصب، ساری دنیا سے زیادہ تھا۔ ہر قبیلہ کا معبود جدا کا رہتا تھا۔ اپنے اپنے قبیلہ کی فریبت و عصبیت، ایسی تھی کہ قبیلہ اور نژاد کے مقابلہ میں عدل و انصاف۔ بلکہ انصافیت بھی کوئی چیز نہیں تھی۔ قبیلہ کا آدمی ایسا ہی جرم کرے دوسرے قبیلہ کے مقابلہ میں جرم نہیں تھا۔ نہ اس جرم کی کوئی سزا تھی۔ اور اسی لئے ایران و روم کی بڑی بڑی سلطنتیں بھی ایسا اقتدار اس ملک پر قائم نہ کر سکیں، کبھی ایک حکومت میں رہیں۔ کبھی دوسری حکومت کے ماتحت رہیں۔ اور یہ وابستگی بھی بڑے نام ہوا کرتی تھی۔ قبائل باہم متفق نہیں ہو سکتے تھے، کہ متفق ہو کر اپنا سلطان اپنے میں سے بنا لیں۔ اور سلطان کی نگرانی میں قبائلی تنظیم کریں اور حقیقت یہ ہے کہ قبائلی عصبیت نے انہیں متفق ہونے کا موقع ہی نہیں دیا۔ قبائلی عصبیت ایسی خطرناک تھی کہ خود قرآن مجسم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہتا ہے:-

لَوْ أَنْفَعَتْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مَا
أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ لَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَتْ
اگر تم بڑے زمین کے سارے نژادوں کو بھی تخریب کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے مگر وہ تو انہی تھے
(دعویٰ ہود ع ۱۰)

جب کبھی کسی کو امیر سریرہ یا امیر شکر بنا کر بھیجتے تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو خاص نصیحت فرماتے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت فرماتے اور پھر فرماتے۔

اَللّٰهُ كَانَامٌ لِّكَرْهَادِكُرُو۔ اور خدا کی راہ میں لڑو
اور جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کو قتل کرو غلوت کرو
اور غدر نہ کرو۔ اور مثلہ نہ کرو۔ اور چھوٹے بچوں
کو قتل نہ کرو۔

اَعَزُّوْا بِسِحْرِ اللّٰهِ۔ وَفِي سَبِيْلِ
اللّٰهِ۔ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ لَا تَغْلُوْا
وَلَا تَهْذَبُوْا۔ وَلَا تَمْلِكُوْا اَوْ لَا تَقْتُلُوْا
وَلْيَسِّرْا۔ (درواہ مسلم)

بقیہ ص ۱۸۱) بَلِيْمَةُ لَوْلَا تَكَّ عَزِيْزٌ حَكِيْمَةٌ
(انفال)

جس نے ان لوگوں میں الفت پیدا کر دی۔ بے شک
وہ زبردست اور صاحب تدبیر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سادی دنیا سے زیادہ خطرناک عصبیت یہاں کام کر رہی تھی۔ اور یہی عصبیت تھی
جس کی وجہ سے روم و عجم جیسی حکومتوں میں کبھی مدغم نہیں ہوئیں۔ اگر مدغم ہوتیں تو بڑے نام۔ اقتدار کئی کسی کا
قائم نہ ہوسکتا۔ یہی اپنی کوئی زبردست و طاقتور حکومت قائم کر سکے ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے
لوگوں میں امین مشہور تھے۔ اور آپ کے ہمیں ہرے پر تمام متفق تھے۔ بلا کوئی تاہم سب کے ساتھ ایک سا
سنو کر تھا۔ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ کو خلافت نبوی خدا کی جانب سے
عطا ہوئی اور چار پانچ سال کے اندر تمام قبائل کو ایک کر دیا۔ عصبیت جاہلیہ کو یکسر ختم کر دیا۔ اور سب کو
شیر و شکر بنا دیا۔ اور یہی اتفاق و اتحاد و وحدت توئی تھی جس نے روم و عجم کو اسلام کے قبضہ میں آئے و بار۔
ذرا غور کیجئے کہ حضرت حمزہؓ کو کفار نے عروہ احد میں زندہ کر دیا۔ آپ نے استہانی ملال اور رنج میں کہہ دیا
اگر ہم کہ ایسا موقع ملا تو ہم بھی ایسا کریں گے۔ حد نے خطاب کر کے آپ کو مارا۔

وَاِنْ عَادْتُمْ قَعَابًا قَبُوْا بِسَبَابِ مَا
عَوَّبْتُمْ بِهٖۗ وَلٰكِنْ صَبْرٌ لَّهٗ لَہٗوَ خَيْرٌ
لِّلصّٰدِقِيْنَۗ فَاَصْبِرْ وَّمَا صَابِلُكَ اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (محلہ ۱۶۶)

سننا لو اور ان کے بارے میں مخالفین کے ساتھ سختی بھی کرو
تو وہی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی ہے۔ اور اگر صبر
کہہ دو اور حال صبر کرنے والوں کے حق میں صبر بہتر ہے۔
اور ایذاؤں پر صبر کرو۔ اور خدا کی توفیق کے بدون
صبر کر ہی نہیں سکتے۔

تو آپ کو زبانِ انداز سے یہ کہتا ہے۔

بلکہ ہم صبر کریں گے۔

بلکہ صبر کرو

آپ کے اخلاق کی مانند تھے جس نے چار پانچ برس کے اندر سارے عرب کو جیت لیا۔ (باقی برص ۱۸)

اگر کفار بڑی آبادیوں میں اسلام بھتھیارے کر چڑھ دوڑیں۔ مال و متاع لوٹنے کی غرض سے تو انھیں محارب کہا جائے گا یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں وہ محارب نہیں کہے جائیں گے۔ بلکہ وہ بمنزک اوچھوں۔ اور ڈاکوؤں کے ہوں گے۔ کیونکہ شہر کی آبادی میں امداد و اعانت طلب کی جائے تو لوگ امداد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔

(ہقیقہ ص ۱۶۹) اور پورے جزیرہ عرب پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ حدود النبیہ میں کسی کی رعایت نہیں کی۔ اور اپنے معاملات میں بلند کرداری، بلند ہوگی۔ وسیع الظرفی، وسیع الاطلاق کا ثبوت دیا۔ حسد، کینہ، بغاوت، سرکشی، ایذا و تکالیف کا جواب اور بدلہ احسان سے دیا۔ اور جس قدر ایذا نہیں و تکالیف زیادہ پہنچاتی گئیں۔ آپ کی جانب سے انسان زیادہ ہی ہوتا گیا۔ اور قرآن مجید پر پورا پورا عمل کر دکھایا۔ قرآن مجید کے اندر ہے۔

لے پیغمبر نبی اور ہدی پر انہیں پڑھنے والی کا دغیر ایسے برتاؤ سے کرو کہ وہ بہت ہی اچھا ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میرا کسی شخص میں عداوت ہے۔ تو اب ایک تم سے گویا وہ تمہارا دل سوز دست ہو جائیگا۔ اور حسن مدارات ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جن کے بڑے نصیب ہیں۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ
إِذْ نَعَرَ بِالنَّعْرِ أَحْسَنَ - وَإِذَا السُّنَى
بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنْتَ
وَبِيءٌ حَبِيئَةٌ وَمَا يَلْقَاهَا إِلَّا
الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يَلْقَاهَا إِلَّا
الَّذِينَ عَظِيمُونَ
(رحم سجدہ ع ۵)

اور قرآن مجید کے اندر ہے۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ
بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرُوكُنَّ بِالْحَسَنَةِ
السَّيِّئَةِ وَمِمَّا ذَرَّبْتُمُ يُنْفِقُونَ ۵

(تقصص ع ۶)

یہی لوگ ہیں جن کو ان کے صبر کے بدلے دوہرا اجر دیا جائے گا۔ اور توہرات پر ایمان لائے۔ اور قرآن پر اور نبی سے ہدی کا دغیر کرتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے لڑ خد میں خرچ کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کیجئے۔ آپ کو آپ کی قوم طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتی ہے۔ آپ کو بڑی طرح ستانی ہے۔ آپ پر حملے کئے جاتے ہیں۔ آپ کے قدموں سے خون بہایا جاتا ہے۔ لیکن آپ کی زبان سے بد دعا نہیں نکلتی۔ بلکہ دعائیں نکلتی ہیں، آپ انتہائی تکلیف کے بعد بھی یہ کہتے ہیں۔

اللَّهُمَّ اغْنِرْ لِقَدْحِي فَأَحْمِرْ لَأَعْلَمُونَ
لے اللہ امیری قوم کو بخش دے یہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔
آپ کی زبان سے نکلتا ہے تو یہی نکلتا ہے، جو ایمان و احسان میں بلند کردار انسان پیش کر سکتا ہے، ان کلمات پر غور کرو۔ مقامات احسان جاری ہیں۔ جس سے قوم کی ہدی کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ایک غفور و درگزر (باقی ص ۱۸۱)

اور اکثر لوگوں کا قول ہے کہ آبادیوں اور صحراء کا ایک ہی حکم ہے، اور یہ قول امام مالک کا ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے اکثر شاگردوں کا۔ اور امام ابوحنیفہ م کے بعض شاگردوں کا ہے بلکہ شہرہوں میں لوٹ و غارت گری کرنے والے صحراء میں لوٹ و غارت گری کرنے والوں کے مقابلہ میں زیادہ عقوبت و سزا کے حقدار ہیں۔ کیونکہ شہری آبادیاں امن و اطمینان کے اعتبار سے زیادہ محفوظ رہوا کرتی ہیں۔ باہم ایک دوسرے کی نصرت و امداد اور تعاون زیادہ حاصل ہوا کرتا ہے اور ایسی جگہ (بقیہ صفحہ ۱۸۰) دوسرا ان کے لئے استغفار، تیسرا قوم کی بدعملی و بیہودگی کا عذر پیش کرتے ہیں کہ لے خدا یہ لوگ ایسا سلوک اس لئے کر رہے ہیں کہ سمجھتے نہیں اگر سمجھتے تو ایسا نہ کرتے۔ چوتھا یہ کہ آپ اس قوم پر اس قدر مہربان ہیں کہ مہربانی و کرم خداوندی کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ کہ یا اسٹڈی میری قوم ہے، جیسے کوئی اپنے لڑکے اور غلام یا اپنے کسی عزیز کیلئے کہتا ہے۔ یہ میرا لڑکا ہے، میرا غلام ہے، یا میرا عزیز ہے، اور اتنا کام کر دیجئے۔ اتنی بات سن لیجئے۔ غور کرو سامنے والا جب کہ اس کی خوشامد کی جائے۔ اور کہا جائے کہ مہربانی اور کرم کیجئے کہ میری قوم ہے یا میرا لڑکا ہے یا میرا غلام اور میرا عزیز و قرابتدار ہے کس قدر اثر پڑے گا۔؟ یہ آپ کا احسان اور بلند کردار ہے۔ اور یہ آپ کا مجربہ آپ کا خلوص و ایثار ہے جس نے دنیا پر اپنا اثر ڈالا اور دنیا آپ کی گرویدہ بن گئی۔

حکمہ فتح ہوتا ہے بڑی آن بان اور شان سے مکہ میں آپ داخل ہوتے ہیں۔ قریش مکہ اور تمام سرداران قریش آپ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ وہ سب حضور نبوی میں پیش ہوتے ہیں جو نبوت و رسالت کے بعد ہر طرح آپ کو ستانے اور ایذا اور تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ اور ایذا و تکلیف پہنچانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے، جو نماز پڑھتے وقت سجدہ میں آپ کی پشت پر اونٹ کا وجود لادیتے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو پہچانے ہجرت کر کے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس چلے گئے تھے ان کے خلاف و ذلے کر پہنچے تھے، ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق کو صرف توحید کا وعظ کہنے پر اس قدر مارا پٹیا تھا کہ کئی روز آپ اس کی وجہ سے چار پائی پھر پڑے رہے تھے، ان میں وہ بھی تھے جو ذلہ میں جمع ہو کر آپ کو قتل کرنے کے مشورے کیا کرتے تھے۔ اور معاہدہ قتل میں شریک تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے تین سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں نظر بند کر رکھا تھا۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ کو وطن عزیز۔ غزوہ بدر۔ رشتے ناطے نرک کر کے ترک وطن پر مجبور کیا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو غزوہ بدر۔ غزوہ خندق۔ غزوہ اہد میں مکہ سے جا کر مدینہ طیبہ میں آپ سے لڑے۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ اور دوسرے صحابہ کو غزوہ اہد میں شہید کیا تھا۔ اور حضرت حمزہؓ کا ناک، کان وغیرہ کاٹ کر منگوا لیا تھا۔ ان میں وہ بھی تھے جو قبائل عرب کو آپ کے خلاف و رعنا تے رہا کرتے تھے۔

اقدام کرنا سخت ترین محاربہ اور سخت ترین غلبہ کی دلیل ہے۔ ان کا جتھے بہت قوی اور مضبوط ہے، اور اسی لئے وہ شہر اور آبادیوں پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اور ان کے گھروں میں گھس کر سلبے غارتگری اور لوٹ مار کر رہے ہیں۔ ان کا مال ان کا اندر و ختمہ لوٹ رہے ہیں۔ اور مسافر کیلئے سارا مال و متاع ربقیدہ (۱۸) اور بھاتے ہے، ان میں وہ بھی تھے جو طرح طرح کی سازشیں آپ کے خلاف کرتے تھے۔

غرض ارہ لوگ موجود تھے جو نبوت و رسالت کے بعد آپ کے اوائل ایمان کے سخت ترین دشمن تھے۔ اور آپ کو ہر قسم کی ایذا و تکلیف پہنچاتے تھے، سب کے سب قابل گردن زدنی تھے۔ آپ فاتحانہ مکہ میں پہنچے ہیں اور اعلان کرتے ہیں۔

مَنْ دَخَلَ دَارَ ابْنِ سَفْيَانَ فَهُوَ اِهْنٌ
وَمَنْ اُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ اِهْنٌ - وَمَنْ
دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ اِهْنٌ -

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو اہن ہے
جو شخص نے اپنے گھر کے دروازے بند کر لئے اس کو اہن ہے
اور جو مسجد میں داخل ہو گیا اسے اہن ہے۔

اس کے بعد کعبۃ الشکر کے دروازے پر آپ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
صَدَقَ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ - وَ هَذَا
الْأَخْبَابِ وَحْدَهُ - أَكَلْتُ مَا بَدَأَ
دَهْرٌ أَوْ مَا بَدَأَ يَدَعَى بِهِ - فَهُوَ تَحْتِ
قَدْحِي هَاتِينَ - إِلَّا اسْدَأْتِ الْبَيْتِ وَ
سِقَايَةَ الْحَاجِّجِ -

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک اکیلا ہے اس کا
کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اور اپنے
بندے کو نصرت بخشی اور تمام گروہوں کو تنہا اس نے
ہزیمت دی تجرہ تمام تاثر اور خون یا مال کہ بسکا دعویٰ
کیا جائے میرے ان دو قدموں کے نیچے میں مگر بیت اللہ
کی سداوت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت۔

اس کے بعد بڑی مسرت و سنجیدگی سے قریش مکہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں،

يَا هَيْهَاتُ قُرَيْشٍ مَا تَطْنُونَ ابْنِي فَأَجَلٌ بَكْرٌ
اس کے جواب میں قریش مکہ کہتے ہیں۔

كَيْبًا - آخِرُ كَرِيحٍ وَابْنُ آخِرِ كَرِيحٍ -

اس کے جواب میں آپکا اعلان قابلِ خرم ہے، آپکا احسان و کرم، آپکا فضل، آپ کی بخشش، آپ کی عنایت و مہربانی
دیکھئے کہ ان تمام برائیوں کا بدلہ کیسے اور کس طرح دیتے ہیں، زبانِ اقدس سے فرماتے ہیں۔

إِذْ هَبْنَا نَمْرًا نَمْرًا الطَّنْقَاءُ -

سب کے سب آزاد ہو۔ بھلو، بھلو، اپنے اپنے گھروں میں رہو۔ یہ ہے تعمیرِ ملت کے نگہبان کا فضل و کرم

یہ ہے خلافتِ نبوی کے حامل کی خلافتِ نبوی۔ خدا پرستی۔ اللہ صل و سلو و بارک علیہ۔

(ابوالعلاء محمد الحلیلیؒ دہری)

نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ کچھ مال ہوتا ہے۔ ان کے ہائے میں یہی مسلک صحیح مواب ہے۔ خصوصاً وہ
گروہ جنہیں شام و مصر والے مفسر اور بغداد والے عیار کہا کرتے ہیں۔

اگر یہ لوگ لاطھیوں اور پتھروں سے جنگ کریں تو یہ لوگ بھی محارب ہی کہے جائیں گے۔
فقہار سے نقل کیا گیا ہے، «لَا مُحَارِبَ بَيْنَ الْأَبْنَاءِ وَدُوْدٍ»، محاربہ تیز چیز سے ہوا کرتا ہے۔ بعض
لوگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ کہ محاربہ تیز چیز اور بھاری چیز کے پھینکنے سے ہو۔ اور پھر اس
ہائے میں اختلاف و نزاع ہو یا نہ ہو صحیح مسلک جس پر عام مسلمانوں کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ جس
شخص نے مال لوٹنے کی غرض سے قتل و غارتگری شروع تو وہ کسی قسم کی بھی جنگ کریں محارب اکو بیڑے کہے جائیں گے جس طرح
کہ مسلمانوں سے جنگ کے نیوالے کفار کو حربی کہا جاتا ہے خواہ کسی قسم کی بھی جنگ میں کسی طرح بھی لڑیں خواہ تلوار و نیزوں سے یا پتھر اور
لاٹھیوں سے، کافروں نے مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ کی تو وہ حربی ہونگے اور مسلمان مجاہد فی سبیل اللہ ہوں گے۔

وہ لوگ جو پراسرار اور مخفی طریقوں سے قتل کرتے ہیں۔ اور مال لینے کے لئے جانیں
لیتے ہیں۔ مثلاً دکانیں، مسافر خانے راستوں میں مسافروں کے نام سے بنا کر ان میں مسافروں
کو کھیراتے ہیں۔ جب کوئی مسافر پتے چڑھ جاتا ہے اور ان لوگوں میں تنہا پھنس جاتا ہے تو اسے
قتل کر کے اس کا سارا مال لے لیا جاتا ہے۔ یا بعض لوگوں کا پیشہ ہوتا ہے کہ وزوی طبیب ڈاکٹر
کو اجرت دے کر اپنے گھر لے آتے ہیں اور موقع پا کر اسے قتل کر دیتے ہیں۔ اور اس کا مال وغیرہ
لوٹ لیتے ہیں۔ اور مگر و فریب سے لوٹ لیتے ہیں۔ اور جب یہ مال لوٹ لیا گیا تو اب ان کو
محارب سمجھا جائے گا یا نہیں؟ یا ان پر خود کا حکم جاری ہوگا؟ اس میں فقہار کے دو قول ہیں۔
ایک یہ کہ وہ محارب ہوگا۔ کیونکہ حیلہ سے قتل کرنا اور کھلے طور پر قتل کرنا۔ دونوں برابر ہیں دونوں
میں جان بچانا مشکل اور دشوار ہے۔ بلکہ حیلہ سے قتل کرنا کھلے طور پر قتل کرنے سے زیادہ
حضرت رسال اور زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ کھلے طور پر قتل کرنے والے سے بچاؤ اور
حفاظت کی جا سکتی ہے۔ لیکن حیلہ اور دھوکہ سے قتل کرنے والے سے حفاظت و بچاؤ
مشکل ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ محارب اُسے کہیں گے جو کھلے طور پر قتل کرنے پر اتر آئے۔ اور پھر
یہ کہ اس دھوکہ باز حیلہ ساز کا معاملہ ولی الدم کے ہاتھ میں ہے۔ مگر پہلا قول اصول شریعت
کے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ اس کا نقصان اور ضرر بہت سخت ہوا کرتا ہے۔ بمقابلہ
محارب کے۔

اگر کوئی شخص سلطان کو قتل کر دیوے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے۔ مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تو ان کا حکم حاربین کا ہوگا؟ ان پر حد جاری ہوگی؟ یا ان کا معاملہ اولیاۃ الدم کے ہاتھ میں ہوگا۔ امام احمد کے اس بابے میں دو قول ہیں۔ اس لئے کہ ایسے لوگوں کو قتل کرنے میں عام فساد کا اندیشہ ہے۔

بارِ تھوہیں فصل کے مضامین

سلطان کو قتل کرنے والے محارب ہوں گے۔ جن پر حد جاری کی جائیگی؟ یا ان کا معاملہ اولیاءِ دم اور وارثوں کے اختیار میں ہوگا؟ جب سلطان یا اس کا نائب حد جاری کرنے کے لئے قاتل کو طلب کرے، اور اس کے قبیلہ اور خاندان کے لوگ اس کی حمایت کریں، اور لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تو تمام علماء کا اتفاق ہے، عام مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ ان سے قتال و جنگ کریں۔ تا آنکہ مسلمان اس پر قابو پالیں۔ یہ تمام باتیں اس وقت ہیں جبکہ ان پر قدرت و قابو پاسکیں۔

جب سلطان یا نائب سلطان، اور حاکم بلا کسی قسم کی زیادتی کے قاتلین سلطان پر حد جاری کرنا چاہیں اور انھیں حاضر ہونے کا حکم دیں۔ اور لوگ ان کی حمایت و طرفداری کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تو عام مسلمانوں پر واجب و فرض ہے کہ ان کے مقابلہ میں جہاد و قتال اور جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ تا آنکہ مسلمان ان تمام پر قابو پا جائیں۔ تمام علماء، امت کا اس پر اتفاق ہے۔

اور اگر قتل کے بغیر وہ اطاعت قبول نہیں کرتے، اور اس کی نوبت ہی آجائے تو یہ بھی کر گزریں۔ اور پورا پورا مقابلہ کریں۔ ان کو قتل کریں۔ تمام کو قتل کیا جائے۔ اور جیسے بھی ممکن ہو ان کی گردنیں اڑادیں، اور جو بھی ان کی حمایت اور اعانت و امداد کریں انہیں قتل کرنا شروع کر دیں۔ یہ قتال و جنگ ہے۔ اور وہ حد جاری کرنے کا مسئلہ ہے، شرائع اسلام کا مقابلہ کرنے والوں کا مسئلہ زیادہ اہم اور زیادہ مؤکد ہے۔ یہ لوگ گروہ بندی اور جتھ سازی میں اس لئے مشغول ہو گئے ہیں کہ لوگوں کو خراب کریں۔ لوگوں کا مال لوٹیں، زراعت اور نسل انسانی کو ہلاک کریں، ان کا مقصود یہ نہیں ہے کہ دین کو قائم کریں۔ اور ملک و ملت کی خدمت کریں۔ ان لوگوں کا وہی حکم ہے جو محاربین کا ہے۔ جو کسی قلعے یا کسی غار۔ یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی وادی وغیرہ میں پناہ لے کر گزرنے والوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ راہ زنی کرتے ہیں جب انہیں دلی الاہر اور حاکم کی فوج کہتی ہے اطاعت کر لو۔ اور

توبہ کرو۔ معافی مانگو اور مسلمانوں کے گروہ میں داخل ہو جاؤ۔ حد قائم و جاری کرنے میں سلطان ولی الامر اور حاکم کی اطاعت کرو۔ نویہ لوگ قتل و جنگ شروع کر دیتے ہیں۔ اور مدافعت پر اتر آتے ہیں۔ ان لوگوں کا حال ایسا ہی ہے جو حاجیوں وغیرہ کو راستوں میں لوٹتے ہیں اور ان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ راہزنی کرتے ہیں۔ یا ان لوگوں کا سا ہے جو پہاڑوں وغیرہ میں چھپے رہتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں یا غاروں میں راہزنی۔ ذکیتی کی غرض سے چھپ بیٹھتے ہیں، جیسے وہ گروہ جو قطع طریق اور راہزنی کی غرض سے شام و عراق کے درمیان چھپے بیٹھتے ہیں لیکن پھر بھی ان لوگوں کے مقابلہ میں جنگ و قتال ایسا نہیں ہے۔ جیسا کفار کے مقابلہ میں جنگ و قتال ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کفار نہیں ہیں۔ ان کا حال نہ لوٹنا جائے جب تک کہ وہ ناخن نہ لوٹیں۔ اگر وہ لوگ تو نہیں تو ان پر ضمان لازم آئے گا۔ اور اسی قدیمان کا حال ملایا جائے گا۔ جس قدر انہوں نے لوٹا ہے۔ اگرچہ معین طور پر لوٹنے والے ہاتھ نہ آئیں۔ اگر لوٹنے والے متعین طور پر معلوم ہو جائیں کہ فلاں شخص نے لوٹا ہے۔ تو اصل لوٹنے والا۔ اور اس کی مدد کرنے والے اس کے حامی سب برابر ہیں جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ لیکن جب متعین طور پر ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص ہی نے مال لوٹا ہے۔ تو اس پر ضمان لازم ہوگا۔ اور جو کچھ لوٹا گیا ہے۔ ان کے مالداروں پر لادا جائیگا۔ اگر مال وغیرہ ان سے حاصل کرنا مشکل و دشوار ہے۔ تو مصالح مسلمین کے لئے جو گروہ قتل و جنگ میں مصروف ہے۔ ان کا رزق اور روزیہ مقرر کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ مقابلہ اور جنگ اقامت حدود۔ حد جاری کرنے، اور فساد فی الارض روکنے کی غرض سے ہے اگر ان لوگوں میں سے کوئی سخت جروح ہو جائے تو اس کا علاج نہ کیا جائے۔ تا آنکہ وہ مر جائے اگر وہ لوگ بھاگ جائیں۔ اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ تو ان کا تعاقب اور پیچھا نہ کیا جائے۔ ہاں اگر کسی پر حد جاری کرنا واجب ہے یا یہ کہ اس کے بھاگنے سے خطرہ ہے تو تعاقب اور پیچھا کرنا لازم و ضروری ہے۔

اور جو لوگ ان میں سے امیر و قید ہونے ہیں ان پر حد جاری کی جائے جیسی دوسروں پر جاری کی گئی ہے۔ بعض فقہاء نے اس سے زیادہ سختی کی ہے کہ مال غنیمت ان سے لیا جائے اور اس کا خمس الگ نکالا جائے۔ لیکن اکثر فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ لیکن اگر ان لوگوں نے کسی دوسری مملکت کی پناہ لی جو شریعت اسلامیہ سے خارج ہے۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں اس کی اعانت و امداد کی ہے تو بوجہ اس کے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ و

قتال کیا ہے۔ ان کو قتل کیا جائے گا۔

لیکن اگر ایسے لوگ ہیں کہ دیکھتی، راز بینی نہیں کرتے۔ بلکہ قافلوں کی پاسبانی اور نگہبانی کے معاوضہ میں بطور خراج و ٹیکس کے مقررہ رقم وصول کرتے ہیں جو مسافروں اور جانوروں و درختوں وغیرہ پر لیتے ہیں تو ان لوگوں کا معاملہ جنگی وصول کرنے والوں جیسا ہوگا۔ اور جنگی وصول کرنے والوں جیسی عقوبت و سزا ہوگی۔ فقہاء نے ایسے لوگوں کو قتل کرنے کے جواز میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ وہ قطاع المطین، ڈاکو اور رازن نہیں ہیں۔ لیکن ان کے بغیر بھی راستہ جاری اور چالور مہتابے۔ باوجود اس کے ایسے لوگ اَشْدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ہوں گے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فامدیہ عورت کے بارے میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً نُّوْبًا بَرَّهَا
صَاحِبٌ مَكْسٍ نَعْفَرَ كَلَّهُ۔

کرنے والا ایسی توبہ کر لیوے تو اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

اور ایسے لوگ جن کا مال برآمد کرنا ہے۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی طاقت ان کی پشت پر ہے، اور محارب لوگوں سے لڑتی ہے۔ ان کے لئے مال قطعاً حرج نہ کیا جائے۔ جبکہ جنگ و قتال ان سے ممکن ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہوا وہ شہید
مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ
شہید۔ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ
شہید۔ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ
فَهُوَ شَهِيدٌ۔ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ
حُرْمَتِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔

جو شخص اپنی جان بچانے میں قتل ہوا وہ شہید ہے۔
جو شخص بناوین بچانے میں قتل ہوا وہ شہید ہے۔
اور جو شخص اپنے اہل و عیال کی حرمت بچانے
میں قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔

اور فقہاء نے اس جگہ ”الصائل“ کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بلا تاویل و بلا ولایت و حکومت کے ظلم کرتا ہے۔

اور جب اس کا دغیبہ بغیر جنگ و قتال کے نہیں ہو سکتا تو ان سے جنگ و قتال کیا جائے، اگر جنگ و قتال نہ کیا جائے، اور کچھ مال وغیرہ وے کر انہیں راضی کر لیا جائے۔ تاہم کان مال یا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

لیکن اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی کی حرمت پر حملہ کیا جائے کسی کی محارم سے زنا کیا جائے،

یا کسی عورت یا مملوک لڑکے سے فحور و بدکاری کی جائے تو جان و مال سے تا امکان اسکی مدافعت کی جائے، اگر قتال و جنگ کرنا پڑے تو یہ بھی کرے۔ لیکن کسی طرح ایسے کام کی اجازت نہ دیوے۔ بخلاف مال دینے کے کہ یہ جائز ہے۔ کیونکہ مال کا خرچ کرنا جائز ہے۔ اور اپنے ساتھ یا محام عورتوں کے ساتھ فحور و بدکاری قطعاً جائز نہیں ہے۔

اور جب اس کا مقصد وہ ہو کہ کسی کو قتل کرے۔ تو اس کے لئے اپنی جان بچانا لازم ہے۔ اور یہ مدافعت اس پر واجب ہے۔ اس میں علماء کے اور امام احمد کے اور دوسروں کے مذہب میں دو قول ہیں۔ یہ اس وقت جبکہ لوگوں کا سلطان موجود ہو۔ لیکن اگر العیاذ باللہ عظیم فتنہ ہو۔ مثلاً دو مسلم سلطان باہم جنگ کرتے ہیں اور ملک کے لئے جنگ کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں انسان کے لئے جائز ہے جبکہ ان میں سے ایک دوسرے کے ملک میں داخل ہو گیا ہے اور تلواریں باہم چل رہی ہیں۔ ایسے فتنہ کے وقت اپنی جان بچانا ضروری ہے۔ اپنی جان ان کے حوالہ کر دیوے، اور دونوں میں سے کسی کا ساتھ نہ دیوے۔ امام احمد کے مذہب میں اور دوسروں کے مذہب میں اس بارے میں دو قول ہیں۔

جب اپنا سلطان محارب، حرامیوں، چوروں، اور رازوں، پر کامیاب ہو۔ اور وہ مال وغیرہ لوٹ چکے ہیں تو سلطان کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں سے مال نکلوائے، اور جن کا ہوان کو دے دے۔ اور ان محارب حرامیوں پر حد جاری کرے، یہی حال اور یہی حکم چوروں کا ہے۔ اگر یہ لوگ مال چھوڑنے میں تامل کریں، اور مال کا ثبوت سلطان کو مل چکا ہے تو سلطان ان کو اسیر و قید اور جیسے کرے اور عار مارے اور مناسب عقوبت دے کر دیوے۔ تا آنکہ جو کچھ ان لوگوں نے لیا ہے۔ وہ حاضر کر دیں۔ یا کسی کو اپنا وکیل بنا دیں کہ وہ لاکر مال حاضر کر دیں یا جہاں مال چھپایا ہے اس کی خبر دیوں۔ جیسے حق واجب اور قابل ادا کو نہ دینے والے کو عقوبت و سزا دی جاتی ہے اور جیسے کہ بعد تعاف نے اپنی کتاب میں عورت (بی بی) کو مارنے کا حکم دیا جب وہ مرد کا شوہر کا حق ادا نہ کرے، اور عورت (بی بی) مرد سے سرکشی کرے، اور عقوبت و سزا صاحب مال کا حق ہے۔ تو یہ لوگ بدرجہ اولیٰ عقوبت و سزا کے حقدار ہیں اور زیادہ سزا اور عقوبت و سزا ہیں۔ اور پھر گنا اگر صاحب مال ان کو بخش دیوے یا مصالحت کر کے عقوبت و سزا کو معاف کر دیوے تو یہ اسے اختیار ہے بخلاف حد قائم اور جاری کرنے کے کہ حد قائم اور جاری کرنا واجب ہے اور اسے حد معاف کرنے کا کوئی حق نہیں۔ کسی حال میں حق نہیں کہ حد قائم کرنے سے وہ روکے۔

اور امام حاکم کے لئے یہ جائز نہیں کہ صاحب مال کی بات کو پکڑے رہے کہ اس نے اپنا حق چھوڑ دیا۔ یا معاف کر دیا۔ اور اگر مال وہ خرد برد کر چکا ہے۔ یا کسی اور طریقہ سے تلف اور ضائع ہو گیا ہے تو اس مال کی ضمانت لی جائے گی۔ جس طرح کہ غاصب لوگوں سے ضمانت لی جاتی ہے۔ اور یہ قول امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا ہے، اور جب تک اسے عسرت و تنگی ہے آسانی اور سہولت ملنے تک مہلت دی جائے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے غرم اور قطع ید (یا تہ کاٹنا) دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں یہ ضمانت ایسے آسانی تک ہوگی فقط۔ اور یہ قول امام مالکؒ کا ہے۔ اور سلطان کے لئے جائز نہیں کہ مال مالکوں سے ان محاربین کے مقابلہ ان پر حد قائم کرنے، ان سے مال واپس دلوانے کے عوض کچھ مقررہ رقم ایسے زچوروں کے مقابلہ کے لئے عوض کچھ ایسے سلطان کو اپنے لئے بھی لینا جائز نہیں، نہ لشکر اور فوج کے لئے کچھ لینا جائز ہے۔ بلکہ ان کا مقابلہ کرنا جہاد ہے۔ اور جہاد و غزوات کیلئے جہاں سے ان کا خرچ دیا جاتا ہے وہاں سے ان کا خرچ بھی دیوے۔ جس حد میں سے مجاہدین کو دیا جاتا ہے۔ اسی میں سے ان مجاہدین کو دیوے۔ اگر ان مجاہدین کو زمینیں دی گئی ہیں۔ یا حکومت کی جاہ سے انہیں اتنا مل رہا ہے کہ ان کے لئے کافی ہے تو بس کرنا ہے۔ اور اگر کافی نہیں ہے تو مصالحہ قوم کے لئے جو صدقات وغیرہ جمع ہیں اس میں سے بقدر کفایت ان کو ڈے دیوے۔ کیونکہ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اگر مسافر پکڑے گئے ہیں اور ان پر زکوٰۃ باقی ہے، مثلاً وہ تاجر ہیں اور چوروں کے زرعے میں پھنس گئے ہیں تو امام اور حاکم ان سے مال کی زکوٰۃ ضرور وصول کرے۔ اور اس زکوٰۃ کے مال کو اس جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرے۔ جس طرح کہ محارب لوگوں کے مقابلہ میں لڑنے والوں کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔

اور اگر یہ گروہ با شوکت و عظمت اور قوی ہے جن کی تالیف قلوب ضروری ہے تو امام حاکم مال فنی اور جو مصالحہ معین کے لئے جمع ہے اس میں سے اور زکوٰۃ میں سے بعض رو سار اور سرداروں کو دیوے تاکہ وہ باقی دوسروں کو حاضر کریں۔ یا یہ کہ خود شرارت اور سرکشی چھوڑ دیں اور باقی میں ان لوگوں کا زور کم ہو جائے تو یہ اور اس صیبا کرنا امام و حاکم کے لئے جائز ہے۔ اور یہ لوگ مؤلفۃ القلوب میں شمار کئے جائیں گے۔ اور امام احمدؒ اور بہت سے ائمہ نے بھی یہی کہا ہے۔ اور ظاہر کتاب و سنت اور اصول شریعت بھی یہی ہے۔

اور امام و حاکم کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو ان حرامی، چوروں، زانیروں، اور ڈاکوؤں کے مقابلہ میں نہ بھیجے جو ضعیف اور کمزور ہوں۔ اور نہ ایسے لوگوں کو بھیجے جو مسافر ہیں اور پکڑے گئے ہیں یا تاجر و سوداگر اور مال دار ہیں ان سے تو مال وغیرہ وصول کر لیا جائے۔ بلکہ قوی و مضبوط اور ایسے لوگوں کو بھیجے۔ مگر ہاں جبکہ قوی اور مضبوط اور امین آدمیوں کا ملنا دشوار ہو۔ اس صورت میں کوشش کرے اور مثل فلامثل کو بھیجے۔

بعض ناہن سلطان، اور رؤساء و حکام، اور سردار و سالار ظاہر و باطن میں حرامی، چوروں اور ڈاکوؤں، اور زانیروں سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر یا باطن میں ان کو شہرہ دیتے ہیں۔ جو مال حرامی، چور، ڈاکو، اور زانیروں کو لٹے ہیں اس میں ان کا حصہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ مانعہ دین کو کچھ مال دے کر ماضی کر لیتے ہیں۔ اور بوجہ جمہوری وہ اسے منظور بھی کر لیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا عظیم ترین جرم ہے کہ حرامیوں، چوروں، ڈاکوؤں، زانیروں کے مقدم اور سردار سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ان کی مدافعت ممکن ہے۔ اور اس کی مدافعت نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے لوگوں کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ جو ان کی مدد و معاونت کرتا ہے عقوبت و سزا کا مستحق ہے۔ اگر یہ لوگ قتل کریں تو ان کو قتل کیا جائے اور یہی قول حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ اور کثیر اہل علم کا ہے۔ اگر یہ لوگ مال بیویوں کو سیدھا ہاتھ اور باہاں پاؤں کاٹا جائے۔ اگر یہ لوگ قتل کریں۔ اور مال لوٹیں تو انہیں قتل کیا جائے۔ اور سولی پر لٹکا دیا جائے۔ ایک گروہ اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔ اور قتل کر دیا جائے۔ اور سولی پر لٹکا دیا جائے۔ اور بعض کا قول ہے قتل اور سولی پر لٹکانے میں سے اختیار ہے۔ کیونکہ اگرچہ اس نے اس عادت گری اور لوٹ مار میں حصہ نہیں لیا۔ ذرا سکی اجازت دی۔ لیکن جب ان کو ٹیڈا گیا اور ان پر قدرت پالی گئی اس وقت وہ تقسیم مال میں شریک تھا۔ اور بعض حقوق اور حدود کو اس نے بیکار کر دیا۔ جو شخص محارب یا چور۔ یا قاتل وغیرہ کو جس پر حد جاری کرنا واجب ہے۔ خدا اور بندے کا حق ادا کرنا فرض ہے۔ اور بلا مددوان و زیادتی کے ہونا اور اسحق دیا جاسکتا ہے لیکن یہ ان کو پناہ دینا ہے۔ اس لئے وہ محرم ہے اور اس کا شریک ہے جس پر خدا۔ اور اس کے رسول نے لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کے اندر حضرت علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

لَعْنُ اللّٰهِ مُنْ اَحَدَاتِ خَدَاتَا
اَوْ اَدَاتِيْ مُحَمَّدَاتَا۔ (رواہ مسلم)

خدا نے اس پر لعنت بھیجی ہے جو جرم و گناہ کرے
یا مجرم گناہ گار کو پناہ دیوے۔

جب یہ ظاہر اور ثابت ہو جائے کہ فلاں آدمی نے محدث کو پناہ دی ہے تو اس کا مطالبہ کیا جائے کہ وہ مجرم کو حاضر کرے۔ یا اس کی خبر دیوے کہ فلاں جگہ، فلاں مقام پر ہے۔ اگر وہ حاضر کر دیوے، یا خبر اور اطلاع دے دیوے تو فیہا وگرنہ اسے جس کی سزا دی جائے۔ اسے پیشا جائے بار بار پیشا جائے تا آنکہ اصل مجرم پر قدرت و قابو حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ ذکر کر چکے ہیں کہ ادارہ مال واجب سے روکنے والے۔ اور نہ دینے والے کو عتاب و سزا دی جائے۔ پس جس لوگوں کا حاضر نہ ضروری اور واجب ہے اور جنہوں نے مال لوٹا ہے۔ اور اس کا واپس کرنا اور دینا ضروری ہے، اور اس سے وہ منع کرتا ہے یا روکتا ہے۔ تو ایسے شخص کو عقوبت و سزا دی جائے۔

اگر کوئی شخص مال حق و مطلوب یا آدمی حق مطلوب کو جانتا ہے، لیکن اسے روکتا اور چھپاتا نہیں۔ ہے تو اس پر واجب ہے کہ مال مطلوب اور شخص مطلوب کا پتہ بتلا دیوے کیونکہ اس کے لئے اس کا چھپانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نیکی اور تقویٰ کا تعاون ہے۔ اور نیکی و تقویٰ کا تعاون واجب ہے۔ بخلاف اس کے کہ کوئی جان و مال باطل طریقہ پر مطلوب ہو تو اس کا بتلانا اور اس کی خبر دینا قطعاً جائز نہیں کیونکہ یہ اثم و عداوت کا تعاون ہے۔ بلکہ اس کام کی مدافعت واجب ہے۔ کیونکہ مظلوم کی نصرت و اعانت واجب ہے جیسا کہ صحیحین کے اندر حضرت انس بن مالک سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انصراً خائف ظالماً أو مظلوماً	تم اپنے بھائی ظالم کی مدد کرو۔ اور یا مظلوم کی مدد کرو
فَلْتُبَيِّدْ سَوْنَ اللّٰهِ اَنْصَرُ مَظْلُوْمًا	میں نے کہا یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو ٹھیک ہے
كَيْفَ اَنْصَرُ ظَالِمًا قَالَ لَمَنْعَهُ	ظالم کی مدد تو کیسے کریں آپ نے فرمایا اسے ظلم
مِنْ الظّٰلِمِيْنَ اِنَّكَ نَصْرَكَ اِيَّاكَ	سے روکو۔ یہ تمہارے بھائی ظالم کی مدد ہے۔

(رواہ حاکم صحیحین)

اور صحیحین کے اندر حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں کا حکم فرمایا۔ اور سات چیزوں سے ہم کو منع فرمایا۔ ہم کہہ گئے کہ یا نبی کریم! ہم مریض کی عیادت کریں۔ جنازے میں شرکت کریں۔ اور چھینک کا جواب دیں۔ اور منہم کھائی ہو تو اسے پورا کریں۔ کوئی دعوت دے تو اسے قبول کریں۔ اور مظلوم کی نصرت و مدد کریں۔ اور ہمیں منع کیا ہے، سونے کی انگوٹھی پہننے سے اور چاندی کے برتن میں پینے سے۔ اور میا ترہ اور زشم فسی، ہاج، اور استبرق کے پہننے سے۔

پس اگر یہ جاننے والا جسے ٹھکانہ اور پتہ معلوم ہے اور وہ اس کا ٹھکانہ اور پتہ بتلانے سے انکار کرتا ہے، تو اسے عقوبت و سزا دینا جائز ہے۔ خواہ سزا چھبیس ہو یا کوئی دوسری سزا تا آنکہ وہ اس کا پتہ بتلا دیوے۔ کیونکہ حق واجب سے وہ انکار کرتا ہے۔ جس میں کسی کی نیابت نہیں چلی سکتی، تو اسے عقوبت و سزا دی جائے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

اور اسے عقوبت و سزا دینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ معلوم اور ثابت نہ ہو جائے کہ یہ جانتا ہے اور ٹھکانے کی وہ خبر رکھتا ہے۔ اور یہ حکم تمام حکام کے لئے ضروری ہے والی ہو، یا قاضی، یا دوسرا کوئی ہو تمام پر لازم ہے۔ کہ واجب کو چھپانے توں فعل سے روکنے والے کی تحقیق کریں۔ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ تم پر حق اور واجب تھا اور اس پر نہیں تھا۔ ذیہ ایسا مسئلہ ہے کہ ایک کی سزا دوسرے کو دی جائے جیسا کہ اس آیت کے اندر وارد ہے۔

لَا تَجْرِمُوا الَّذِينَ لَا يَدْرُونَ أَوْلِيَاءَ
الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ مَا كَفَرُوا بِهِ وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ (انجم ۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔
أَلَا لَا يَجْرِي جَانٌّ إِلَّا عَلَى
نَفْسِهِ۔
آگاہ رہو کہ کوئی بھی مجرم کن نہیں کرتا مگر
اپنی جان پر۔

جیسے کہ غیر واجب الادا مال کا کسی سے مطالبہ کیا جائے کہ اس کا وکیل ہے نہ ضامن۔ اور نہ ہی مال اس کے پاس ہے۔ یا یہ کہ کسی کو قرابتداری یا پرٹوسی کے جرم میں عقوبت و سزا دی جائے۔ حالانکہ وہ خود کسی واجب کے ترک کرنے کا مجرم نہیں۔ نہ اس نے کوئی حرام کام کیا ہے۔ عقوبت و سزا اس کو دی جائے جو اس کا مستحق ہے۔ جبکہ اسے ظالم کا ٹھکانہ معلوم نہیں وہ کہاں چھپا ہے؟ اس کا اسے علم نہیں تو عقوبت و سزا قطعاً جائز نہیں۔ ہاں اگر اس کا پتہ اسے معلوم ہے تو اس پر حق ہے کہ وہ بتلا دیوے۔ اور ولی اور حاکم کا فرض ہے کہ ہر ممکن طریقے سے اسے منوائے۔ یا جہاں مال رکھا ہے جس سے مستحقین کے حقوق وابستہ ہیں اس مقام کو وہ جانتا ہے۔ اس پر واجب ہے کہ وہ بتلا دیوے۔

یہ اعانت و نصرت کتاب و سنت کی رو سے اس پر واجب ہے اور اجتماع امت سے اس پر واجب ہے۔

اگر یہ اس لئے بچتا۔ اور رکتا یا انکار کرتا ہے کہ اس سے ڈرتا ہے یا ظالم کی اعانت کی

غرض سے کہ اس کی حمایت مقصود ہے اس لئے بتلانے سے انکار کرتا ہے جیسا کہ اہل عصییت ایک دوسرے کے لئے کرتے رہتے ہیں۔ یا مظلوم سے عداوت و دشمنی ہے اس لئے بتلانے سے انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ
عَلَىٰٓ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِغْبَاۤءِ لُوْا هُوَ
اَقْرَبُ بِمِلَّةِغَوْىٰط
اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم کا
باعث نہ ہو کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف
کمرو کہ مشیورۃ انصاف پر میر گاری سے
قریب تر ہے۔ (دما ندہ ع ۱)

یابہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ کھڑے ہونے سے اعراض کرتا ہے۔ یا عدل و انصاف سے اعراض کرتا ہے۔ یا جبن و بزدلی اور قتل کی وجہ سے۔ یا خذلان دین کی غرض سے و اجتناب کرتا ہے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اس کے دین اس کی کتاب کے تارک کیا کرتے ہیں۔ جب ایسے لوگوں سے کہا جاتا ہے اٹھو، چلو اللہ کی راہ میں جہاد کرو تو وہ زمین پر چپک کر رہ جاتے ہیں۔ بہر تقدیر ایسے لوگ عقوبت و سزا کے مستحق ہیں۔ اور تمام علماء اس پر متفق ہیں۔

جو لوگ اس پر گامزن ہیں وہ حدود خداوندی کو معطل و بیکار کر رہے ہیں اور خدا کے بندوں کے حقوق ضائع کر رہے ہیں، اور اپنے قوی اور طاقتوں کو ضعیف کر رکھا ہے، یہ اس شخص کے مشابہ ہیں جس کے پاس کسی ظالم مظلوم کا مال ہے۔ اور وہ حاکم عادل کو دینے سے انکار کرتا ہے۔ حاکم عادل اپنا دینی فرض ادا کرنا چاہتا ہے۔ اس پر واجب نان و نفقہ ہے اسے ادا کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً اہل و عیال (قر بار اور غلاموں۔ چوپایوں قریب کے رشتہ داروں پر جن کا نان و نفقہ اس پر واجب ہے۔ اور مثلاً قاتل کے رشتہ داروں پر دیت واجب ہے اسے وصول کرنا۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے حقوق پر حاکم عادل خرچ کرنا چاہتا ہے اور یہ اس سے منع کرتا ہے۔ روکتا ہے، پس اس قسم کی تعزیر و عقوبت اس شخص کو دی جائے جس کے متعلق معلوم ہو کہ اس کے پاس ایسا مال۔ یا جان موجود ہے جس کا دینا اور حاکم عادل کے سپرد کرنا ضروری ہے۔ لیکن وہ نہیں دیتا اور حاضر نہیں کرتا جیسے کہ قطع الطریق۔ راہزین۔ ڈاکو۔ اور چور آپس میں ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کے لئے یہ عقوبت و سزا ہے۔ اور عقوبت و سزا ان لوگوں کے لئے ہے،

جن کے متعلق معلوم اور ثابت ہو کہ وہ اس قسم کے مال کو یا جان کو وہ جانتے ہیں۔ کہ کہاں رکھا ہوا ہے۔ اور کہاں چھپا ہوا ہے؟

لیکن اگر وہ اس لئے خیر نہیں دیتا۔ یا حاضر نہیں کرتا کہ خود طالب اس پر تعدی اور ظلم کرے گا تو ایسا شخص محسن ہوگا۔ اور وہ نیک کام کر رہا ہے۔ لیکن اس کا اختیار مشکل اور دشوار ہے کہ نا جائز حمایت کو نشی ہے۔ اور ظلم و تعدی سے بچنے کے لئے حمایت کی جاتی ہے وہ کوئی شبہ اور شہوت دونوں جمع ہوتے ہیں اور دونوں کا امکان موجود ہے۔ اس وقت حاکم کا فرض ہے کہ حق و باطل میں امتیاز حاصل کرے۔ اور اکثر ایسا رؤسا، دیہات اور شہر کے امراء میں ہوتا ہے۔ جب کوئی پناہ گیران کے پاس پہنچتا ہے اور پناہ مانگتا ہے یا کوئی قرابتدار پناہ مانگتا ہے یا کوئی دوست و احباب میں سے پناہ چاہتا ہے تو ان کی مدد حمایت بھراک اٹھتی ہے، اور حمایت جاہلیہ۔ اور وراثت لوگوں میں عزت و رسوخ اس گناہ پر انہیں برا ٹیختہ اور آمادہ کر دیتا ہے۔ اور وہ ان کی حمایت و نصرت کے لئے استیناس چڑھا لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظالم اور مظلوم دونوں کے حقوق پا مال کر رہے ہیں۔ خصوصاً جبکہ مظلوم کوئی رئیس و امیر ہو جو ان کے ہم پلہ ہو۔ تو مستحکم پناہ گیر کو سپرد کرنا اپنے لئے عار اور موجب غیرت سمجھتے ہیں۔ اور اپنی ذلت و توہین تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھنا اور ایسا تصور کرنا علی الاطلاق جاہلیہ محض ہے، اور ایسے لوگ ہی دین و دنیا کے فساد اور تباہی و بربادی کا بڑے سے بڑا سبب ہیں اور کہا گیا ہے جاہلیت کی اکثر لڑائیاں اسی سبب سے ہوئی ہیں۔ مثلاً حرب البسوس جو بنی بکر اور بنی تغلب میں ہوئی اس قسم کے تعصب اور اسی قسم کی عصبیت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اور اسی قسم کی عصبیت جاہلیت تھی جس کی وجہ سے زکرتا تارک دارالاسلام میں

لے بکرا، تغلب و بڑے خاندانوں کے نام ہیں ان دو قبیلوں میں یہ لڑائی ہوئی تھی۔ اس کو حرب بسوس کہتے ہیں۔ کلیب بن ربیع اپنے قبیلے میں بڑے رعب داب کا آدمی تھا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ کسی غیر کی ایک اونٹنی اسکے اونٹوں میں چر رہی ہے، یہ اونٹنی ایک جہان کی تھی جو بسوس بنت منقرذ تمیمہ کے ہاں جہان تھا۔ کلیب کی غیرت نے گھارا زکرتا کیا کہ اس کے اونٹوں میں غیر کی اونٹنی چرے، اس کی چراگاہ میں دوسرے کا اونٹ آجائے۔ فوراً اٹھا اور تیر سے اس کے تھنوں کو زخمی کر دیا۔ اور بھگا دیا۔ جب اونٹنی گھر پر آئی بسوس نے دیکھا کہ وہ زخمی ہے سر پر ہاتھ رکھ کر چلائی واذلاک انفس اسی ذلت، بسوس کا چلانا تھا کہ بنو بکر میں، جہان کی لہر دوڑ گئی۔ ان میں سے ایک شخص جہل بن برچھے سے کلیب پر حملہ کر دیا۔ اور اُسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ دونوں خاندانوں میں (باقی برص ۱۹)

داخل ہوئے۔ اور ماوراء النہر اور خراسان وغیرہ کے مسلمانوں اور بادشاہوں پر غلبہ و اقتدار پایا۔ اور یہی عصبیت جاہلیہ تھی جس کی وجہ سے یہ لوگ مسلمانوں کے ملک پر غلبہ و اقتدار حاصل کیا اور ان پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے۔ اور اس قسم کے طبقہ کی مثالیں بہت سی پیش کی جاسکتی ہیں۔ جو

(بقیہ صفحہ ۱۹۲) لڑائی چھڑ گئی اور عرصہ تک جاری رہی۔ ۱۲۹۱ء سے لے کر ۱۳۵۳ء تک خون و خواہ بونا رہا۔ بہت سے بے گناہ طرفین کے اس میں مائے گئے، بہت سے ناکردہ گناہوں کا خون بہا، بہت سی روئیں تڑپ تڑپ کر ٹھکانے لگیں، بہت سے قبیلے اس سے ضعیف و کمزور ہو گئے۔ اور دیکھا جائے تو بات کچھ نہیں۔ سوائے ظلم و عدوان، بغاوت و غلو اور ناجائز انتقام کی لگن کے۔

حالی مرحوم نے اس کا نقشہ خوب کھینچا ہے۔

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی صدی جس میں آدمی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کردی تھی جس نے صفائی نفی اک آگ پر سو عرب میں لگائی

زحکمرہ کوئی ملک دولت کا تھا وہ

کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ

پس جس طرح ظلم و عدوان، ناجائز عیش، عیاشی، عیش کوئی، فسق و فجور، امتوں، قوموں، قبیلوں کو برابر کر دیتی ہیں اور انہیں ختم کر کے ان کا نام و نشان مٹا دیتی ہے، اسی طرح غفلت، طمع و لالچ، اغیار و اجانب سے کھیل کرنا اور اپنے ملک میں سیاسی، اقتصادی کھیلنے کے چھوڑ دینا، بڑے سے بڑا سبب ہے وطن، ملک اور قوم کو ختم کرنے کا۔

فَلذِئْتَنَا بَرَاءُ مَلِكْتَنَا بَرْدُونَ - ابو العلاء محمد اسماعیل گجد مددی کان الملک

(حاشیہ صفحہ ۱۵۱) لے دولت عباسیہ کا انجام قابض عبرت ہے جن کی حکومت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی تھی عرب و عجم ایران و روم و سندھ وغیرہ جن کے قبضہ میں تھا کربلا زمین پر جن کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، یورپ اور ایشیا میں جن کا اقتدار قائم تھا۔ خلیفہ منصور عباسی، ہارون رشید، مامون رشید، جیسے علم پرور خلفا گزرتے ہیں جنہوں نے دنیا میں علم و حکمت کی بنیادیں قائم کیں، جنہوں نے دنیا کو حکومت کرنے کا سبق سکھایا، جن کی بدولت یورپ میں علوم پھیلے، جن کے عہد میں علماء و فضلاء حکما و ارباب حکمت و فلسفہ بغداد میں جمع ہو گئے جنہوں نے اپنی طویل اور عریض مملکت میں بڑے بڑے دارالعلوم اور بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم کیں، جن کا عہد تاریخی اعتبار سے تھا کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا بھر کے استاد تھے، جن کی طاقت، عظمت و شوکت کا سکہ ساری دنیا پر تھا۔ یوں عصبیت کا شکار بن کر رہ گئے۔ دین و شریعت کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی، ان کی فوجوں اور لشکروں میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، بسنی اور شیعہ جمع تھے۔ ان میں مذہبی عصبیت (باقی بر صفحہ ۱۹۶)

شخص اللہ کے لئے اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عزت دیتا ہے جو شخص حق و انصاف کرتا ہے اور اپنی جان کو بچ سمجھتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ عزت و اکرام سے نوازتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم الخلق وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اور جو شخص ظلم و جور کے ذریعہ عزت حاصل (بقیہ صفحہ ۱۹۵) اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک ان میں دوسرے کو لاشیٰ محض سمجھتا تھا۔ بلکہ وہی حالت تھی جو عہد نبوی میں یہود و نصاریٰ کی تھی۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ
عَلَىٰ شَيْءٍ مَّا وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ
الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ
(بقرہ ع ۱۱۴)

اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور
نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا مذہب کچھ نہیں حالانکہ
وہ دونوں فریق کتاب الہی کے پڑھنے والے
ہیں۔

ان میں ہر فریق دوسرے فریق کو کھائے جاتا ہے۔ فوج سے لے کر شہر کی مساجد تک یہ مرض پھیلا ہوا تھا اور عصبیت مذہبی کی بنا پر آپس میں دست و گریبان تھے۔ آپس میں تلواریں چلتی تھیں۔ شیعہ اپنی فکر میں تھے کہ وقت سے فائدہ اٹھا کر اپنی خلافت قائم کریں۔ عباسی خلافت کا وزیر اعظم ابن علقمی شیعہ تھا۔ عصبیت جاہلیہ کو کام میں لاکر چنگیز خاں کو عباسی حکومت کے خلاف دعوت دی۔ عباسی حکومت پہلے ہی سے عصبیت جاہلیہ میں پھنس چکی تھی۔ مسلمانوں کی قوت منتشر ہو چکی تھی۔ تاتاری بھیڑیے دوڑ پڑے اور دارالاسلام بغداد میں خون کی ندیاں بہا دیں تقریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کو قتل کے گھاٹ اتار دیا۔ ان میں زیادہ تر علماء، فضلاء، امراء، رؤساء سپہ سالار تھے۔ غرض! باہمی چغلیش اور مذہبی عصبیت بڑی طرح کام کر رہی تھی۔ ادھر خوارزم شاہ۔ اور خلفاء عباسیہ میں باہم رنجش چل رہی تھی۔ ہندوستان، افغانستان اور غور پر خاندان غوری حکومت کر رہا تھا۔ مصر میں فاطمی خاندان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ ختم ہو رہا تھا۔ ادھر تاتاری دوندول اور خوارزم شاہ میں چل پڑی۔ تاتاری بھیڑیے ممالک اسلامیہ پر چڑھ دوڑے۔ ممالک اسلامیہ، ایشیا، اور مشرقی یورپ تمام پر قبضہ جمالیا۔ بغداد پر اس زور کا حملہ کیا اور قتل عام شروع کر دیا کہ الاہات والحفیظ۔ اس طرح ایک بہت بڑی مملکت تباہ و برباد ہو گئی اور عصبیت جاہلیہ کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئی۔ حالی مرحوم نے مختصر الفاظ میں اس کے انجام کا خاکہ کھینچ دیا ہے۔

وہ بلدہ کہ فخر بلاد جہان تھا

گرد و خشک پر جس کا سکہ رواں تھا

اڑالے گئی باد پسندار جس کو

گردا جس میں عباسیوں کا نشان تھا

عراق و عرب جس سے رشک جنان تھا

بہائے گئی سسیل تاتار جس کو

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

(باقی بر صفحہ ۱۹۷)

کرنا چاہتا ہے۔ اور حق کو پامال کرتا ہے۔ وہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرتا ہے۔ وہ خود اپنے کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اپنی جان کو رسوا کرتا ہے۔ اپنی توہین خود کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۶) وہ خلافت کبریٰ جس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں رکھی تھی وہ خلافت کبریٰ جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے، مروی در دین ما خدمت گریست، کے سہول پر چلائی، وہ خلافت جس کی تعمیر کرنا بہ نسبت پر چوٹی تھی، وہ خلافت جس کیلئے آسمان سے دستور بن کر اترا۔ وہ خلافت جس نے آدھی صدی سے کم میں آدھی دنیا پر قبضہ کر لیا۔ اور پوری دنیا سے اپنا اقتدار منوالیا۔ وہ خلافت جس نے ہر طرف امن و چین بھیل دیا۔ وہ خلافت جیسے دنیا کی تو میں امن و صلحت کا گہوارہ سمجھی تھیں۔ وہ خلافت جس نے انجوت و مساوات، ہمدردی، اخلاقی، خدا پرستی، عدل و انصاف کو زندہ کیا۔ وہ خلافت جو نوع انسانی کے لئے سراسر رحمت تھی۔ وہ خلافت جو دنیا و عقبی، مہدار و معاد کی اصلاح کی کفیل تھی۔ وہ خلافت جس نے عرب کے قبائل کو شیر و شکر کر کے رکھ دیا۔ وہ خلافت جس پر فرشتے بھی رشک کرتے تھے، اس طرح برباد ہو گئی۔ حالی مرحوم نے اس خلافت کا نقشہ کس عمدگی سے کھینچا ہے۔

اگر اختلاف ان میں باہم دگر گھٹتا تو باہم مددگار اس کا اخلاص پر گھٹتا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں ہٹ گھٹتا خلافت، سستی سے خوش آئینہ تر گھٹتا

یہ تھی سوچ، پہنی اسس آزادگی کی

ہر اس جس سے ہونے کو تھا باغ کیلٹی

نکھانوں میں تھی وان کلفت کی کلفت ز پوشش سے مقصود تھی زیب زینت

امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

لگایا تھا مانی نے اک باغ ایسا

نہ کوئی تھا چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہبان ہو گئے کا جیسے نگہبان چوپان

سمجھتے تھے ذمی و سلم کو یکسان نہ تھا عبد و حرم میں تفاوت، نمایان

کینز اور بانو تھی آپس میں ایسی

زمانے میں ماں جانی بہنیں ہوں جیسی

رہ حق میں تھی دوز اور جہاگ ان کی فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی

بھراکتی زخمی خود بخود آگ ان کی شریعت کے قبضے میں تھی باگ ان کی

جہان کر دیا نرم نرم مائے وہ !

جہان کر دیا گرم گرم مائے وہ !

فَلَيْتَ بَرَأَ امَّتِكَ بَرَدًا -

ابوالعلاء محمد اسماعیل گو دھروی کان اللہ لہ

جو شخص عزت کا خواہاں ہے تو عزت
ساری خدا کے لئے ہے۔

یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے لوٹ کر
گئے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال باہر
کئے تو سہی۔ حالانکہ اصل عزت اللہ کی اور اس کے
رسول کی اور مسلمانوں کی ہے مگر منافق اس بات
سے واقف نہیں۔

مَنْ كَانَ يُبِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ
الْعِزَّةُ جَبِيحًا (فاطر ع ۲۴)

اور منافق لوگوں کے متعلق خدا کا ارشاد ہے۔

يَقُولُونَ لَنْ نَجْعَلَ إِلَى الْمَدِينَةِ
لِيُخْرِجَنَّ الْأَعَدَّةَ مِنْهَا الْأَذَلَّ مَوْ بِلَدِهِ
الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ
الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝
(منافقون ع ۱)

اور اسی قسم کے لوگوں کے متعلق خدا کا ارشاد ہے۔

سے پیغمبر بعض آدمی ایسے بھی ہیں جن کی باتیں تم
کو دنیا کی زندگی میں بھی معلوم ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی
دلی ابروت پر خدا کو گواہ بنا تے ہیں۔ حالانکہ وہ
لمحائے دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑاؤں میں
اور وہ جب لوٹ کر جائے تو ملک کو گوند ماتے
تاکہ اس میں فساد پھیلائیں اور کھیتی باڑی کو اور
آدمیوں اور جانوروں کی نسل کو تباہ کر کے اور نثر
فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب اسے کہا جائے
کہ خدا سے ڈرو تو شیخی دانگیں ہو کر ان کو گناہ پر آمادہ
کر دے پس ایسے نابکار دلی کو بس جہنم کافی ہے اور
وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَى
مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ وَ
إِذَا كُوِّنَ فِي الْأَرْضِ لِيُنْفِسْ فِيهَا
وَيُهِدِكَ الْحَدِيثَ وَاللَّسُّ طَوَّافًا لَكَ لَا
يُحِبُّ الْفُسَادَ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ
اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُ جَهَنَّمُ
وَلَيْشَ إِلَهِهَا دُ۞۝

(یقرہ ع ۲۵)

پس واجب اور لازم ہے کہ جس کے پاس مستحیر اور پناہ گیر پناہ کے لئے آئے وہ دیکھ لیوے
اور تحقیق کر لیوے کہ واقع میں وہ مظلوم ہے۔ اگر مظلوم ہے تو پناہ دیوے، اور مظلوم ہونا صرف
دعوے کرنے سے کہ میں مظلوم ہوں ثابت نہیں ہوتا بسا اوقات ایک شخص ظالم ہوتا ہے اور
وہ اپنے کو مظلوم بتاتا ہے۔ اس نے خصم سے دریافت کرے۔ دوسروں سے معلوم کرے اور
پوری تحقیق کرے۔ اگر تحقیق سے ثابت ہو کہ واقع میں وہ مجرم ہے۔ ظالم ہے تو حکومت کے

سپرد کرے۔ اور ظلم سے اُسے روکے۔ نخلق اور نرمی سے سمجھا بچھا کر راہِ راست پر لائے۔ اور اگر صلح ممکن ہو دونوں میں صلحِ دائمی کر دیوے۔ اگر عدل و انصاف کے ساتھ حکم و منصف کے ذریعہ فیصلہ ممکن ہو تو اس کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ سب کچھ ممکن نہیں ہے تو قوت و طاقت سے کام لےوے۔

اگر معاملہ ایسا ہے کہ دونوں فریقِ ظالم ہیں اور دونوں مظلوم بھی ہیں۔ جس طرح کہ نفسِ پست خواہشات کے پجاری ہوا کرتے ہیں۔ جیسے کہ قیس دین کے قبیلے۔ اور اکثر شہری اور دیہاتی دعویٰ دار ایسے ہی ہوتے ہیں۔

یا دونوں فریقِ ظالم نہیں ہیں۔ بلکہ کسی شبہہ یا تاویل یا غلطی کی وجہ سے باہم الجھ گئے ہیں اگر ایسا ہے تو اس کی اصلاح کرے۔ یا حکم بنا کر فیصلہ کر لےوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور اگر تم مسلمانوں کے دو فریقے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ پھر ان میں ایک فرقہ اگر دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے اس سے تم لڑو۔ یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع لائیں۔ پھر جب رجوع آئے تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرادو۔ اور انصاف کو ملحوظ رکھو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ مسلمان تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں، تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرادو یا کہ وہ عدل سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن
بَعَثَ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْآخَرِ
فَقَاتِلُوا إِنَّمَا تَنفِيحِي حَتَّى تَخْرُجَ إِلَى
أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاتَتْ فَأَصْلِحُوا
بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَسْطُورَاتِ اللَّهِ
يُحِبُّ اللَّهُ الْمُسْلِمِينَ هَ إِذَا لَمْ يَكُنْ
بَيْنَهُمْ حَرْبٌ فَاصْلِحُوا بَيْنَ
أَخْوَابِكُمْ وَ
اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ه
(محررات ۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں۔ مگر ہاں جو خیرات یا نیک کاموں میں یا لوگوں میں میل جول کی صلاح ہے۔ اور جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ایسے نیک کام کرے گا تو ہم اسکو

لَاخِيَرَةَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ
إِلَّا مَن أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ
أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ
ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَدَقَ

تَوْبَتِهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔ (سارح ۱۷) بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

اور ابو داؤد اپنی سنن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ آپ سے کہا گیا کیا یہ بھی عصیت جاہلیہ ہے کہ ایک شخص حق بات پر اپنی قوم اور قبیلے کی نصرت و اعانت کرے؟ آپ نے فرمایا لا۔ نہیں۔ اور فرمایا۔

وَلَكِنَّ مِنَ الْعَصِيَّةِ تَابٌ يَنْصُرُ
الذُّجُلَ قَوْمَهُ فِي الْبَاطِلِ۔
عصیت یہ ہے کہ آدمی باطل میں
اپنی قوم کی اعانت و امداد کرے۔

(رداہ ابو داؤد)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-
خَيْرُكُمْ الَّذِي اَفْعَ عَنْ قَوْمِهِ
مَا كَرِهَ يَا شَعْر۔
تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی قوم کی
مدافعت کرے اور اس میں وہ گنہگار نہ ہو۔

پھر آپ نے فرمایا:-
مَثَلُ الَّذِي يَنْصُرُ قَوْمَهُ
بِالْبَاطِلِ كَبَعِيْطٍ تَدْدِي فِي يَدِهِ
يَجْرِبُ بَدَنِيْهِ۔
جو شخص باطل پر اپنی قوم کی مدد کرتا
ہے وہ مثل اس اونٹ کے ہے جو کوش
میں گہرے پڑا اور اپنی دم ہلار رہا ہے۔

اور آپ نے فرمایا:-
مَنْ سَمِعَ نَهْرًا يَنْعَزِي بِعَدَاءِ
الْجَاهِلِيَّةِ فَاَعَضُّوْهُ هُنَّ اَرْبَابُهُ
وَلَا تَكْفُرُوْا۔
جس شخص کے متعلق تم سنو کہ اس نے
جاہلیت کا جھنڈا بلند کیا ہے تو اسے
جرط بن سے اکھاڑ پھینکو کہ وہ پھولنے
پھلنے نہ پائے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ بات جو دعوت اسلام اور دعوت قرآن سے خارج
ہے۔ اب خواہ وہ نسب کے اعتبار سے ہو۔ شہر اور آبادی کے لحاظ سے ہو۔ یا جنس
اور قوم۔ یا مذہب کے اعتبار سے ہو۔ یا کسی دوسرے اعتبار سے ہو۔ جاہلیت ہے
اور جو ایسا کرتا ہے وہ جاہلیت کا جھنڈا لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا ہے جیسا کہ وہ
آدمی مہاجر اور انصار میں باہم لڑ پڑے تو مہاجر پکارا اٹھا يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ! اور
انصاری پکارا اٹھا يَا لَلْاَنْصَارِ! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنا پڑا:-

أَبْدَعُوْا لِمَجَاهِدِيَّةٍ وَأَنَا
بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ۔

کیا تم دعوائے جاہلیت لے کر کھڑے
ہو گئے۔ اور ابھی تو میں تمہاری پشت

پر ہوں۔

اور آپ ان پر سخت ناراض ہوئے اور غصہ کا اظہار فرمایا۔

تیرھویں فصل کے مضامین

چوری کی شہادت۔ یا اس کے اقرار سے ثابت ہو جائے تو بلا تاخیر قید میں نہ رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ فدیہ وغیرہ لے کر نہ چھوڑا جائے۔

چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ اور یہ کتاب اللہ۔ کتاب الرسول اور جامع امت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مسلمانو! مرد چوری کسے تو۔ اور عورت چوری کسے تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ تعزیرِ خدا کی جانب سے قرار پائی ہے اور اللہ نہ پر دست واقف ہے تو جو اپنے تصور کے بعد توبہ کر لیوے اور سزا سے توالیہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا
أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا كَمَا
كَانَا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ
حَكِيمٌ وَفِي مَنَاقِبِهِ
أَنَّهُ لَا يُلَاقِيكَ فِي
مَنَاقِبِهِ إِلَّا أَنَّهُ
عَفُوٌّ رَّحِيمٌ

(مائدہ ۶)

جب شہادت گواہوں یا اس کے اقرار سے چوری ثابت ہو جائے تو اس پر حد جاری کرنے میں کسی قسم کی تاخیر جائز نہیں۔ نہ اسے قید میں رکھا جائے۔ نہ کسی قسم کا فدیہ لے کر اسے چھوڑا جائے۔ اور خاص و معظم وقت میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ حد قائم کرنا عبادات میں داخل ہے۔ جیسا کہ جہاد فی سبیل اللہ عبادات میں داخل ہے۔ اور یہی سمجھا جائے کہ حد جاری کرنا بندوں کے حق میں ایک بہت بڑی رحمت و رافت ہے، پس والی اور حاکم حد جاری کرنے میں سخت گیر ہونا چاہئے کہ وہ کسی قسم کی رحمت و رافت سے کام نہ لیوے۔ اور حد کو معطل نہ کرے۔ اور اس کا قصد و ارادہ یہ ہونا چاہئے کہ میں حد اس لئے جاری کر رہا ہوں کہ یہ مخلوق خدا پر رحمت و رافت ہے۔ اور منکرات سے لوگوں کو روک رہا ہوں۔ غصہ کی آگ بجھانا۔ مخلوق خدا پر اپنی بڑائی اور بلندی جتنا مقصود نہ ہو لے آج دنیا کا ذہن یہ سمجھ رہا ہے کہ چوری میں ہاتھ کاٹنا سخت ترین سزا ہے۔ لیکن حقیقت (باقی برقعہ ۲)

جس طرح کہ باپ اپنے بیٹے کو ادب دیتا ہے۔ ادب سکھاتا ہے۔ اگر وہ اپنے بیٹے کی تادیب سے اپنے کو باز رکھتا ہے۔ اور اس کی حال کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اس کی حال رقت نفس، اور رافت قلب کی وجہ سے ایسا برتاؤ کرتی ہے کہ لڑکا بالکل خراب ہو کر رہ جاتا ہے۔ باپ اسکو ادب سکھاتا ہے۔ اس کی اصلاح چاہتا ہے۔ اور یہ عین رحمت و رافت ہوتی ہے۔ لڑکے کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس کی عین خواہش ہوتی ہے۔ کہ اس کی تادیب ایسی ہو جائے کہ پھر کبھی وہ سر نہ اٹھائے اور دوسری مرتبہ ادب سکھانے کی ضرورت نہ رہے۔

اور بمنزلہ اس طبیب کے ہے جو مریض کو کہ یہ اور کڑوی دوا دیتا ہے۔ یا بمنزلہ اس عضو کے ہے جو سزا دہا ہے۔ اور اسے کاٹنے سے وہ خود نجات پاتا ہے۔ یا بمنزلہ تپکنے لگانے کے ہے کہ رگوں کو اس لئے زخمی کیا جاتا ہے کہ اسے آرام ملے۔ یا بمنزلہ فصد کھولنے کے ہے بلکہ بمنزلہ اس انسان کے ہے جسے کہ یہ اور کڑوی دوا پلانے کے لئے مشقت برداشت کی جاتی ہے، یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ مریض کو شفا اور آرام ملے اور اسے راحت میسر آئے۔ یہی حال حدود جاری اور قائم کرنے کا ہے۔ محدود کو راحت ملے۔ حدود شروع اسی لئے کی گئی ہیں کہ محدود کو دنیا و عقبی میں آرام و راحت میسر آئے۔

حدود جاری کرنے میں دانی اور حاکم کی نیت اداہ اور قصد یہی ہونا چاہیے کہ عیال کی اصلاح

(بقیہ صفحہ ۲۰۳) اس کے بالکل برعکس ہے۔ جس آبادی میں چوری ہو وہاں ایک دو آدمیوں کے ہاتھ کانٹے گئے کہ ساری آبادی کو امن ہو گیا۔ کوئی بھی چوری نہیں کر سکا۔ تو یہ ہاتھ کانٹا بندگان خدا کے لئے عین رحمت ہے۔ بخلاف اس کے کہ آج کل جو سزا بھی چور کو دی جاتی ہے وہ ایسی ہے کہ بڑھتا اور ذوق گناہ یاں سزا کے بعد، لیکن شریعت اسلام نے جو سزا اور جو حد مقرر کی ہے اس کے بعد چوری ہو ہی نہیں سکتی۔ خدا بھی راضی مخلوق بھی خوش۔ اور اگر حد کی حقیقت اُسے معلوم ہو جس پر یہ حد جاری کی گئی تو وہ بھی خوش کہ آخرت کی سخت ترین سزا سے اسے امن مل گیا۔ متقی۔ دہریہ زکا رہ گیا۔ اور ساری مخلوق کو آرام مل گیا۔

غرض یہ کہ شرعی حدود کے اندر بڑی برکت بڑی خیریت ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں بن جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ دنیا کو سمجھ دیوے کہ وہ اس مسئلہ پر غور کرے۔ اور دنیا کو امن ملے ایسا کریں۔ کم از کم اسلامی حاکم تو شرعی پیروی میں کامران ہو جائیں اور حد کی برکتیں مشاہدہ کریں۔

دا ابوالعلاء محمد اسماعیل گودھری کان انشاء

ہو۔ اور منکرات سے روکا جائے۔ مخلوق خدا کے لئے جلب منفعت اور دفع مضرت مقصود ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے حدود قائم اور جاری کرنے میں خدا کی رضا مندی درضا ہوئی۔ اور جسے اللہ کا قصد و ارادہ رکھے۔ اس کے حکم کی اطاعت و پیروی کا قصد و ارادہ رکھے۔ کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے قلوب کو نرم کر دیوے اور محدود کے لئے اسباب تیز جمع کر دیوے اس کے لئے جو عقوبت و سزا اور شرعی حد قائم کی گئی وہ اس کے لئے کافی ہو۔ وہ اس سے راضی ہے، کہ اس کی تطہیر ہو رہی ہے۔ ایسا سمجھنا اور اس طرح حد کا جاری اور نافذ ہونا خدا کا عین فضل و کرم ہے۔

جب اس کی نیت خراب ہو اس کی غرض علو اور بڑائی اور اپنی ریاست و حکومت قائم کرنا چاہے۔ لوگ اسے بڑا سمجھیں۔ اس کی اطاعت کے سامنے لوگ سر بسجود ہو جائیں۔ اس کے قصد و ارادہ کے بموجب مال دیویں، اور ہر طرح کا ایثار کریں۔ تو معاملہ بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ اس کے اصل مقصد سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ اور سر اسر حد جاری کرنے کے مقصد میں وہ خلاف راہ اختیار کرتا ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلافت پر مامور ہونے سے پہلے مدینہ طیبہ میں ولید بن عبدالملک کے نائب تھے رہا یا اور عوام کی سیاست و اصلاح بہت اچھی کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف عراق سے مدینہ طیبہ پہنچا، عراق میں یہ بڑا عذاب اور سختی دیکھ کر آیا ہوا تھا۔ مدینہ طیبہ کے باشندوں کو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق پوچھا کَيْفَ هَيْبَةُ فَيْكُمُ؟ اس کی ہیبت تم میں کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا ان کی ہیبت کا کیا پوچھنا۔ ہم ان کی طرف نگاہ بھر کے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ حجاج نے پوچھا کَيْفَ حَبْتُكُمْ؟ اس سے تمہیں محبت کیسی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا هُوَ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ أَهْلِنَا وہ ہمیں ہماری اہل و عیال سے زیادہ محبوب ہیں۔ حجاج نے پوچھا کَيْفَ ادبُهُ فیکم وہ تمہیں ادب کیسے سکھاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا۔ تین کوڑوں سے لے کر دس کوڑوں تک ادب سکھانے کے لئے مارا کرتے ہیں۔ حجاج نے کہا یہ محبت، یہ ہیبت اور یہ ادب آسمان سے اتری ہوئی ہے۔ خدا کا حکم یہی ہے۔

جب ہاتھ کاٹا جائے فوراً گرم تیل میں سینک دیا جائے اور مستحب یہ ہے کہ اس کی گردن میں لٹکا جائے۔ دوسری دواؤں سے کام لیا جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ خون بند ہو جائے اور وہ ہلاک نہ ہو۔ (ابوالطاهر)

۱ لٹکا دیا جائے۔ اگر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اس کا ہایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اور اگر تیسری مرتبہ چوری کرے تو صواب اور بعد کے علماء میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں تیسری اور چوتھی مرتبہ میں ہایاں پاؤں اور دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ یہ قول حضرت ابو بکر صدیق رض کا ہے۔ اور مذہب شافعی ہے اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ دوسرا قول امام احمد کا یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے۔ اور یہ قول حضرت علی رض اور کوفیوں کا ہے۔ اور ایک قول امام احمد کا بھی یہی ہے۔

۱ ہاتھ اس وقت کاٹا جائے جبکہ چوری کا نصاب پورا ہو۔ اور وہ ایک چوتھائی دینار یا تین درہم ہے۔ جمہور علماء اہل جہاز۔ اور اہل حدیث کا یہی مسلک ہے۔ مثلاً امام مالک، امام شافعی امام احمد وغیرہ اور بعض علماء کا قول ہے، قطع ید یعنی ہاتھ کاٹنے کا نصاب ایک دینار۔ یا دس درہم ہے۔ اور صحیحین کے اندر حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے جن (ڈوہال) کی چوری میں جس کی قیمت تین درہم تھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔

قَطَعَ سَارِقًا فِي رُبْعٍ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةٌ
وَدَا هِرَّةً (رواہ مسلم)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے وہ کہتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

قَطَعَ أَيْدِي رُبْعٍ دِينَارٍ
فَصَاعِدًا ۱۔

مسلم کی روایت یہ ہے:-

لَا تُقَطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا فِي
رُبْعٍ دِينَارٍ فَصَاعِدًا ۱۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا:-

إِقْطَعُوا فِي رُبْعٍ دِينَارٍ وَلَا
تَقْطَعُوا فِيمَا دُونَ مِنْ ذَلِكَ ۱۔

ربع دینار میں ہاتھ کاٹو اس سے کم میں نہ کاٹو۔

(رواہ البخاری)

اس وقت ربع دینار کی قیمت تین درہم کے برابر ہوا کرتی تھی۔ اور دینار کی قیمت بارہ درہم ہوا کرتی تھی۔

اور چور کو اس وقت تک چور نہیں کہا جاتا تھا کہ مال حفاظت میں رکھا ہوا نہ چرائے ہو۔ مال کہ ضائع شدہ ہے یا جھٹکل میں بلا احاطہ اور چار دیواری کے اس میں وضعت لگے ہیں۔ اور اس پر سے پھل پھول لئے جائیں۔ یا جو چوپایہ بغیر چوپان کے ہو۔ اس کے مثل میں ہاتھ نہ کاٹا جائے لیکن لینے والے کے لئے تعزیر ضرور ہوگی۔ اور دو چند نقصانی دلوائی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

اور اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ زیادتی کتنی دلوائی جائے۔ اور یہی قول امام احمد وغیرہ کا ہے۔ حضرت رافع بن خدیجؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے:-

لَا قَطْعَ فِي ثَمَرِهِ وَلَا كُفْرَ
(رواہ اہل السنن)

پھل میں اور پتی کھجور میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اور عمرو بن شعیبؓ عن ابیہ عن جعدہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے قبیلہ بنی مرزبانہ کے ایک آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھتے سنا ہے۔ يَا رَسُولَ اللَّهِ جُمْتُ أَسْتَلْكُ عَنْ الْمَضَا لَمْ يَنْ الْإِبِلِ۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے گم شدہ اونٹ کے متعلق پوچھوں آپ نے فرمایا:-

مَعَهَا حَذَا لَمْ يَأْوَسْقَانُهَا تَأْكُلِي
الشَّجَرَةَ وَتُرَاكُمَا حَتَّى يَأْتِيَهُمَا
بَاغِيَهُمَا۔

اس کے ساتھ اس کے کھانے پیلے کا سہارا موجود ہے۔ درخت کھا لے گا اور پانی پرا تیرے گا۔ اسے چھوڑ دو تاکہ اس کو ڈھونڈنے والا اس تک آجائے اس نے کہا۔

فَا الْمَضَا لَمْ يَنْ الْخَلْعِ۔
آپ نے فرمایا:-

گم شدہ بکری کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِذِي نَبِ
تَجْمَعُهَا حَتَّى يَأْتِيَهُمَا بَاغِيَهُمَا۔

تیرے لئے ہوگا۔ یا تیرے بھائی کے لئے۔ یا بھیرٹے کے لئے۔ اسے تم لے لو تا آنکہ اس کا تلاش کرنے والا آجائے۔

اس نے کہا۔

فَالْحَرِيسَةُ الَّتِي تُوَخَّذُ مِنْ رِائِعِهَا
آپ نے فرمایا:

حریسہ جو چرواہے سے لیا جائے؟

فِيهَا ثَمَمٌ مَرَّتَيْنِ وَصَرْبُ
نَكَالٍ وَمَا اخْتَدَ مِنْ عَطِيئِهِ فَفِيهِ
الْقَطْعُ إِذَا بَلَغَ مَا يُؤَخَّذُ مِنْ
ذَلِكَ كَمَنْ الْمَجْنُونِ -

حریسہ میں دو چند قیمت اور تعزیر کی جائے اور
جو اون اس سے لی جائے تو دیکھا جائے اگر وہ
ڈہال کی قیمت کو پہنچے تو اس میں ہاتھ کاٹا
جائے۔

اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر پھل پھول لئے ہوں تو؟

آپ نے فرمایا۔

مَنْ اخْتَدَ مِنْهَا يَفِيهِ وَكَوَيْخُ
خُبْنَةٍ فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَ مَنْ
اِحْتَلَّ نَعْلَيْهِ ثَمَمٌ مَرَّتَيْنِ وَصَرْبُ
نَكَالٍ - وَمَا اخْتَدَ مِنْ اجْرَائِهِ فَفِيهِ
الْقَطْعُ إِذَا بَلَغَ مَا يُؤَخَّذُ مِنْ ذَلِكَ
كَمَنْ الْمَجْنُونِ وَمَا كَرَّ يَبْلُغُ ثَمَمٌ
الْمَجْنُونِ فَفِيهِ غَدَامَةٌ مِثْلِيهِ وَ
جَلْدَاتُ نَكَالٍ - (رداہ اہل السنن)

جس شخص نے اس میں سے اپنے منہ کیا۔ اور خوشہ
نہیں لیا تو اس پر کچھ نہیں۔ اور اگر کچھ اپنے ہمراہ
لے گیا تو دو چند قیمت اور تعزیر ہوگی۔ اور جو بڑا
خوشہ لے گیا تو اگر وہ ڈہال کی قیمت کو پہنچے جائے
تو ہاتھ کاٹا جائے۔ اور اگر ڈہال کی قیمت کو
پہنچے پہنچتا تو دو چند نقصانی دوائی جائے۔
اور اس پر کوڑوں کی تعزیر کی جائے۔

اور اس بنا پر آپ نے فرمایا ہے:-

لَيْسَ عَلَى الْمُتَّهَبِ وَلَا عَلَى الْمُخْتَلِبِ

لوٹنے والے اور اوچکے اور خائن کا ہاتھ

نہ کاٹا جائے۔

وَلَا الْمُخَارِنِ قَطْعٌ -

جیب کترے رومال اور آستینوں سے لے جائیں تو اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا

اور یہی قول صحیح ہے۔

چودھویں فصل کے مضامین

زانی کی سزا۔ محسن زانی کو پتھروں سے رجم کیا جائے تاکہ وہ مر جائے۔
لواطت کی سزا۔ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کیا جائے۔

زانی محسن کی سزا عجم ہے تاکہ وہ مر جائے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک
الاسلمی اور فامدیہ عورت اور بعض یہودیوں کو رجم کرایا تھا۔ اور آپ کے بعد بھی خلفاء راشدین

لے ایک صحابی عورت جنہیں حدیث میں فامدیہ کہا گیا ہے۔ اس سے زنا سرزد ہوا کسی کو اس کا خیال اور خبر بھی نہ تھی۔
مگر اسے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کو میرے گناہ کا علم ہے اور اس کا عذاب دنیا کی ساری تکلیفوں سے سخت ہے۔ یہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض گزار ہوئی مجھ سے ایسا ناپاک جرم ہو گیا ہے مجھے سزا دے کر پاک
کرا دیجئے آپ نے کچھ توبہ نہ فرمائی۔ اس نے پھر عرض کیا کہ حضور میں پائل پنہ سے جنیں کہہ رہی ہوں۔ میں ہوش میں
ہوں۔ مجھے سنسکا کر دیجئے۔ تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ جاؤں۔ اس نے کہا یہ اندازہ ہے کہ اس
ذنا سے مجھے حمل بچ جائے۔ حضرت نے سنا تو فرمایا اگر ایسا ہے تو پھر اس وقت تم پر سزا جاری نہیں کی جائے گی۔
بچ پیدا ہو جانے کے بعد پھر آنا۔

عمل کی مدت پوری ہو گئی تو خدا کی بندی مولود بچہ ہاتھ میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا میں فلاں مجرم
عورت ہوں۔ اب بچہ پیدا ہو گیا۔ مجھے سزا دلو اگر پاک کرا دیجئے حضور نے فرمایا ابھی اس بچہ کو تمہارے دودھ
کی ضرورت ہے۔ جب بچہ دودھ کا محتاج نہ رہے۔ روٹی کھانے لگ جائے تب آؤ۔ بچہ روٹی چبانے کے
قابل ہو گیا تو بچہ کو گود میں لے کر حاضر ہوئی۔ بچہ کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا بھی دے رکھا تھا۔ وہ چبا چبا کر کھا
رہا تھا۔ اس خدا کی بندی نے عرض کیا۔ حضور میں فلاں مجرم ہوں اب اس بچے کو میرے دودھ کی بھی ضرورت
نہیں رہی۔ دیکھ لیجئے روٹی کھا رہا ہے۔

اب اس بچہ کو کسی کے سپرد کرنا آخرت کے عذاب سے نجات دلینے۔ چنانچہ اس عورت کو سنسکا کر دیا
گیا۔ سنسکا کرنے والوں میں ایک بڑے صحابی بھی تھے۔ ان کی زبان سے کچھ سخت کلمہ اس عورت کے
حق میں نکل گیا۔ حضور کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے صحابی سے کہا تم نے ایسا کیوں کہا۔ تمہیں کیا خبر اس نے
ایسی توبہ کی ہے کہ اگر سب اہل مدینہ پر تقسیم کی جائے تو سب کی نجات کے لئے کافی ہے۔ اللہ اکبر! اس
قدر آخرت کا خیال ہے +

(ابوالعلاء محمد اسمعیل گودھوی)

اور مسلمانوں نے زنا کی سزا میں رجم کیا ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ رجم سے پہلے سو کوڑے لگائے جائیں پھر رجم کیا جائے۔ امام احمد بن حنبلہ کے مذہب میں دو قول ہیں۔ اگر زانی محصن نہیں ہے تو کتاب الشتر سے ثابت ہے کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں۔ اور سنت نبوی سے ثابت ہے کہ سو کوڑوں کے ساتھ ہی ساتھ ایک سال جلا وطن کیا جائے۔ اگرچہ بعض علماء سال بھر جلا وطن کرنا واجب نہیں کہتے۔

زانی پر اس وقت تک حد قائم نہ کی جائے جب تک چار گواہوں کی گواہی اس پر نہ گذرے۔ یا چار دفعہ خود اقرار نہ کرے۔ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں چار دفعہ اقرار کی ضرورت نہیں ہے ایک دفعہ اقرار کر لینا کافی ہے۔ اگر کسی نے اقرار کر کے پھر انکار کر دیا۔ تو بعض علماء کا قول ہے کہ حد اس سے ساقط ہو جائے گی۔ اور بعض کہتے ہیں حد ساقط نہیں ہوگی۔ اور محصن اس شخص کو کہیں گے جو حراً آزاد، مکلف ہو اور صحیح نکاح سے اپنی بی بی سے جماع و وطی کر چکا ہو۔ اگرچہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

اور جس سے جماع و وطی کی گئی ہے۔ مذکورہ صفات میں محصن کے مساوی ہے یا نہیں۔ اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ عورت مراہقہ ہو اور بالغ مرد سے زنا کیا۔ یا مرد مراہق ہے اور عورت بالغ ہے۔

اور یہی حکم ذمیوں کا ہے۔ اگر وہ محصن نہیں تو اکثر علماء کے نزدیک رجم کیا جائے گا۔ مثلاً امام شافعی و امام احمد و غیرہ کا یہی مسلک ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد کے دروازے کے سامنے یہودیوں کو رجم کرایا ہے۔ اور اسلام میں یہ پہلا رجم تھا۔

اگر کوئی عورت حاملہ پائی گئی۔ اور اس کا شہر نہیں ہے۔ اور نہ اس کا سیدہ آقا ہے۔ اور محل میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ تو امام احمد و غیرہ کے مذہب میں اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس پر حد جاری نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے زبردستی اس سے زنا کیا گیا ہو۔ اور اس سے یہ حاملہ ہو گئی ہو۔ یا اٹھا کر لے گئے ہوں۔ یا بی بی کے شبہ کی بنا پر جماع کیا گیا ہو کہ یہ اس کی بی بی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد جاری ہوگی۔ اور یہی قول خلفاء راشدین سے ماخوذ ہے۔ اور اصول شریعت کے موافق یہی ہے۔ اور یہی مدینہ والوں کا مذہب ہے۔ کیونکہ یہ شافونادراحتمالات ہیں۔ اور شافونادراحتمالات کی طرف توجہ نہیں کی جاسکتی۔ جیسے کہ اس نے اقرار کیا اور وہ اپنے اقرار میں جھوٹا ہو۔ یا گواہوں کی گواہی جھوٹی ہو۔

لوٹی اور لواطت کی سزا، بعض علماء کہتے ہیں لواطت کرنے والے پر حد جاری ہوگی۔ اور جو
زنا کی حد ہے وہ اس کی حد ہے، بعض کہتے ہیں لواطت کی سزا زنا سے کم ہوگی۔
اور صحابہ کرام سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ نیچے اور اوپر والے یعنی فاعل و مفعول دونوں
کو قتل کر دیا جائے۔ محسن ہوں یا غیر محسن، کیونکہ سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ وَجَدَ نَمْرًا يُعْمَلُ عَمَلَهُ قَوْمًا
لُوطٍ فَأَنْتَلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ۔
جسے تم قوم لوط کا کام کرتے دکھو تو فاعل
اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔

ابو داؤد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اگر کنوارا لوطی کسی عورت کے ساتھ پایا
گیا تو اسے رجم کیا جائے گا۔ اور حضرت علیؓ سے بھی ایسا مروی ہے۔ لیکن دوسرے صحابہ اس کے
قتل میں مختلف ہیں۔ لیکن اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس کو جلانے کا حکم
دیتے ہیں۔ اور دوسرے صحابہ کہتے ہیں اسے قتل کیا جائے۔ بعض کہتے ہیں اس پر دیوار گرائی جائے کہ
عمارت کے نیچے دب کر وہ مر جائے۔ اور بعض کہتے ہیں اسے ایسی بد دیوار اور خراب جگہ میں قید
کیا جائے کہ وہ مر جائے۔ بعض کہتے ہیں آبادی میں سب سے اونچی دیوار جو اس پر سے گرایا
جائے۔ اور پھر اوپر سے پتھر برسائے جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو سزا دی تھی۔ اور
یہ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں مذکور ہے۔ اور دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ
کی یہ ہے کہ اسے رجم کیا جائے۔ اور اکثر سلف کا بھی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قوم لوط
کو رجم کیا۔ اور زانی کی سزا رجم اس کی مشابہت کی بنا پر ہوئی ہے۔ اور فاعل و مفعول دونوں کو
رجم کیا جائے۔ خواہ دونوں کے دونوں حصہ آزاد ہوں یا غلام یا ایک دوسرے کا مملوک ہو۔
جب وہ بالغ ہوں دونوں کی سزا یہی ہوگی۔ لیکن اگر فاعل یا مفعول دونوں میں سے ایک نابالغ
ہے تو اسے قتل سے کم سزا دی جائے گی۔ اور بالغ کو قتل کیا جائے گا۔

پندرھویں فصل کے مضامین

شراب نوشی کی حد سنت نبوی اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے جو شراب پئے اسے کوڑے لگوانا چاہئے۔ پھر پئے پھر کوڑے لگوانا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے شرابی کو بار بار کوڑے لگوائے۔ اور آپ کے خلفاء اور مسلمانوں کا۔ اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔

شراب نوشی کی حد:- شراب نوشی کی حد سنت نبوی اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے اہل سنن نے مختلف وجوہ اور مختلف طریقوں سے روایتیں کی ہیں۔ جس میں اس کی وضاحت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:-

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجِدُدُوهُ - ثُمَّ
اِنَّ شَرِبَ فَاجِدُدُوهُ - ثُمَّ اِنَّ
شَرِبَ فَاجِدُدُوهُ ثُمَّ اِنَّ شَرِبَ
الذَّابِعَةَ فَاقْتُلُوهُ۔

جو شخص شراب پئے اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر
پئے پھر کوڑے لگاؤ۔ پھر پئے پھر کوڑے لگاؤ
پھر چوتھی مرتبہ پئے تو اسے قتل کر۔

دو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی مرتبہ شراب پینے والوں کو کوڑے لگانے کی سزا دی ہے۔ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین اور مسلمانوں نے بھی کوڑوں کی سزا دی ہے اور اسی بنا پر اکثر علماء کہتے ہیں کہ قتل کی سزا منسوخ ہو چکی ہے۔ بعض کا قول ہے یہ سزا محکم ہے۔ بعض کہتے ہیں قتل کرنا یا ایک تعزیر تھی۔ اگر امام ضرورت سمجھے تو یہ سزا بھی دے سکتا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ شراب نوشی کی سزا میں آپ نے چالیس لکڑیاں اور جوتے لگوائے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی چالیس کوڑے لگوائے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اسی کوڑے لگوائے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کو کم از کم چھہرہ سے کبھی چالیس اور کبھی اسی کوڑے لگوائے ہیں۔ اور اسی بنا پر بعض علماء نے کہا ہے کہ اسی کوڑے لگوانا واجب ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں چالیس کوڑے لگوانا واجب ہے۔ اس سے زیادہ سزا امام کی رائے پر متوقف ہے۔ جب کہ لوگ شراب کے عادی ہو گئے ہوں۔ اور چالیس

کوڑوں سے تشبیہ نہ ہوتی ہو، یا اس کے قتل کوئی اور وجہ ہو تو چالیس سے زیادہ انہی کوڑے لگوائیں
اگر پیئے گئے کم ہیں یا اتفاقاً کسی نے پی لی ہے تو چالیس کوڑے کافی ہیں۔ اور یہ قول زیادہ مستحب
اور زیادہ ارفق ہے۔ اور یہی قول امام شافعی کا ہے۔ اور امام احمد کی ایک روایت کے
مطابق ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہد میں شراب نوشی کے واقعات زیادہ آنے لگے تو انہوں نے
سزا زیادہ کر دی۔ بعض کو جلا وطن کیا۔ بعض کا سر منڈا کر ڈیل کیا۔ تو یہ زبرد تو بیخ کی مبارک
آئیر سزا تھی۔ اگر شرابی کو تعزیر چالیس کے بعد چالیس کوڑوں کے اور کرنی ہو تو اس کی روٹی بن
کر دی جائے۔ اور اسے جلا وطن کیا جائے تو اچھا ہے۔

۱۰ حضرت ابو جحش ثقفیؓ شراب کے بہت عادی ہو چکے تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ان پر حد جاری کی تو
گولے لیکن وہ باز نہیں آئے۔ پھر شراب پی لی اور حضرت عمرؓ نے پھر کوڑے گولے لیکن وہ باز نہیں آئے بار بار شراب
پیتے تھے اور بار بار کوڑے گلتے تھے لیکن وہ باز نہیں آتے تھے۔ آخر حضرت عمرؓ نے ان کو جلا وطن کر دیا۔ اور قبا
میں رکھنے کی سزا تجویز کی۔ حضرت سعدؓ کے حوالہ کیا کہ جہاں تم جاؤ اپنے ہمراہ رکھو۔ اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں
ڈال کر علیحدہ بٹھا رکھو۔ حضرت سعدؓ نے ابو جحش کو ہمراہ لیا۔ اور پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔ جہاں کہیں جاتے ان
ہمراہ لے جاتے۔ سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے قادیسیہ مقام پر پہنچے۔ حضرت سعدؓ اس وقت سپہ سالار
ہیں۔ قادیسیہ کی جنگ بڑی خطرناک جنگ تھی۔ دشمنوں کا غلبہ تھا۔ تین سو ساٹھ میل مسلمانوں کو ڈکھیل چکے
تھے۔ مسلمان پسپا ہو چکے تھے۔ اب مسلمان کچھ تازہ دم ہوئے اور فیصلہ کی جنگ لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔
حضرت سعدؓ کو کچھ زخم آ گیا تھا۔ اس لئے میدان میں نہ جا سکے۔ اور قیام گاہ ایک مکان میں تھی۔ آپ
مکان چھت پر بیٹھے ہوئے جنگ کا ہار نہہ لینے رہے۔ گھسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ دیکھا مسلمان پسپا
رہے ہیں تو بڑا افسوس ہوا۔ اور بار بار لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کی زبان پر جاری
اتفاق سے اس حالت کی خبر حضرت ابو جحشؓ کو ہوئی۔ کیونکہ اسی مکان کے نچلے حصہ میں وہ باہر زنجیر تھے۔ جس
مکان میں حضرت سعدؓ ٹھہرے ہوئے تھے مسلمانوں کی حالت ہر ذرا زار رونے لگے۔ اور یہ شعر بار بار
پڑتے تھے۔

كُنْفَىٰ حُذْرًا اَنْ تَطْرُدَ الْحَيْلَ بِالْقِنَا
وَاَتْرَكَ مَشْدَادًا عَلَيَّ وَ شَاقِيَا

یعنی آج میرے رنج و غم کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابل میں (باقی برصغیر)

حضرت عمر بن الخطابؓ کو خبر ملی کہ آپ کے بعض نائب شراب کی تعریف میں اشعار کہہ رہے ہیں آپ نے ان کو معزول کر دیا۔

جس شراب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا۔ اور جس کے پینے پر کوڑے لگوائے وہ وہ شراب ہے جو نشر لانے خواہ وہ کسی چیز سے بھی بنائی گئی ہو۔ پھلوں سے بنائی گئی ہو، جیسے انگور، گھجور، انجیر وغیرہ یا انانج سے بنائی گئی ہو جیسے کپھوں اور جو وغیرہ سے یا تیلی بننے والی (دقیقہ ۲۱۲) لوگ اپنے گھوڑے دوڑا رہے ہیں اور میں پاہ نہ خیر بیٹھا ہوا ہوں۔

یہ کہتے جا رہے اور روٹے جا رہے ہیں۔ مگر کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ بالآخر حضرت سعدؓ کی بی بی سے کہا لے نیک بخت خاتون! لے حفصہؓ کی بیٹی خدا کے لئے مجھے چھوڑ دے کہ مسلمان رہے ہیں اور میں دولت جہاد سے محروم ہوں۔ مسلمانوں پر سخت وقت ہے اور میں پڑا ہوا بیڑیوں میں وقت گزار رہا ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اس جنگ سے سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا تو پھر اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لوں گا اور اسی طرح جس طرح اب جھگڑا ہوا ہوں مجھے جھگڑ دینا۔ حضرت سعدؓ کی بی بی نے حضرت سعدؓ کی جنگی کا خیال نہ کرتے ہوئے ابو محجن کے پاؤں کی بیڑیاں کھول دیں۔ اب ابو محجن نے کہا۔ لے نیک بخت خاتون مجھے سواری کے لئے گھوڑا بھی دینے حضرت سعدؓ کی بی بی نے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر حضرت سعدؓ کا اہلن گھوڑا اور زورہ عکبر۔ نیزہ اور تلوار نکال کر حضرت ابو محجن کے حوالہ کیا۔ حضرت ابو محجن نے فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے اور میدان جنگ کی طرف گھوڑے کو دوڑایا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگ میں جا پہنچے۔ اب حضرت ابو محجن کا یہ حال ہے کہ دشمنوں کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ جس طرف نکل جاتے ہیں۔ موٹی گاجر کی طرح دشمنوں کو کاٹ دیتے ہیں ایسی بہادری دکھائی کہ دشمنوں کے چھکے چھٹ گئے۔ اور لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ خدا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے فرشتہ بھیج دیا ہے یہ انسانی طاقت سے باہر کام کر رہا ہے۔ حضرت سعدؓ بھی یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اور دیکھ دیکھ کر کہتے تھے الصبر الصبر بلقاء ذی الظفر والظفر ابی عجن و ابو محجن فی القید! گھوڑے کی نیزی اور مشقت میں کو بیڑیاں تو بتلا رہا ہے۔ یہ میرا اہلن گھوڑا ہے۔ اور ظفر مندی بتلا رہی یہ ابو محجن کی ظفر مندی ہے۔ اور ابو محجن تو نیچے زنجیروں میں جکڑے ہوئے بیٹھے ہیں)

جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور دشمنوں کو ایسی شکست ہوئی کہ تاریخ اسلام کا اسم و اتع بن گیا۔ ابو محجن واپس لوٹے اور پاہ نہ خیر ہو کر بیٹھ گئے۔ لیکن حضرت ابو محجن کا واقعہ اور تاریخی کارنامہ ایسا نہیں تھا جو چھپ سکتا۔ حضرت سعدؓ کو ٹھہرے اترے۔ اپنی بی بی بنت حفصہ سے کہنے لگے مسلمانوں کی شکست یقین تھی۔ لیکن خدا نے ایک فرشتہ بھیج دیا کہ شکست فتح سے بدل گئی اس کے ایسا ہی گھوڑا تھا (باقی پڑے)

چیزوں سے بنائی گئی ہو جیسے شہد وغیرہ سے۔ یا جانوروں کے دودھ سے بنائی گئی ہو۔ ہر قسم کی شراب اسی حرمت میں داخل ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تحریم شراب کے متعلق جب قرآن اترا اس وقت مدینہ طیبہ میں انگور کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ شام وغیرہ سے انگور آبا کرتے تھے۔ عام طور پر عرب میں نبد زمر کی شراب ہوا کرتی تھی۔ کھجور وغیرہ سے عرب شراب بنا لیتے تھے۔ اور عام طور پر

(بقیہ ص ۱۲۳) جیسا میرا گھوڑا ہے۔ اور میرے ہی جیسا اس کے پاس زرہ و بکتر اور نیزہ بھی تھا۔ اس نے؛ کور شمول کو اس قدر مارا کہ کشتوں کے پشتے نکادے۔ و دشمنوں میں نہلکہ جج گیا۔ اولان کے قدم اکھڑ گئے، پھر وہ فرشتہ کہیں چلا گیا حضرت سعد کی بابی نے نوب ہو کر عرض کیا۔ آپ نے بیجا ناوہ کون تھا؟ یہ وہی شخص تھا جس کا نام ابو محجن ہے، اور تمہارے گھر میں باہر زنجیر زندگی کاٹ رہا ہے۔ جب اس نے مسلمانوں کی شکست کا حال سنا تو قسم کھا کر مجھ سے کہا کہ مجھے چھوڑنے میں جا کر میدان میں لڑوں گا۔ اور زرہ رہا تو، اس آکر اپنے قدموں میں بیڑیاں پہن لوں گا۔ اس کے کہنے پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے آپ کا گھوڑا مارا۔ میں نے گھوڑا دے دیا۔ ہتھیار مانگے میں نے زرہ۔ بکتر نیزہ۔ تلوار وغیرہ اس کے حوالے کر دیے، وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اور تمام ہتھیار لے کر میدان جنگ میں جا دھمکا جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو وہ واپس لوٹا۔ اور پھر باہر زنجیر ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ جب حضرت سعد نے حضرت ابو محجن کا قصہ سنا۔ ان کی شجاعت و بسالت، اور بہادری اور خلوص، جان فروشی کا حال معلوم کیا تو چیخ اٹھے۔ اور رولنے لگے اور کہنے لگے ابو محجن جیسا آدمی خلیفہ کے حکم سے آٹھ پہر باہر زنجیر ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے! اسی وقت حضرت عمر بن الخطاب کی خدمت میں خط بھیجا۔ اور تمام سرگزشت ابو محجن کی پیش کی۔ جب حضرت عمر کے پاس حضرت سعد نے کا خط پہنچا۔ ابو محجن کی کیفیت معلوم کی۔ فوراً ابو محجن کے نام خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِنْ
عَبْدِ اللّٰهِ عَمْرٍو اَبِی حَیْجَیْنِ۔ اَللّٰهُ اَللّٰهُ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ فدا کے بندے عمر کی جانب سے
ابو محجن رض کے نام۔ اللہ اللہ ابو محجن رض۔
یا ابا حَیْجَیْنِ۔

حضرت سعد متیر ہو کر کہنے لگے خدا کی قسم ایسے شخص کو میں کبھی نہ ماروں گا۔ کبھی باہر زنجیر نہ رکھوں گا۔ تم نے دیکھ لیا کہ مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار تھے۔ کفر و اسلام میں کیسا مقابلہ تھا۔ ایسے امتحان کے موقع پر ابو محجن رض کی خدمات سنو وہ کام کیا جو تاریخ اسلام میں یادگار ہے گا۔ یہ کہہ کر حضرت سعد نے فوراً حضرت ابو محجن کو رہا کر دیا رہا ہوتے ہی حضرت ابو محجن رض بول اٹھے خدا کی قسم اب میں شراب نہیں پیوں گا۔ جسیرہ کے لئے توبہ کرتا ہوں۔ میں اس لئے شراب پیا کرتا تھا کہ مجھ پر جہد جاری کر کے مجھے پاک صاف کر دیا جاتا تھا۔ اب جبکہ مجھ پر جہد جاری نہیں ہوگی۔ تو مجھے پاک ہونے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ اس لئے میں ہمیشہ کیلئے توبہ کرتا ہوں (باقی برص ۳)

اور آپ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے قلعی دار پکے برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دینے کے بعد میں نے دی تھی۔ آپ کا ارشاد ہے۔

میں نے تمہیں پکے قلعی دار برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دینے کے بعد میں نے دی تھی۔ آپ کا ارشاد ہے۔
 نَبِيَّتٌ كَحَرَمِ الْاِنْتِبَا ذِي الْاَدْعِيَةِ
 فَاَنْتَبْنَا وَاَوْلَا تَشْرِبُوْا لِمَسْكُوْرٍ
 ہوجانے تو مت پیو۔

اور اس لئے صحابہؓ اور بعد کے علماء میں اختلاف رہا جن کو اس حکم کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوا۔ یا جن کے نزدیک ان برتنوں میں نبیذ بنانا ثابت نہیں ہے، انہوں نے کہہ دیا نبیذ ان برتنوں میں بنانا منع ہے۔

اور بعض جو اس ثبوت کے قائل تھے، اور سمجھتے تھے یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ وہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دیتے ہیں۔ جب فقہار کے ایک گروہ نے سنا کہ بعض صحابہ نبیذ پیا کرتے تھے۔ تو وہ یہ سمجھے کہ نشہ آور پیتے تھے اور اس لئے انہوں نے مختلف قسم کی شربتیں پینے کی اجازت دے دی۔ جو انکو اور کھجور وغیرہ سے زہی تھیں۔ اور نبیذ قر اور کشمش کے عصارہ کی اجازت دے دی۔ جب تک کہ نشہ آور نہ ہو جائے۔ اور صواب و صحیح جس پر جمہور مسلمان متفق ہیں وہ یہ ہے کہ ہر مسکونہ نشہ آور چیز نحر ہے۔ اور اس کے پینے والے پر حد جاری ہوگی اگرچہ ایک قطرہ بھی پی لیں۔ خواہ دو کی حیثیت سے بھی کیوں نہ پئے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر نحر کے سوا کوئی دوا نہیں ہے تو اپنے فرمایا۔

اِنَّهَا دَاوٌّ وَلَيْسَتْ بِدَاوٍّ وَاِنَّ اللّٰهَ
 لَوَجَّعَلْ شِفَاؤًا لِّمَنْ اَقْبَحَ فِيمَا حَدَّرَ عَلَيْهِمْ اَللّٰهُ
 یہ بیماری ہے۔ دوا نہیں ہے۔ دوا کی شفا حرام میں نہیں ہے۔

شراب نحر پر حد واجب ہوجاتی ہے۔ جبکہ اس پر گواہ اتر گیا۔ یا شرابی خود شراب پینے کا اقرار کر لیں۔ اگر نحر شراب کی بدلہ آئے۔ یا لوگوں نے اسے تھے کرتے دیکھا یا اس کے مثل دوسرے آثار دیکھے جائیں تو کہا گیا ہے۔ اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ احتمال ہے یہ نحر نشہ آور نہ ہو۔ یا لاطمی سے اس نے پی لی ہو۔ یا زبردستی اسے پلائی گئی ہو۔

اور کہا گیا ہے اسے کوڑے لگوائے جائیں گے جبکہ معلوم ہوجائے نشہ آور تھی۔ اور یہ قول ظہار راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے ماخوذ ہے۔ اور سنت نبویؐ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اور لوگوں کا تعامل بھی یہی ہے۔ اور یہی

مذہب امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ہے۔ اور انہوں نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔ اور انکو اور کچھ کے بتوں کو بچا کر جو مشروب تیار کیا جاتا ہے۔ وہ بھی حرام ہے۔ اس کے پینے والے کو کوڑے لگوائیں جائیں گے۔ یہ تو خمر و شراب سے بھی زیادہ خبیث ہوتا ہے کہ اس سے عقل اور مزاج دونوں خراب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس سے خفتی بن جاتا ہے۔ اور دیوثیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور شراب زیادہ خراب اور خبیث اسی لئے ہے کہ اس سے محاصمت اور مقاتلت ہوتی ہے۔ لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جس طرح وہ اللہ کے ذکر سے روکتی ہے۔ نماز سے بھی روکتی ہے۔

بعض متاخرین فقہار نے اس کی حد میں توقف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں حد سے کم تعزیر کی جائے کیونکہ اس سے تغیر عقل کا گمان ہے۔ اور یہ ہلزلہ بھنگ پینے کے ہے۔ اور متقدمین علماء سے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ ثابت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ گھاس اور پتے ایسے نہیں ہیں بلکہ اس کے کھانے والے شوقی اور خواہش سے اسے کھاتے ہیں۔ اور یہ آرزو رکھتے ہیں کہ اور بھی ہوں تو کھا لیں۔ جیسے شراب اور خمر کا شوق۔ خواہش اور آرزو رکھتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے اکثر ذکر الہی میں خلل آ جاتا ہے۔ اور جب اس کی کثرت ہوتی ہے تو نماز میں بھی خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیوثیت۔ اور خفتی پن۔ اور فساد مزاج۔ فساد عقل وغیرہ بھی اس سے پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب یہ جامد ہوں۔ اور کھائے جاتے ہوں۔ شراب کی قسم سے نہ ہوں تو اس کے نجس ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اس میں تین قول ہیں۔ امام احمدؒ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ نجس ہے جیسے شراب نجس ہے، اور یہی قول صحیح ہے اور قابل اعتبار ہے، بعض کہتے ہیں کیونکہ اس میں جمود ہے۔ اس لئے نجس نہیں ہے۔ اور بعض نے جامد اور پتلان میں فرق کیا ہے بہر حال یہ بھی اس میں داخل ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے۔ کیونکہ لفظاً اور معنی یہ خمر شراب اور مسکدہ نشہ آور چیز ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ انھوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہؐ ہمیں آپ دو قسم کی شراب کے متعلق فیصلہ دیجئے جسے ہم لین میں۔ تیج اور میزردانوں سے بناتے ہیں۔ تیج شہد سے بنتی ہے۔ اور میزردانوں سے بنتی ہے۔ جب اس میں شدت پیدا ہو کر نشہ آجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوامع الکلم تھے۔ آپ نے فرمایا:-

ہر مسکر نشہ آور حرام ہے۔ اور جو شخص نشہ
آور چیز پیئے۔ اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ اسے
طیبتہ الخبال پلانے گا۔

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلٰى اللّٰهِ
عَهْدًا لِّمَنْ شَرِبَ الْمُسْكِرَاتِ
يَسْقِيْهِ مِنْ طَيِّبَاتِ الْخَبَالِ
صحابہ رضی عنہم نے عرض کیا

یا رسول اللہ یہ طیبتہ الخبال کیا چیز ہے؟

يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا طَيِّبَاتُ الْخَبَالِ؟

یہ جنہیوں کا پسینہ ہے۔

آپ نے فرمایا
عَدُوُّ اَهْلِ النَّارِ
(رواہ مسلم فی صحیحہ)

اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
نشہ آور چیز حرام ہے۔ اور ہر نشہ آور
چیز حرام ہے۔

اور اس باب میں بے شمار احادیث مستفیضہ مروی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا کلام جوامع الکلم ہوتا تھا تمام کو جمع کر دیا۔ کہ ہر وہ چیز جو عقل میں فرق پیدا کر دیوے
اور نشہ لائے حرام ہے، خواہ وہ ماکول ہو، یا مشروب۔
علاوہ ازیں خمر و شراب تو کبھی کبھی بکائی جاتی ہے۔ اور گھاس، جڑی بوٹیاں تو پانی میں
بھگو دی جاتی ہیں۔ اور پی لی جاتی ہیں۔

پس خمر و شراب پی بھی جاتی ہے، اور کھائی بھی جاتی ہے، اور جب یہ نشہ آور ہے تو
حرام ہے۔ متقدمین نے اس کی خصوصیات کے متعلق بحث نہیں کی۔ کیونکہ اس کی پیداوار ۶۳
میں یا اس کے قریب قریب ہوتی ہے۔ جس طرح کہ شراب کی بہت سی قسمیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی ہیں۔ اور یہ سب کی سب ان جوامع الکلم کے اندر آئیں جو کتاب
وسلت کے اندر مذکور ہے۔

سولہویں فصل کے مضامین

حد قذف، محسن پر زنا کی تہمت لگانا۔ اور تہمت لگانے والے کو کوڑوں کی سزا۔

حد قذف۔ جن حدود کے متعلق کتاب و سنت میں وارد ہے۔ اور جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔ حد قذف بھی ہے۔ جب کوئی شخص کسی محسن پر زنا کی یا لواطت کی تہمت لگانے تو تہمت لگانے والے پر اتنی کوڑوں کی حد واجب ہوگئی۔

اور یہاں محسن کے معنی حُر۔ آزاد۔ اور عقیف۔ پاک دامن کے ہیں۔ اور زنا کی حد کے موقع پر محسن کے معنی یہ ہیں کہ نکاح صحیح و تام سے اپنی بی بی سے وحی و جماع کیا ہو۔

۔

سترہویں فصل کے مضامین

جن معاصی اور گناہوں کی حد مقرر اور مقرر نہیں ہے۔ نہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ ان میں عقوبت و سزا، آزادی و تعزیر اور عبرت اور تادیب والی وحاکم کی رائے پر ہے۔ حسب حال وہ سزا تجویز کرے۔

۱۶. بوسہ لینا۔ یا اجنبی عورت کا بوسہ لینا۔ یا مباشرت بلا جماع و وطی کے کرنا۔ یا ایسی چیز کھانا جو حلال نہیں ہے۔ مثلاً خون مسفوح۔ یا مردار گوشت کھانا۔ یا کسی پر جھوٹی تہمت دھرنی زنا کے سوا۔ یا غیر محفوظ چیز کی چوری کرنا۔ یا نصاب سے کم چیز جہر الینی۔ یا امانت میں خیانت کرنی جیسے بیت المال کے والی اور متولی کیا کرتے ہیں یا وقف کے متولی یا یتیم کے مال کے متولی کیا کرتے ہیں۔ اور مثلاً تجارت کے وکلاء اور شریک فی تجارت خیانت کیا کرتے ہیں۔ یا معاملہ میں دھوکہ کرنا۔ یا مثلاً کھانے پینے کی چیزوں میں یا کپڑوں میں دھوکہ کرنا۔ یا مثلاً ناپ و تول میں کم زیادہ کرنا۔ یا جھوٹی گواہی دینا۔ یا جھوٹی گواہی کی تلقین کرنا۔ یا رشوت لینا۔ یا اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف حکم دینا۔ یا رعایا پر ظلم و زیادتی کرنا۔ یا جاہلیت کا نعرہ بلند کرنا یا جاہلیت کے دعوے کو بلند کرنا وغیرہ۔ یا محرمات شرعیہ کا ارتکاب کرنا۔ ایسے لوگوں کی سزا بطور تعزیر۔ یا عبرت یا ادب کے والی وحاکم تجویز کرے گا۔ حاکم و والی گناہوں کی قلت و کثرت دیکھتے ہوئے عقوبت و سزا تجویز کرے۔ جب معاصی اور گناہ زیادہ ہوں تو عقوبت و سزا بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ جب گناہ کم ہوں تو حسب حال گناہ کرنے والے کے سزا ہوگی۔

اور جب لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں اور گناہ کے مدین اور عادی ہو جائیں تو عقوبت و سزا زیادہ کر دینی چاہئے۔ جب فسق و فجور کم ہو تو عقوبت و سزا بھی کم ہونی چاہئے۔ غرض! چھوٹے بڑے گناہ کے اعتبار سے عقوبت و سزا دینی چاہئے کسی ایک عورت یا ایک لڑکے سے چھیرا چھار کرے اسے اس کے مقابلہ میں جو عام طور پر عورتوں اور لڑکوں کو چھیرا چھاڑ کر تا ہے۔ کم سزا ہونی چاہئے۔ اور کم سے کم تعزیر کی کوئی حد مقرر نہیں کہ اتنی ہونی چاہئے۔ کیونکہ تعزیر کا مقصد تکلیف پہنچانا ہے۔ اب خواہ وہ قول سے ہو یا فعل سے۔ اس سے

بات چیت ترک کر دینے سے ہو۔ یا پہلے کوئی سلوک کر رہا تھا یا اور کسی قسم کی رعایتی کارروائی کر رہا تھا۔ اسے ترک کرنے سے ہو۔ یا نصیحت و وعظ کے ذریعہ یا توبیح و تنبیہ اور سختی کرنے سے ہو۔ مقصد یہ ہے کہ اسے تکلیف پہنچے اور تعزیر ہو جائے۔ کبھی یہ مقصد قطع تعلق اور علیک سلیک بند کر دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

غرض! یہ کہ جب تک وہ توبہ نہ کرے اسے تکلیف و تعزیر ہونی چاہئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صحابہ سے جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے علیک سلیک اور بات چیت بند کر دی تھی۔

یہ تین صحابہ حضرت کعب بن مالک، بلال بن ابی مرہ، اور مراد بن ربیعہ تھے۔ کابلی اور سستی کے ماسے جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ قرآن مجید میں ان کا قصہ یوں مذکور ہے۔

وَعَلَى الشَّلَاتِ الَّذِينَ خَلَفُوا
حَتَّىٰ إِذَا ضَآئَتْ عَلَيْهِمُ الْآرَضُ مَا جِئَتْ
وَضَآئَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا
أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ذُتُّرْ تَابَ
عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيمُ (توبہ ۱۴)

اور ان تین شخصوں پر بھی جو بائٹھ ارض خدا ملتوی کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی ان پرنگ ہو گئی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے اور سمجھ گئے کہ خدا کی گرفت سے اس کے سوا اور کہیں پناہ نہیں۔ پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ تاکہ وہ توبہ کئے رہیں۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صحابہ سے معاشرتی ملاحظہ کا حکم دے دیا۔ ان سے سلام علیک بات چیت سب بند کر دی۔ تاکہ ان کے گھر کے لوگوں نے بھی بات چیت علیک سلیک بند کر دی جس سے ان کا یہ حال ہو گیا جو اوپر کی آیت میں مذکور ہے۔

یہ واقعہ زور و برک کا ہے جو سن ۶ھ میں واقع ہوا۔ یہ غزوہ بدر سے امتحان کا مقرر کر لیا گیا۔ گری کا موسم تھا۔ دور کا سفر تھا۔ بے ہوشی و سمانی بھی تھی۔ ادھر نخلستان بن پراہل مدینہ کی زندگی کا دار و مدار تھا۔ پھلے ہوئے تھے تمام لوگ سوچنے لگے کہ جنگ میں شرکت کیسے کی جائے۔

اس جنگ میں پانچ فریق ہو گئے۔ اول پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار کہ انہوں نے ان مشقت کی قطعاً پرواہ نہیں کی۔ اور بغیر پس و پیش چلی کھڑے ہوئے۔ دوسرا فریق ان ہی مہاجرین و انصار میں وہ تھا جو شرکت جنگ سے بچ گیا تھے۔ مگر آخر کار چل کھڑے ہوئے۔ تیسرا فریق حاضرین آدمی تھے۔ کعب بن مالک، بلال بن ابی مرہ، مراد بن ربیعہ وغیرہ۔ یہ لوگ کابلی اور سستی کے ملنے اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے (باقی برص ۲۲۳)

اور اگر والی و حاکم سے کوئی جرم ایسا ہو جائے کہ اس میں حد مقرر نہیں ہے تو اسے ولایت و حکومت سے معزول کیا جائے۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے کیا تھا اور کبھی فوجی عسکری خدمات سے سبکدوش کرنے کی تعزیر کی جائے۔ کہ مسلمانوں کی فوجی۔ عسکری خدمات انجام دیتا تھا اس سے اس کو علیحدہ کر دیا۔ مثلاً وہ فوج اور لشکر کہ کفار سے لڑ رہا ہے۔ تو اریں آئے ساتھ چل رہی ہیں اور کوئی مسلمان فوج میں سے بھاگ نکلا۔ کہ فرار من الرجعت۔ جنگ سے بھاگنا کبیرہ و گناہ ہے۔ اس کی روٹی۔ اس کا کھانا پینا بند کر دینا ایک قسم کی تعزیر ہے۔

اسی طرح اگر امیر و حاکم سے کوئی ایسی حرکت ہو جائے۔ جو بہت بڑی اور بہت بُری سمجھی جاتی ہو۔ اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں تو اسے امارت و حکومت سے معزول کر دینا چاہیے یہ اس کی تعزیر ہے۔

اسی طرح کبھی جس و قید کی تعزیر کی جائے۔ اور کبھی اس کا منہ کالا کیا جائے اور اسے اٹے مزہ

(دقیقہ ۲۲۲) جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے فراغت پا کر مدینہ واپس آئے تو یہ لوگ بھی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب اُسے پچھرا جانے کی وجہ پوچھی تو جو سچ بات تھی انہوں نے کہہ دی کہ قصور ہوا ہے، ان تین شخصوں سے معاشرتی مقاطعہ کا حکم دیا۔ اور انہیں کہا گیا کہ وہی کا انتظار کرو، جیسا خدا کا حکم ہوگا۔ ویسا کیا جائیگا۔ جو تھا گروہ منافقوں کا تھا، سو وہ لوگ میں ان پر سخت ملامت کی گئی ہے، پانچواں گروہ وہ تھا جو کسی عذر کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہیں کر سکا تھا۔

اس آیت میں خدا کے فضل کا ذکر ہے، سو ہر ایک کو اس کے مناسب حال فضل خداوندی سے حصہ ملا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور مہاجرین۔ اور انصار پر یہ فضل خدا نے کیا کہ ان کے ارادے متزلزل نہیں ہوئے۔ اور جو بچکپاتے تھے ان پر یہ فضل ہوا کہ آخر انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اور ان تین کعبہ رہنما ہلال رہنما، اور ارارہ رہنما پر یہ فضل ہوا کہ انہوں نے اعتراف کر لیا۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

غرض! معاشرتی مقاطعہ سے اگر مجرم کو نصیحت ہوتی ہو۔ اور گناہ چھوڑ دیتا ہو تو یہ بھی کیا جائے غرض! جن گناہوں میں حد مقرر نہیں ہے۔ اور تعزیر مقصود ہے۔ تو امام والی۔ حاکم کا فرض ہے کہ مجرم مذنب کے مناسب حال تعزیر کرے اور معافی و گناہ سے باز رکھے۔

(ابوالعلا محمد اسمعیل گوہر صی کا ان اللہ)

گدھے پر سوار کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی تعزیر آپ نے ایسی کی تھی۔ اس لئے کہ جھوٹ بولنے والے نے جھوٹ سے اپنا منہ کالا کیا تو اس منہ کالا کیا گیا۔ اور بات کو مطلوب کر دیا تو اسے مقلوب اے منہ گدھے پر سوار کیا گیا اور اس کی تعزیر کی گئی۔

۱۷۴ | اور تعزیر میں زیادہ سے زیادہ سزا یہ ہے کہ دس کوڑے مارے جائیں اس سے زیادہ نہ مارے جائیں اور بہت سے علماء اس کے قائل ہیں کہ تعزیر اتنی نہیں ہونی چاہئے۔ کہ حد کے درجہ کو پہنچ جائے اور پھر اس تعزیر کے متعلق بھی ان علماء کے دُوقول ہیں۔ بعض کہتے ہیں تعزیر ادنیٰ حدود تک نہیں پہنچنی چاہئے۔ حرم۔ آزاد آدمی کی حد ادنیٰ سے ادنیٰ چالیس کوڑے، یا اسی کوڑے ہیں۔ تعزیر میں اتنے کوڑے نہیں لگانے چاہئے۔ غلام کی تعزیر غلام کی ادنیٰ حد کے برابر نہیں ہونی چاہئے۔ غلام کی حد سینس کوڑے یا چالیس کوڑے ہیں۔ تعزیر اس حد تک نہیں پہنچنی چاہئے۔

اور بعض کہتے ہیں۔ آزاد ہو یا غلام تعزیر غلام کی حد تک نہیں پہنچنی چاہئے۔ اور بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ حرم اور آزاد کی تعزیر حرم اور آزاد کی حد تک نہیں پہنچنی چاہئے۔ اور غلام کی تعزیر غلام کی حد تک نہیں پہنچنی چاہئے۔ جس جلس اور جن نوعیت کی تعزیر کی جائے اسی جلس اور اسی نوعیت کی عقوبت و سزا حد سے زیادہ نہ ہونی چاہئے۔ مثلاً کوئی سچا ایسی چیز چرائے جو حرم و حفاظت میں نہ ہو۔ تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ دوسری تعزیر کی جائے۔ اگرچہ یہ تعزیر حد قذف تک پہنچ جائے، اسے مار ماری جائے اگرچہ حد قذف سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً کسی نے زنا سے کم فعل کیا ہو سہ لیا یا ساتھ لے کر سوراہا۔ یا اس قسم کی کوئی دوسری حرکت کی۔ تو اس کی تعزیر زنا کی حد کو نہیں پہنچ سکتی۔ اگرچہ قاذف سے زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے۔ ایک شخص نے منقش انگوٹھی ہوائی تھی۔ اور بیت المال سے کچھ لے لیا تھا۔ اور انگوٹھی میں لگا یا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو ایک دن سٹو کوڑے لگوائے۔ دوسرے دن سٹو کوڑے لگوائے۔ اور تیسرے دن سو کوڑے لگوائے۔ اور خلفاء راشدینؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک دن ایک مرد ایک اہلی عورت کو ایک لحاف کے اندر لے کر سویا ہوا تھا۔ تو دونوں کو سٹو سٹو کوڑے لگوائے تھے۔

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بی بی کی باندی سے خلوت کی تو اگر اس کی بی بی نے اسے خلوت کی اجازت دے دی تو اسے سٹو کوڑے لگوائے جائیں گے۔ اور خلوت کی اجازت نہیں دی ہے تو حرم کیا جائے گا۔ یہ تمام اقوال امام احمدؒ کے

مذہب کی رو سے ہیں۔ اور پہلے دو قول امام شافعیؒ وغیرہ کے مذہب کی رو سے ہیں۔ امام مالکؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ بعض جہانم ایسے ہیں کہ ان میں حد نہیں ہے۔ مگر تعزیر و سزا قتل کی گمان ہے۔ امام احمدؒ کے بعض شاگرد اس میں ان کے ہمنوا ہیں۔ مثلاً مسلم جاسوس دشمنوں اور کفار سے ایسی جاسوسی کرے کہ مسلمانوں کو اس سے نقصان پہنچ رہا ہے۔ تو امام احمدؒ نے اس کی تعزیر میں توقف کیا ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور بعض حنابلہ مثلاً ابن عقیلی وغیرہ کہتے ہیں اس کو قتل کر دینا چاہئے۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور بعض حنابلہ مثلاً ابو یعلیٰ وغیرہ کہتے ہیں نہیں اسے قتل نہیں کرنا چاہئے۔

اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے بعض شاگردوں کا قول ہے کہ اگر کوئی ایسی بدعت رائج کرے یا بدعت کو دعوت دیوے جو کتاب السنہ اور سنت رسولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ امام مالکؒ کے بہت سے شاگردوں کا بھی یہی قول ہے، لیکن امام مالکؒ وغیرہ نے قدر یہ کہ قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ اس سے فساد فی الارض متصور ہے۔ نہ یہ کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں اس لئے۔

اور اسی طرح بعض نے جادوگر کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اکثر علماء نے بھی اسے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اور حضرت جندبؓ سے موقوف اور فرج روایت ہے کہ

جَادُوْكَرٌ كِي حِدَا سِ كِي كُرْدُوْنَ تَلْوَارِ سِ
حَدًا لَسَّاجِرٌ رَبِّهِ بِالْمُتَيْفِ لِه

اِذَا وِيَا سِ .

(رواه الترمذی)

۱۰ حضرت جندبؓ کا واقعہ اغابی ابو الفرج اصہبانی کے اندر سند روایت سے بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر آیا۔ جو گائے کے شکم میں بلا تکلف گھس جاتا اور نکل آتا تھا اتفاق سے حضرت جندبؓ نے یہ معاملہ دیکھا۔ چپکے سے اٹھے اور گھر جا کر تلوار لے آئے۔ جب جادوگر گائے کے پیٹ میں گھس گیا تلوار لے کر اٹھے، اور ایک ہی وار میں گائے اور جادوگر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور یہ آیت پڑھی:۔

اَفْتَا تُوْنَ السَّحْرَ وَاَنْتُمْ تَبْصُرُوْنَ ه

کیا تم دیدہ و دانستہ جادو کی باتیں سننے

کو آئے ہو؟

(انبیاء: ۱۰)

یہ دیکھ کر لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ ویدئے ان کو گرفتار کر کے جیل میں بھیج دیا۔ اور انہی کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دی۔ اتفاق سے داروغہ جیل ایک نصرانی تھا اس نے دیکھا کہ (باقی برص: ۲۲۵)

اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اور دیگر صحابہ کرامؓ کہتے ہیں ساحر کی گردن اڑادی جائے۔ لیکن قتل کی وجہ۔ اور علت۔ مختلف بیان کرتے ہیں۔ بعض علماء اس لئے اسے قتل کرنے کی سزا تجویز کرتے ہیں کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں نہیں، بلکہ فساد فی الارض کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ لیکن جمہور علماء کہتے ہیں۔ برہناتے حد جادوگر کو قتل کیا جائے۔

دقیقہ (قتل) حضرت جناب ات کو اھ کر تجویز گزاتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ کہنے لگا تم خدا کی جس قوم کے شریعہ لوگ ایسے ہوں وہ قوم سچی ہے۔ جیل خانہ پر کسی شخص کو اپنا قائم مقام کیا، اور خود کو ذبح کیا۔ اور دوسروں کے حالات دریافت کئے۔ پوچھا سب تک ڈر بہتر شخص یہاں کون ہے؟ لوگوں نے کہا اشعث بن قیس۔ یہ نصرانی ان کا جہان ہوا۔ اور دیکھا تو یہ رات کو سوتے ہیں اور صبح کو کھانا بھی کھاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر کو ذرا لوگوں سے پوچھا کون افضل شخص ہے؟ لوگوں نے کہا جریر بن عبداللہ۔ اس نصرانی نے ان کو بھی دیکھا۔ اور ویسا ہی پایا جیسا اشعث بن قیس کو پایا تھا۔ نصرانی قبلہ کی طرف سر رخ کر کے بولا۔

كُفْرًا رَبِّ جُنْدًا بِ وَدِّيْنِي دِيْنٌ
جو جزبہ کا رب ہے وہ میرا رب ہے جو جناب
جُنْدًا بِ ..
کا دین ہے وہ میرا دین ہے۔
اور کلہ پڑھ کر اس نام قبول کر لیا۔

اور سن کر یہی میں پہنچی نے اس واقعہ کو کچھ مخالفت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ولید بن عقبہ عراقی میں تھے۔ ان کے پاس ایک جادوگر آیا وہ یہ تماشا کیا کرتا تھا کہ آدمی کی گردن اڑا دیتا۔ اس کے بعد زور نود سے چیتا اور اسے بکارتا۔ سرخو بخود آکر مقبول کے دھڑ سے لگ جاتا اور زندہ ہو جاتا۔ یہ دیکھ کر لوگ کہتے سُبْحَانَ اللَّهِ مَا يُعْجِبُ الْمُؤْمِنِينَ سبحان اللہ یہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر ہجرین میں سے ایک سیکھ صاحب آدمی دوسرے دن طوار لے کر وہاں پہنچا۔ جب جادوگر نے تماشا شروع کیا انہوں نے اٹھ کر وا کر کہا۔ ایک ہی وار میں گردن اڑادی اور کہنے لگے اُنر سچا ہے تو خود بخود پڑی جان کو زندہ کر لیسے۔ دلبد نے دینار نامی شخص کو جو جیل کا داروغہ تھا حکم دیا ان کو گرفتار کر کے جیل بھیجو۔

غرض؛ یہ کہ جادو دین اسلام کے خلاف ہے۔ اور لوگ فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔ پس حق اور دین کا معیار کتاب اللہ اور کتاب الرسول کو قرار دیا جائے۔ جو اس کے مطابق ہے حق ہے جو اس کے خلاف ہے ضلالت و گمراہی ہے۔

یہی وجہ دلیل ہے کہ جادوگر کو قتل کر نیک حکم علماء نے دیا ہے۔

فَاَجْتَنِبُوْهُ ۗ۔ اس سے ر

میں نے کہا لوگ ۔ ہرگز نہیں چھوڑیں گے تو آپ نے
فَاِنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ الْمَرْكُوبِ فَاْتَمَلُوْهُ ۗ۔ اگر وہ چھوڑیں تو قتل کر دو۔

اور یہ حکم اس لئے ہے کہ وہ مفسد ہے۔ اور مفسد صائل حملہ آور کے مشابہ ہوا کرتا ہے۔ تو
جس طرح صائل حملہ آور کی مدافعت بغیر قتل کے ناممکن ہوتی قتل کیا جائے۔ اسی طرح اس کا بھی یہی
حکم ہے۔

اور سب کا جماع اس پر ہے کہ عقوبت و سزا دو قسم کی ہے۔ ایک ماضی کے گناہ کی عقوبت
و سزا کہ اسے اپنے گناہ کی سزا مل جائے۔ اور دوسری کی عقلی کا تدارک ہو جائے۔ مثلاً شراب خور اور
قازف کو کوڑے لگانا۔ محارب اور چور کے ہاتھ کاٹ دینا۔

دوسری واجب حق ادا نہ کرنے کی۔ اور جرم وہ کہ رہا ہے مستقبل میں ترک نہیں کرتا۔ اس کی سزا
میں سے مخصوص ہے کہ حق واجب وہ ادا کرے۔ اور مستقبل میں جرم کو ترک کر دیوے۔ جیسے مرتد کہ
اس کو توبہ کے لئے کہا کہ وہ توبہ کرے، اور مسلمان ہو جائے۔ تا آنکہ وہ اسلام لے آئے۔ اگر وہ
اسلام پھر قبول کرے تو بہتر و گزرنا سے قتل کر دیا جائے۔

اور جیسے کہ تارک نماز، تارک زکوٰۃ، اور بندوں کے حقوق نہ دینا، ان کے حقوق کو پامال کرنا
وغیرہ تا آنکہ وہ حقوق واجبہ ادا کرنے لگ جائے۔

تو ایسا دوسری قسم کے جرائم میں پہلی قسم کے جرائم سے زیادہ تہریری کی جائے گی۔ اور اس لئے
مرۃ بعد مرۃ تارک نماز، تارک زکوٰۃ کو مارا اور پٹیا جائے گا۔ تا آنکہ اس پر جو حقوق ہیں ادا کرنے
لگ جائے۔

اور صحیحین کی وہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
لَا يَجُزُّكَ فَوْقَ عَشْرَةِ اَسْوَاطِ الْاَفْرِغِ حدود الٹی کے سوا۔ دس کوڑوں سے زیادہ
حدود سے زیادہ نہ لگ جائے۔

اس کی تفسیر علماء کی ایک جماعت یہ کر رہی ہے کہ اس سے مراد حدود الہیہ ہیں جو اللہ کے حق
کے لئے حرام کی گئی ہیں۔ کیونکہ کتاب و سنت میں جہان حد کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ
یہ حلال و حرام میں حد فاصل ہے۔ یعنی حلال کو آ کر حد اور حرام کی پہلی حد کے درمیان ایک حد
فاصل ہے۔ حلال کی آخری حد کے متعلق خدا کا ارشاد ہے۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا
اور حرام کی پہلی حد کے متعلق خدا کا ارشاد ہے :-

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا
یہ حدود الٰہی ہیں اس کے قریب نہ جاؤ۔

اب رہی یہ بات کہ اس عقوبت و سزا کو حد کیوں کہا گیا۔ تو جواب یہ ہے یہ تو پیداعرف ہے

اور حقیقت وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی۔

اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے حق کے لئے اگر مارے۔ مثلاً مرد اپنی بی بی کو مارے

کہ کسی وجہ سے باہم نشوز اور کھچاؤ پیدا ہو گیا ہے تو اس کا فرض یہ ہے کہ وہ س کوڑوں سے زیادہ

نہ مارے۔ ●

اٹھارویں فصل کے مضامین !

جن کوڑوں سے مارا جائے وہ درمیانی ہونے چاہئیں لکڑی یا کانٹے دار چیز سے نہ مارا جائے۔ تمام کپڑے نہ اتارے جائیں۔ منہ پر نہ مارا جائے۔ پیٹھ اور کندھوں اور رانوں پر مارا جائے۔ اور اس کے ہاتھ نہ باندھے جائیں۔

شریعت میں جن کوڑوں کے لگانے کا حکم ہے۔ وہ ایسے ہونے چاہئیں کہ معتدل و درمیانی ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

خَيْرُ الْأَهْوَاءِ وَسَطُهَا۔

بہترین امور وہ ہیں جو درمیانی ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نہ سخت ضرب لگائی جائے نہ نرم۔ کوڑا نہ بہت بڑا ہو نہ بہت چھوٹا۔

لکڑی سے نہ مارا جائے۔ کانٹے دار چیز سے نہ مارا جائے۔ اس میں دڑہ کافی نہیں ہے۔ بلکہ دڑہ تعزیرات میں مشتمل ہے۔ حدود میں تو کوڑوں ہی کی مار ماری جائے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ جب کسی کو اوب دیتے۔ اوب سکھاتے تو دڑہ کے ذریعہ سکھاتے، لیکن جب حدود کا معاملہ ہوتا تو کوڑا منگوا لیتے، کوڑے لگواتے وقت مجرم کے سارے کپڑے ڈالتے جائیں۔ بلکہ اتنے ڈالتے جائیں جو ضرب اور مارا اور چوڑ سے روکتے ہوں۔ اندر آنتوں اور رگوں پر مارا کا اثر نہ پہنچے۔ اور جب تک سخت ضرورت پیش نہ آئے محدود کو باندھا بھی نہ جائے منہ پر نہ مارا جائے۔ مقصود یہ ہے کہ اس کی تادیب کی جائے۔ اس کو قتل کرنا مقصود نہیں ہے۔ اور ایسی مار ماری جائے کہ ہر عضو کو اس کا حصہ مل جائے۔ مثلاً پیٹھ اور کندھوں اور رانوں پر مار ماری جائے۔

انسیویں فصل کے مضامین

عقوبت و سزا و قسم کی ہے۔ ایک یہ کہ ایک یا دو یا چند آدمی خدا اور رسول خدا کی نافرمانی کریں۔ دوسری یہ کہ ایک مضبوط جماعت ہو جو اسلام کی راہ میں حائل ہو اور لڑنے ماننے مرنے پر تمل جائیں۔ پہلی قسم میں حد ہے اور دوسری قسم میں جہاد۔

اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی سے جو سزا اور عقوبت لازم آتی ہے دو قسم کی ہے۔ ایک وہ عقوبت و سزا جو مقدر اور مقرر ہے۔ جو ایک آدمی کے لئے یا دو یا چند آدمیوں کے لئے ہوا کرتی ہے، جیسا کہ پہلے اس کا بیان گذر چکا۔ دوسری عقوبت و سزا وہ ہے جو ایک زبردست گروہ کے مقابلہ میں ہو جس پر قتل کے بغیر قابو نہیں حاصل ہوتا۔ اور یہ جہاد ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول کے دشمنوں کے خلاف لڑائی ہے۔

پس جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ان تک پہنچ جائے۔ دین کی تبلیغ ہو جائے اور وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کے مقابلہ میں جہاد اور حرب و قتال واجب ہے تا آنکہ کوئی فتنہ دین کے بارے میں باقی نہ رہے۔ اور دین خداوندی پھوٹے پھلے۔

بخت کے آغاز میں آپ کو صرف دعوت الی الاسلام کی اجازت تھی۔ قتل کرنے اور مارنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب مجبور ہو گیا آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ وہاں آپ کی قوت و طاقت بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور مسلمانوں کو جہاد و قتال و جنگ کا حکم دیا۔

جن مسلمانوں سے کافر لڑنے میں اب ان کو بھی ان کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے۔ اس واسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جو بیچارے صرف اتنی بات کہیں پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ناحق اپنے گھروں سے نکال دئے گئے اور اللہ لوگوں کو ایک

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ يَأْتِيَهُمْ
خَلِيمًا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ لَعْنِهِمْ لَقَدِيرٌ
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ يَغْفِرُ
حَقًّا. أَلَا إِنَّ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ مَا لُولَا
دَفَعْنَا إِلَيْهِ السَّاسَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
لَهْدٍ هَتَّ صَوَامِعَ وَبَيْعَ وَصَلَوَاتٍ

وَمَسَاجِدُ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ
كَثِيرًا ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۗ أَلَا لَللَّهِ
لَهُ الْقُوَىٰ عَزِيزَةٌ ۗ الَّذِينَ إِن
مَلَكَتْهُمُ الرِّضَا ۗ أَدَامُوا الصَّلَاةَ
وَأَتَوْا الزَّكَاةَ ۗ وَأَمَرُوا بِالمَعْرُوفِ
وَنَهَوْا عَنِ المُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝
(سج ۶۷)

دوسرے سے نہ مٹواتا رہتا تو نصاریٰ کے صومے
اور گرجے، اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں
کی مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے
کبھی کے ڈھانے جا چکے ہوتے، اور جو اللہ کی مدد کو لگا
اللہ بھی ضرور اسکی مدد کرے گا۔ کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ
زبردست غالب ہے۔ یہ لوگ اگر حاکم وقت بنا کر ہم زمین
میں ان کے پادوں جہاد میں تو اچھے ہی اچھے کام کرینگے
نماز پڑھینگے، زکوٰۃ دینگے اچھے کام کیلئے کہیں گے
اور برے کام سے منع کرینگے۔ اور سب چیزوں کا
انجام کار تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں پر جہاد و قتال فرض کیا گیا اور یہ آیت اتری۔

مسلمانو تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو
ناگوار بھی گذرے گا اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے
اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور عجب نہیں کہ ایک
چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو،
اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور تم نہیں
جانتے۔

كُنْتُمْ عَلَيَّ كَوْمًا فِئْتَالٍ ۗ وَهُوَ
كُرَّةٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا
وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا
وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُونَ ۝
(بقرہ ۲۱۷)

اس کے بعد مدنی سورتوں میں جہاد کی عظمت و اہمیت پیش کی۔ اور جہاد فرض کیا گیا اور
جہاد ترک کرنے والوں کی مذمت اور برائی پیش کی۔ جہاد و قتال ترک کرنے والوں کو مرض قلوب
سے یاد کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لے پیغمبر! مسلمانوں سے کہو کہ اگر تمہارے باپ
اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں
اور تمہارے کنبے دار اور مال جو تم نے کمائے ہیں، اور
سوداگری جس کے عذاب پڑ جائے گا تم کو انڈیشہ ہے اور
مکانات جن میں رہنے کو تمہارا جی چاہتا ہے۔ اگر یہ

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
وَأَخْوَانُكُمْ عَلَىٰ زُرَّاءِ بَعْضِكُمْ
وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ
بِأَقْتَرَفْتُمْوهَا ۗ وَتِجَارَةٌ
تَبْتَغُونَ كَسَا دَهَا
وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا
أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ
وَرَسُولِهِ

سب چیزیں اللہ اور اسکے رسول کے رستے میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو ذرا صبر کرو یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لا موجود کئے اور اللہ ان لوگوں کو جو اس کے حکم سے سرتابی کریں ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وَجِهَادِ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ وَلَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝
(دُور ۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

پس سچے مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی طرح کا شک و شبہ نہیں کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرتے رہے۔ حقیقت میں یہی سچے مسلمان ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَدْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ (مَحْرَمَات ۲۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

پھر جب کوئی سورت نازل ہو اور اس میں صاف طور پر جہاد کا حکم اور ایمانی کا تذکرہ ہو تو اسے پیغمبر جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے تم ان کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو.....
..... رسول کی فرمانبرداری چاہئے اور سیدھی طرح پر جواب دینا چاہئے جب لڑائی ٹھن جائے اور یہ لوگ خدا سے سچے رہیں تو یہ بات ان کے حق میں تیر ہے، تو کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ اگر کچھ بیچو لگو ملک میں فساد کرنے اور اپنے رشتوں نا طول کو توڑنے۔

فَإِذَا أَنْزَلْنَا سُورَةَ مُحْكَمَةً وَذَكَرْنَا فِيهَا الْقِتَالَ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ طَعْنَةٌ وَكُلٌّ مَعْرُوفٌ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ الْأُمْرَ فَلْيَصِدِّقُوا اللَّهَ لِكَانَ خَيْرًا لَّكُمْ فَهَلْ عَسَيْتُمْ أَنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۚ
(مُحْرَم ۳)

اور اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔ اور اسی طرح جہاد و قتال اور جہاد کرنے والے مجاہدوں کی عظمت و اہمیت سورۃ الصف کے اندر وارد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ
 أَدْرَأَكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُضَيِّقُكُمْ مِنْ عَذَابِ
 إِلَهِكُمْ تَوَدُّونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
 وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 يَا مَوَالِكُمُ وَالنَّفْسُ لَكُمْ ذَالِكُمْ خَيْرٌ
 لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ يَعْفِدُ لَكُمْ
 ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ جَنَّاتٍ
 تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَ
 مَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ
 ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۚ وَ آخِرِي
 تَجِبُوهَا أَنْصَرُ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۚ
 وَبَشِيرٌ الْمُؤْمِنِينَ ۝
 (صف ۲۷)

اور ارشاد ہے :-

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَ
 عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَسَبًا أَمْ
 بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ هَدَىٰ
 سَبِيلِ اللَّهِ لِيَأْتِيَنَّكُمْ عِنْدَ اللَّهِ
 وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝
 الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاتَمُوا جِهَادًا
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَا مَوَالِكُمُ وَالنَّفْسُ لَكُمْ
 أَغْطِيكُمْ دَارَ الْجَنَّةِ ۚ وَاللَّهُ ذَٰلِكُمْ
 هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۚ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ
 بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَبِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ
 فِيهَا نَجْمٌ مِثْلُ الْقُرُونِ ۚ فِيهَا أَسَدٌ

اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہو کہ مسلمانو! کہو تو میں
 تم کو ایسی سوداگری بتاؤں! جو تم کو آخرت کے عذاب
 و دردناک سے بچائے، وہ یہ ہے کہ خدا اور اس کے
 رسول پر ایمان لاؤ، اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور
 اپنی جانیں لڑا دو، یہ تمہارے حق میں بہتر کلمہ شریفیکہ
 تم کو سمجھ ہو، خدا تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور تم
 کو بہشت کے باغوں میں لے جا دے گا اور تمہارے جنتوں کے
 تلے نہریں بڑی بڑی بہ رہی ہوں گی۔ اور نیز عمدہ عمدہ
 مکانات میں کہ وہ مکانات ہمیشہ ہمیش رہنے کے باغوں
 میں ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے ایک اور
 نعمت بھی ہے جس کو تم دل سے پسند کرتے ہو کہ خدا
 کی طرف سے تم کو مدد ملے گی، اور فتح اور اسے
 پیغمبر! مسلمانوں کو اس کی خوشخبری مسناد دو۔

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور
 اوب حرم والی مسجد خاند کعبہ کو آباد رکھنے کو اس
 شخص جیسا سمجھ لیا جو انشور روز آخرت پر ایمان
 لاتا ہے، اور اللہ کے ستمے میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ
 کے نزدیک تو یہ برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ
 راست نہیں دکھایا کرتا جو لوگ ایمان لائے اور
 انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ
 کی راہ میں جہاد کئے یہ لوگ اللہ کے ہاں بیچے میں
 کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور ابھی میں جو منزل مقصود کو
 پہنچنے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی
 اور رحمتی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے

جن میں ان کو دائمی آسائش ملے گی۔ اور یہ ان
باغوں میں سدا کو اور ہمیشہ ہمیش میں گے، بیشک
اللہ کے ہاں بہت بڑا ثواب موجود ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ

(توبہ ۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

مَنْ يَدْتَأْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ
سَوَفَ يَأْتِيَ اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَ
يُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ
عَلَى الْكَافِرِينَ، يَجَاهِدُونَ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كُوفَةً
لَا يُبْرَأُ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ
يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

(مانندہ ۸۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ
وَلَا نَصَبٌ وَلَا يَخْضَعُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَلَا يَطْمَئِنُّونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا
يَنَالُونَ مِنْ عَدُوِّ نَيْلًا إِلَّا كَيْتَبَ لَهُمْ
بِهِ عَمَلٌ صَالِحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ
أَجْرًا لِمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُفَقِّهُونَ نَفَقَةً
صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا
إِلَّا كَيْتَبَ لَهُمْ بِحَبَرٍ جَدِيدٍ ۝ وَاللَّهُ أَحْسَنُ
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(توبہ ۱۵)

یہ اس لئے کہ ان جہاد کرنے والوں کو خدا کی
راہ میں پیاس اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہنچتی
ہے تو اور جن مقامات پر کافروں کو ان کا چلنا ناگوار
گزرتا ہے، وہاں چلتے ہیں تو اور جو کچھ دشمنوں کو مٹا
رہتا تو ہر ہر کام کے بدلے ان کا نیک عمل لکھا جاتا ہے
بیشک اللہ غلو میں ان سے اسلام کی خدمت کرنے
والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیا کرتا اور پھوٹا
یا بہت جو کچھ خدا کی راہ میں شریعت کرتے ہیں اور
جو میدان ان کو طے کرنے پڑتے ہیں یہ سب ان
کے نام لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال
کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

پھر ان اعمال معاشرت سے جو اعمال پیدا ہوتے ہیں ان کا ذکر فرمایا اور جہاد کا حکم دیا۔ اور

کتاب اللہ و کتاب الرسول میں بے شمار حکمیں پر جہاد کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی ذکر ہے کہ افضل تطوع اور بہترین نفل جہاد ہے، اور اسی بنا پر علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ جہاد، حج، عمرہ اور نفل روزوں سے بھی افضل ہے، جیسا کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول اس پر دلالت کرتی ہیں۔ تاآنکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِس اَمْرٍ اِسْلَامٌ هُوَ اَوْ اِسْكَامُهُ وَوَسْتُونَ
لَمَّا زَيْتٌ اِنْ سَبَّ سَبَّ بَهْتَرِيْنَ عَمَلِ جِهَادٍ هُوَ۔

رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعِبَادَةُ
الصَّلَاةِ وَذِرْوَةٌ سَنَامِهِ الْجِهَادُ۔
اور آپ کا ارشاد ہے۔

جنت میں سزا دہے ہیں اور دوزخوں
کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ آسمان
وزمین کے درمیان ہے۔ اور دوزخ اللہ تعالیٰ
نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کر
رکھے ہیں۔

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لِمَاءً دَرَجَاتٍ
مَا بَيْنَ الْمَرَجَةِ وَالْمَرَجَةِ كَمَا
بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَعَدَّهَا اللَّهُ
لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ۔
(متفق علیہ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں گرد
آلود ہونے۔ اس پر جہنم کی آگ حرام
ہے۔

مَنْ أَعْبَثَ قَدَمًا مَاءً فِي سَبِيلِي
اللَّهِ حَرَّمَ عَلَيَّ النَّارَ۔
(ردہ البخاری)

اور آپ کا ارشاد ہے۔

ایک رات دن خدا کی راہ میں گھوڑے باندھنا
ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ شب بیداری
سے بہتر ہے، اگر وہ اس حالت میں مر گیا اسے اس
کے عمل کا اجر ملتا ہے گا۔ اور اس کا رزق جاری
کر دیا جائیگا۔ اور فقروں سے پناہ ملے گی۔

رَبَّاطٌ يَوْمٌ وَيَكْفِي خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ
شَهْرٍ وَصِيَامٍ مِنْهُ وَإِنْ مَاتَ أُجْرِي
عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ وَ
أُجْرِي عَلَيْهِ بِرِزْقِهِ وَأَمَّنَ الْفَقْرَانَ۔
(ردہ مسلم)

اور آپ کا ارشاد ہے۔

جو آٹھ روزوں کے دنوں سے روئے۔ اور جو آٹھ
فی سبیل اللہ حرام است کرے اس کو دوزخ کی

لَأَتَّبِعَنَّهَا النَّارَ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ
خَشْيَةِ اللَّهِ۔ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ

اگ کبھی نہ چھوئے گی۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ - (قال الزندي حديث حسن)

اور مسند احمد میں ہے۔

ایک رات خدا کی راہ میں حراست کرنا
ہزار راتوں کی شب بیداری اور ہزار
روزوں سے بہتر ہے۔

حَدَّثَنَا سَبِيْلُ اللَّهِ
أَفْضَلُ مِنَ الْفَيْلَةِ يُقَامُ لَيْلُهَا
وَيُصَامُ نَهَارُهَا -

(رواه احمد في مسنده)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ہے۔

کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہا یا رسول اللہ مجھے ایسی چیز بتلائے جو
جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو، آپ نے فرمایا
تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، اس نے کہا بتلائے
تو سہی، آپ نے فرمایا کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ جب
مجاہد جہاد کیلئے نکلے، تم رونے سے رکھنا شروع کرو اور
انظار نہ کرو، اور رات کو تہجد گزارو، نانا نہ کرو،
اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا یہ عبادت جہاد
کے برابر ہو سکتی ہے۔

أَنَّ رَجُلًا - قَالَ - يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ - قَالَ تَسْتَطِيعُهُ - قَالَ أَخْبِرْنِي
قَالَ هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَيْهَا
أَنْ تَصُومَ لَا تَقْطُرَ وَتَقُومَ لَا تَقْضُرَ
قَالَ لَا - قَالَ نَدَى الْكَافِرُ الَّذِي يَعْدِلُ
الْجِهَادَ -

اور سنن میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ سِيَاحَةٌ وَسِيَاخَةٌ
ہر امت کی سیاحت و سیاحت ہوتی ہے۔ میری

امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

أُمَّتِي الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

یہ بات بہت وسیع ہے حقیقت جہاد۔ اعمال جہاد اور اس کے اجر و ثواب اور فضیلت
کے بارے میں جس قدر احادیث وارد ہیں، کسی چیز کسی عمل کے بارے میں وارد نہیں ہیں۔ غور و
عبرت کی جائے تو یہ ظاہر ہے، کیونکہ جہاد کا نفع مجاہد اور دوسروں کے لئے دین و دنیا میں عام
ہے۔ اور ہمہ قسم کی عبادات و طاعات ظاہرہ باطنہ مشتمل ہے۔ اس لئے کہ جہاد محبت الہی، اخلاص
توکل علی اللہ پر مشتمل ہے۔ اپنی جان و مالی خدا کے حوالہ کرنا ہے۔ صبر و زہد۔ ذکر خداوندی اور
ہمہ قسم کے اعمال اس کے اندر شامل ہیں۔ جہاد کے علاوہ دوسرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس میں

یہ تمام اعمال شامل ہوں۔

جو شخص اور جوامت جہاد کرتی ہے، دو قسم کی نیکیوں سے ہمیشہ بہرہ ور ہوتی ہے۔
 نصرت الہی۔ فتح و ظفر، یا شہادت پاکر جنت حاصل کر لیتے، اور پھر یہ کہ خلق اللہ کے لئے
 زندگی اور موت کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ جہاد میں دین و دنیا کی سعادت ہے، اور زندگی اور موت
 کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو جاتا ہے، ترک جہاد سے دنیا و آخرت کی سعادت سے یکسر
 محروم ہو جاتا ہے۔ یا ان میں نقصان پیدا ہو جاتا ہے، بعض لوگ شدید قسم کی ریاضت گتے
 ہیں دین و دنیا کے لئے اعمال شاقہ برداشت کرتے ہیں، باوجود اس کے ان سے منفعت
 کم حاصل ہوتی ہے۔ جہاد ایک ایسا عمل ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ نفع ہے اور اعمال شاقہ
 سے کہیں زیادہ اس میں منفعت ہے۔ کبھی کبھی انسان اپنی ترقی اور اصلاح کے لئے ایسے اعمال
 شاقہ کو گزرتا ہے کہ موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن شہید کی موت ہمہ قسم کی موت سے
 آسان اور سب سے بہتر ہے۔

حرب و قتال اور جنگ کا اصل مقصد مشروع جہاد ہے۔ اور جہاد کا مقصود اصلی یہ ہے
 کہ دین کھل کا کل خدا کا ہو جائے۔ اور کلمہ خداوندی بلند ہو۔ تو جو شخص اس جہاد سے روکے اس
 سے منع کرے یا اس میں مزاحمت پیدا کرے تو تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے اسے قتل کر
 دیا جائے۔ جو لوگ منع نہیں کرتے، مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ و قتال نہیں کرتے جو
 کسی طرح جہاد میں مزاحمت نہیں ہیں جیسے کہ عورتیں۔ بچے۔ راہب۔ شیخ کبیر۔ بوڑھے۔ اندھے
 لوے۔ لنگڑے۔ باہج وغیرہ تو جوہور کا یہ فتوے ہے کہ ایسے لوگوں کو قتل نہ کیا جائے، انہی لوگوں
 کو قتل کرنا واجب ہے جو قول و فعل سے مسلمانوں کے خلاف حرب و قتال اور جنگ کرتے
 ہیں۔ گو بعض تمام کو قتل کرنا مباح کہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں چونکہ وہ کافر ہیں اس لئے قتل
 کر دیا جائے، ہاں عورتوں، اور بچوں کو قتل کرنے سے روکتے ہیں کیونکہ یہ تو مسلمانوں کا مال ہے
 پہلا قول صحیح اور صواب اور ثواب ہے، کیونکہ جہاد یہی ہے۔ اور اسی کا نام ہے کہ جب ہم دین
 کی دعوت پیش کریں، دین کی اشاعت کریں۔ دین حق کو پھیلانا چاہیں تو وہ ہم سے لڑیں ہم
 کو روکیں اور تبلیغ و اشاعت کی راہ میں مزاحمت کریں جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ
 يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِلَيْهِمْ
 اور مسلمانو! جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی
 اللہ کی راہ میں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرنا

اللہ زیادتی کرنے والوں کو پند نہیں کرتا۔

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَابِينَ ۵ (بقرہ ۲۲)

اور سنن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک جگہ کچھ لوگوں کو جمع پایا اور ایک مقتولہ عورت کو دیکھا۔ آپ نے اس وقت فرمایا۔
 مَا كَانَتْ هَذِهِ لَتَقَاتِلَنَّ .
 اور آپ نے ایک شخص سے کہا۔

جاؤ جا کر خالد سے کہو، چھوٹی اولاد اور محنت مزدوری کرنے والے اور بے ضرر غلاموں کو، اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔

إِلْحَقْ خَالِدًا فَقَدْ لَهُ لَا تَقْتُلُوا ذُرِّيَّتَهُ وَلَا عَسِيفًا .

اور اسی سنن میں ہے آپ نے فرمایا۔

شیخ فانی کو قتل نہ کرو، اور نہ چھوٹے بچوں کو قتل کرو، نہ عورتوں کو۔

لَا تَقْتُلُوا شِيعَانًا فَإِنِّيَا وَلَا طِفْلًا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً

اور یہ اس لئے کہ قتال و جہاد مخلوق کی اصلاح اور فلاح و بہبود کے لئے مباح کیا گیا ہے قتل کی اجازت اس لئے دی گئی ہے کہ اس سے فلاح و بہبود متصور ہو۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور نینہ قتل سے بھی بہت بڑا اثر ہے۔

وَالْفَيْسُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط

یعنی قتل کرنا بھی شر و فساد ہے۔ تو گویا کسی کو قتل کرنا بھی شر و فساد ہے۔ مگر کفار کا شر و فساد اس سے بھی بڑھ کر ہے، اور بہت بڑا فتنہ ہے۔ پس جو شخص دین کی اشاعت، دین کی اقامت سے منع نہیں کرتا، ان کی مزاحمت نہیں کرتا تو اس کا کفر ایسی کے لئے مضر ہے، نہ مسلمانوں کے لئے۔

اسی لئے فقہائے نے کہا ہے اسی بدعات کی دعوت، دین اور اس کی نشر و اشاعت کرنا جو کتاب اللہ اور کتاب الرسول کے خلاف ہے۔ سزا سزا دین کی توہین ہے اور دعوت دینے والے اور اس کی نشر و اشاعت کرنے والے کو عقوبت و سزا دی جائے۔ خاموش رہنے والے کو وہ عقوبت و سزا نہ دی جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔

جب خفیہ طور پر گناہ کیا جائے تو گناہ کرنے والے کی کو نقصان کرنا ہے۔ لیکن جب کھلے طور پر کیا جائے اور اس پر انکار نہ کیا جائے۔ نو

إِنَّ الْخَطِيئَةَ إِذَا أُخْفِيَتْ كَوْنَتْ خَيْرًا
 إِلَّا صَاحِبَهَا وَلَكِنْ إِذَا ظَهَرَتْ فَكَلِمَةٌ
 تَنْكَرُ حَرَّتِ الْعَامَّةُ .

عام لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

اسی لئے شریعت نے کفار سے قتال و جنگ واجب کیا ہے۔ لیکن جو معذور ہے بس میں ان سے قتال و جنگ واجب نہیں کیا۔ بلکہ اگر کوئی خفیہ طور پر قتال وغیرہ کا مشورہ دیتا ہے۔ یا کشتی اور جہاز کی راہ بتلاتا ہے۔ یا یہ کہ مسلمانوں کو غلط راستہ بتلاتا ہے۔ یا اور کسی قسم کا کام کرتا ہے یا حیلہ بتلاتا ہے تو امام۔ والی حاکم کا فرض ہے صلح طریقہ اختیار کرے اور سوچ سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش کرے، اسے اس کام سے دور رہنے کی ہدایت کرے، یا قتل کر دیے، یا احسان کر کے چھوڑ دیوے، یا فدیہ لے کر چھوڑ دیوے، یا جان کی ضمانت لے کر لے رہا کر دیوے، جو بہتر معلوم ہو کرے، اکثر فقہاء کا یہی قول ہے کتاب و سنت بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں، اگرچہ بعض فقہاء اس پر احسان کرنے اور فدیہ لے کر چھوڑنے کو منسوخ مانتے ہیں۔

لیکن اہل کتاب اور مجوسیوں کا مسئلہ تو ان سے قتال و جنگ کی جائے، تا آنکہ وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ ادا کریں، ان کے سوا دوسرے لوگوں سے جزیہ لینے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے، مگر عام فقہاء عربوں سے جزیہ نہیں لیتے۔

جو طائفہ جو گروہ کہ اس کی نسبت اسلام کی طرف ہوتی ہے۔ اور مسلمان کہلاتے ہیں۔ لیکن بعض شریعت سے وہ ہند کرتے ہیں یا منع کرتے ہیں اور وہ شریعت ایسے ہیں جو ظاہر اور متواتر ہیں تو ان سے جہاد کرنا واجب ہے۔ اس پر تمام مسلمان متفق ہیں، ایسے لوگوں کے خلاف جہاد و قتال کرنا فرض ہے۔ تا آنکہ اللہ کا دین کُل کا کُل پھیل جائے۔ جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما صحابہ کرام نے، زکوٰۃ، زینتے والوں کے خلاف جہاد کیا۔ گو بعض صحابہ نے ابتداء میں اس سے اختلاف کیا لیکن بعد میں جا کر اس سے متفق ہو گئے تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے کہا۔

تم ان لوگوں سے جہاد و قتال کیسے کر سکتے ہو؟
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے علم
کیا گیا ہے میں لوگوں سے جنگ اس وقت تک کہوں
کہ وہ شہادت دیوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں
اور محمد اللہ کے رسول ہیں، جب شہادت سے دیں
تو اپنی جان و مال بچالیں گے مگر کسی حق کے ساتھ۔
اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

كَيْفَ تَقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ نَأَى
رَسُولُ اللَّهِ عَنِّي اللَّهُ عَلَيْهِ ذَسَّكَرَ
أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ فَإِذَا قَالُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي
وَمَا ظَهَرُوا وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا يَجْعَلُهَا وَجْهًا بَيْنَهُمْ
عَلَى اللَّهِ.

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔

فَاِنَّ الذِّكْرَاتِ مِنْ حَقِّهَا وَاللَّهِ
لَوْ مَعَّوْنِي عَنَّا قَاتَا كَا نُوَايُوذُ ذُرِّيَّتَا اِلٰى
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَعَاثَتْهُمْ عَلٰى مَنَعِهَا۔

حضرت عمرؓ بعد میں کہا کرتے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قتال و جنگ کے لئے شرح صدر فرمادیا تھا۔ اور میں اچھا طرح اب سمجھ چکا ہوں کہ یہ حق پر ہیں۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مختلف بہت سے طریقوں سے مروی ہے کہ آپ نے خوارج کے خلاف جہاد و جنگ کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ صحیحین کے اندر حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے۔

سَخَّرَ جَرَّ تَوْمِي فِي الْبَحْرِ الزَّمَانِ
أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ - سَفَهَاءُ الْأَخْلَاقِ -
يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ - لَا
يُجَادُوا إِلَيْنَا هُمْ حَنَا جَاهِدْهُمْ لِيُذَوُّوا
مِنَ الدِّينِ لَسَا يَهْرُقُ السَّهْمُ مِنَ
الدَّمِيَّةِ فَإِنَّمَا أَلْفَيْتُمُوهُمْ فَأَبْلَوْهُمْ
فَإِنِّي قَتَلْتُهُمْ أَجْرًا لِبَنِّ قَتَلْتُهُمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے۔

يَخْرُجُ تَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرُدُونَ
الْقُرْآنَ لَيْسَ يَدْرَأُ تَكْرًا إِلَى قِدَائِهِمْ
بِشَيْءٍ وَلَا حَمِيًّا وَكَرَّ إِلَى صَمِيَاءٍ هُمْ بِشَيْءٍ
يَقْرُدُونَ الْقُرْآنَ يَحْسَبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ
وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا يُجَاوِزُ دَرَأَهُمْ تَرَا قِيَامَهُ

میری امت میں ایک ایسی قوم نکلے گی جو قرآن پڑھتی ہے گی، لیکن ان کی قرأت کے مقابلہ میں تمہاری قرأت کوئی چیز نہیں اور ان کی نماز کے مقابلہ میں تمہاری نماز کوئی چیز نہیں، اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں تمہارے روزے کوئی چیز نہیں، قرآن

يُمَدُّ قَوْلَ مِنْ اِلْسَلَامِ كَمَا يُمَدُّ
اَللّٰهُمَّ مِنْ اَلذَّمِيَّةِ .

پڑھنے اور خیال کرینگے قرآن ان کیلئے دلیل ہے حالانکہ
قرآن ان کے خلاف ہوگا ان کی قرأت ان کی مہلتی کے
نیچے نہیں جائے گی۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے
جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔

تو اگر وہ عیش اور لشکر جن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ پہنچے کہ رسول خدا کی زبان
اقدس نے یہ فیصلہ کیا ہے، تو یقیناً اس پر عمل کریں گے۔
اور ابو سعید نے اوپر والی حدیث میں یہ جملے بھی روایت کئے ہیں۔

وہ اہل ایمان کو قتل کریں گے اور بت پرستوں
کو دعوت دیں گے۔ اگر میں ان کو پاؤں کا تو
تو م عادی کی طرح انہیں قتل کر دوں گا۔

يَقْتُلُونَ اَهْلَ الْاِيْمَانِ - وَ
يَدْعَوْنَ اَهْلَ الْاَدْوَانِ لِيَنْزِلُوْا عَلَيْهِمْ
لَا تَقْتُلُوْا مَنْ قَتَلَ عَادٍ - (مشفق علیہ)

اور سلم کی ایک روایت ہے

تَكَوْنُ اَهْلِيْ فِرْقَتَيْنِ فَتُخْرَجُ مِنْ
بَيْنِهِمَا هَا رِقَّةٌ يَحِيْثُ تَمَّتْ لَهْمَا اُوْدِي
الطَّائِفَتَيْنِ بِاِحْتٍ .

میری امت دو فرقوں میں بٹ جائے گی، ان
دونوں سے بے دین لوگ کھڑے ہو جائیں گے
نوجو لوگ حق پر ہوں گے وہ ان کو قتل کریں گے

یہ وہی لوگ تھے جن سے امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے جنگ کی تھی جبکہ عراقی لوگوں میں اور
شام کے لوگوں میں تفرقہ بازی ہوتی تھی، اور صحابہ کرامؓ نے ان کا نام حردیہ رکھا تھا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دونوں گروہ آپ کی امت سے علیحدہ ہیں اور صحابہ علیؑ
حق پر ہیں۔ آپ نے ان ساتیوں، بے دینوں کے سوا کسی سے جنگ کر نیکی تحریریں و تحریک نہیں
فرمائی۔ بلکہ انہی لوگوں کے مقابلہ میں جنگ و قتال کا حکم فرمایا جو اسلام سے خارج ہو گئے تھے،
اور جماعت اسلامی کو ترک کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کا خون اور مال اپنے لئے حلال و مباح کر لیا تھا۔

پس کتب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہو گیا کہ اس جماعت سے قتال و جنگ
کی جائے جو شریعت اسلام سے خارج ہوں۔ اگرچہ وہ کلمہ شہادت یعنی لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ
رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا زبان سے اقرار کریں۔

فقہاء کہتے ہیں اگر کوئی زبردست گروہ سنت و راہ کی مزاحمت کرے اور اسے ترک کرنے
پر کمر بستہ ہو جائے۔ مثلاً فجر کی دو سنتوں کا انکار کرے تو دونوں تولد کے مطابق ان سے قتال و جنگ

کی جائے۔ اور اگر واجبات اور محرمات ظاہرہ ناجزہ مستفیضہ سے انکار کرے تو بالاتفاق ان سے مقاتلہ کیا جائے، تا آنکہ وہ نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزوں اور حج بیت اللہ کا التزام کر لیں، اور محرمات مثلاً ہسٹوں سے نکاح کرنے، تہیث چیزوں کے کھانے، اور مسلمانوں پر حکم کرنے سے باز آجائیں، ایسے لوگوں سے قتال و جنگ واجب ہے۔ اور قتال و جنگ اس وقت واجب ہے جبکہ دعوت نبوی ان تک پہنچ جائے۔

لیکن جب مسلمانوں کے مقابلہ میں یہ لوگ جنگ کی ابتداء کریں۔ تو اس وقت انکا مقابلہ کرنا اور ان سے قتال و جنگ ضروری ہو جاتی ہے، عام فرض ہے کہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں۔ اور اس طرح مقابلہ کریں جس طرح کہ مسلمانوں پر زیادتی کرنے والوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً قطع الطریق وغیرہ اور ان سے بھی زیادہ ضروری اور واجب ہے کہ کفار اور طائفہ مغلغہ سے بعض شرائع الہیہ سے مزاحمت کریں جنگ و قتال واجب ہے، مثلاً زکوٰۃ نہ دینا اور خراج کا فتنہ وغیرہ تو ان سے مقابلہ اور قتال و جنگ کرنا واجب ہے۔

ابتداء جنگ میں مدافعتہ جنگ کی جائے۔ اور یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض مسلمان جنگ و قتال میں حصہ لیں گے تو باقی مسلمانوں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ اگرچہ فضیلت اسی میں ہے کہ اس جنگ میں شرکت کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

جن مسلمانوں کو کسی طرح کی معذوری نہیں اور وہ جہاد سے بیٹھ رہے، ان کی شرکت کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی یہ لوگ درجے میں برابر نہیں ہو سکتے۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَدًا أُولَى الضَّرَرِ الْآيَةُ
(نساء ع ۱۳)

لیکن اگر دشمن کا ارادہ مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کا ہے، اور ہجوم کر کے چڑھ دوڑے ہیں تو عام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی مدافعت کریں۔ مدافعت ان پر فرض ہو جاتی ہے جن پر حملہ کیا گیا ہے، ان پر فرض اس لئے ہے کہ ان پر حملہ ہوا ہے، اور دوسرے مسلمانوں پر اس لئے کہ اہل اسلام کی اعانت و امداد فرض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِنْ يَتَصَدَّكَوْهُ فِي الدِّيْنِ فَعَدِيْكُمْ
النَّصْرُ الْاَعْلٰى تَوْجِيْهُ بَيْنِكُمْ وَّبَيْنَهُمْ
هِيَ ثَابِتٌ (انفال ع ۱)

ہاں اگر دین کے باب میں تم سے مدد کے طالب ہوں تو تم کو انکی مدد کرنی لازم ہے، مگر اس قوم کے مقابلے میں نہیں کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

الْمُسْلِمُ يَنْصُرُ الْمُسْلِمَ
مسلمان مسلمان کی امداد کریں۔

مسلمانوں کی امداد ضروری ہے اس میں ان کو روزینہ ملے یا نہ ملے اگرچہ روزینہ دینا بہتر ہے۔ تمام مسلمان اپنی اپنی حیثیت کے مطابق جان و مال سے اعانت و امداد کریں۔ اور یہ اعانت امداد ان پر فرض ہے جس قسم کی سہولت ہو قلیل ہو یا کثیر، پیادہ جائے، یا سواری پر۔ بہر حال اعانت و امداد فرض ہے، جیسے کہ جنگ خندق کے وقت کہ جب کفار نے حملہ کیا تو سب مسلمانوں پر حسب امکان جہاد فرض ہو گیا تھا۔ کسی ایک کو بھی اس جہاد کے ترک کرنے کی اجازت نہیں تھی، جیسی کہ ترک جہاد کی اجازت ابتداء میں تھی کہ دشمنوں کی طلب میں نکلیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک قاعدہ دوسرے خالص نہ لڑنے والے اور لڑنے والے، بلکہ اس وقت بھی جن لوگوں نے عذر پیش کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ جانے کی درخواست کی تو خدا نے ان کی مذمت کی۔

يَقُولُونَ يَا بِيُّ نَمْنَا هَؤُلَاءِ وَقَا
پیغمبر سے گھر لوٹ جائیگی اجازت مانگے اور کہنے
كَمَا سَاءَ كَهْمُ غَيْرِ مَحْفُوظٍ مِثْلِ مَا لَكَ وَهْ غَيْرِ مَحْفُوظٍ
کہہا ہے گھر سے غیر محفوظ میں حالانکہ وہ غیر محفوظ ہیں
بلکہ ان کا اللہ تو صرف بھانگے ہی کا ہے۔ (احزاب ۴)

یہ جہاد قتال و جنگ دین اور حرمت و عورت اور جانوں کی مدافعت کے لئے ہے۔ اور یہ ہضمراری اور مجبوری کے سبب سے لڑنا پڑتی ہے۔ اور وہ قتال و جنگ اختیار ہے۔ دین و حدت کی زیادتی اور اضافہ اور اعلا کلمہ دین اور دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھانے رکھنا مقصود ہے کہ دشمن کسی وقت بھی سراونچا نہ کریں۔ جیسے غزوہ تبوک وغیرہ۔

تو یہ عقوبت و سزا اس جماعت ممتنعہ، اور طاقتور گروہ کے مقابلہ کے لئے ہے۔ لیکن اگر جماعت ممتنعہ اور طاقتور گروہ نہیں ہے، اکاؤنٹ و کاؤنٹ ہے تو اس کے لئے یہ عقوبت و سزا نہیں ہے، جیسے کہ اسلامی آباؤیوں میں ہوتا رہتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے امیر و حاکم کا فرض ہے کہ انہیں فرائض، واجبات سنن، دستجات کا پابند بنائے، اور مہانی اسلام، ضروریات دین، اصول اسلام پر عمل کرائے۔ اور اس کے لئے مجبور کیا جائے۔ اور معاملات کے بارے میں ادائے امانت، و فاء عہد الیفار وعدہ پر مجبور کیا جائے۔

پس جو لوگ نماز ترک کر دیں اور عورتیں عموماً بے نمازی ہوں تو انہیں حکم دیا جائے کہ وہ

نماز پڑھیں۔ جو نماز نہ پڑھے اسے عقوبت و سزا دی جائے تاکہ وہ نماز پڑھنے لگ جائیں اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اکثر علماء کہتے ہیں ایسے بے نمازی کو قتل کر دیا جائے۔ پہلے ایسے بے نمازیوں کو توبہ کرنے کا حکم دیوے، اور حکم دیوے کہ نماز پڑھا کریں۔ اگر توبہ کر لیوں نماز پڑھنے لگ جائیں تو بہا ورنہ قتل کر دئے جائیں۔

اب انہیں قتل کیا جائے تو کس گناہ کی بنا پر؟ آیا وہ نماز نہ پڑھنے سے کافر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے۔ یا مرتد یا فاسق ہو جاتے ہیں اس لئے؛ تو امام احمدؒ وغیرہ کے مذہب کے رو سے دو قول مشہور ہیں۔ ایک قول کی رو سے وہ کافر ہو جاتے ہیں اس لئے۔ دوسرے قول کے مطابق فاسق ہیں اس لئے۔ اور اکثر سلف سے جو منقول ہے وہ اسی کے متقاضی ہیں کہ وہ کافر ہو جاتے ہیں اس لئے ان کا قتل کرنا واجب ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ فرض و وجوب کا اقرار کریں اور نماز نہ پڑھیں۔ لیکن ایسا شخص کہ نماز کے فرض و وجوب کا انکار کرتا ہے تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔ بلکہ چھوٹے بچوں کے والیوں پر واجب ہے کہ اپنے چھوٹے بچوں کو جبکہ وہ سات سال کے ہو جائیں نماز پڑھنے کا حکم کریں۔ جب دس سال کے ہو جائیں تو مار مار کر نماز پڑھائیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

بچے جب سات برس کے ہوں تو ان کو نماز
مُدَّهْرٌ بِالصَّلَاةِ سَبَّحْ -
پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو
وَاصِرٌ بُوْهُرٌ عَلَيْهِمَا بَعْشَرٌ - وَقَدْ خَوَا
جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر مارا کرو اور ان کو
بَيِّنَةٌ فِي الْمَضَاجِعِ -
علیحدہ سلاؤ۔

اسی طرح بچوں کو ضروریات نماز۔ طہارت واجبہ سکھانا بھی ضروری ہے، اور ضروریات نماز میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں مسلمانوں کی مسجدیں آباد کریں۔ ان کے امام وغیرہ مقرر کریں اور انہیں حکم کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھا کریں۔ اور ایسی نماز پڑھا لیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ -
تم ایسی نماز پڑھو جیسی میں پڑھا
کرتا ہوں۔
(رواہ البخاری)

ایک مرتبہ آپ نے اپنے صحابہؓ کو لے کر منبر کی ایک جانب نماز پڑھا ئی۔
اور پھر فرمایا:-

إِنَّمَا فَعَلْتُ هَذَا لِتَأْتِيُوا
بِحِيٍّ وَلِتَعْلَمُوا صَلَاتِي
میں نے یہ اس لئے کیا کہ تم میری اقتداء کرو
اور تم میری نماز سیکھ لو۔

اور امام پر فرض ہے کہ نماز وغیرہ پر پوری نظر رکھے۔ کہ ان کی نماز میں کسی قسم کا نقصان متصور نہ ہو۔ بلکہ امام پر لازم ہے کہ نماز کا مل طور پر پڑھائے، جیسے منفرد پڑھتا ہے اس طرح نہ پڑھائے کہ منفرد و بوجہ عذر اقتصار بھی کر سکتا ہے، امام کا فرض ہے کہ وہ نمازیوں کی تمام ضروریات پر نگاہ رکھے۔

یہی حکم امام حج کا ہے۔ کہ تمام حاجیوں کی ضروریات پر نظر رکھے۔ اور انہیں حج کی ضروریات سکھائے۔ امیر شکر کے لئے ضروری ہے کہ وہ لشکریوں پر پوری پوری نگاہ رکھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وکیل مال اور ولی بیع و شرا، پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے موکل اور ولی بنانے والے کے مال کی نگرانی اور اس میں تصرف کس طرح کرتا ہے۔ اور جو اصل طریقہ ہوتا ہے وہ اختیار کرتا ہے۔ تا آنکہ اپنا مال بھی کچھ ضائع ہو جائے۔ تو پرواہ نہیں کرتا، لیکن اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے، تو یہ تو دین کا معاملہ ہے جو نہایت اہم ہے۔ اور اس معنی کی وضاحت فقہار نے کی ہے۔ جب والیان امر والیان ملک لوگوں کے دین کی اصلاح کریں گے تو دونوں گروہ کا دین اور دنیا درست ہو جائیگا۔ امیر و والی اور رعایا دونوں فلاح و بہبود کو پہنچیں گے۔ ورنہ معاملہ مضطرب ہو جائے گا، اور ان کو حکومت کرنا دشوار ہو جائے گی، اور ان تمام باتوں کا ما حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ رعیت کے لئے حسن نیت اور دین کے لئے اخلاص درکار ہے۔ کہ دین خداوندی ترقی کرے، اور خدا پر توکل و بھروسہ رکھے۔ کیونکہ اخلاص و توکل ہی دو چیزیں ایسی ہیں جن پر خواص و عوام کی اصلاح و بہبود موقوف ہے۔ جیسا کہ ہمیں حکم ہوا ہے کہ ہم اپنی نماز میں یہ پڑھا کریں۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

ان دو کلموں کے متعلق کہا گیا ہے، تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ ان جملوں میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جب مَالِكٌ يَوْمَ الدِّينِ وَإِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۱﴾ فاتحہ

روز جزا کا حاکم ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

پڑھنے میں تو لوگوں کے سر اپنے کندھوں پر مل جاتے ہیں۔ اور خدا نے قرآن میں بہت سخی
جگہ اس معنی کو ادا کیا ہے۔ مثلاً فرمایا:-

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ط

(ہود ع ۱۰)

تو اسی کی عبادت کرو، اور اسی پر
بھروسہ رکھو

اور فرمایا:-

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۵

(ہود ع ۸)

میں تو اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ اور
اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحیحہ کو ذبح کرنے کو فرماتے:-

لے اللہ شرمناک! اَلَيْسَ
لے اللہ! یہ تیری جانب سے اور تیرے
لئے ہے۔

اور سب سے زیادہ سب سے بڑی اعانت و امداد جو ولی الامر، اور حاکم اور رعایا
کو ملتی ہے وہ ان تین امور سے ملتی ہے، ایک اخلاص اللہ، اس پر توکل، اور دعا، اور اس
کی محافظت نماز میں قلب و جسم کی محافظت سے ہوتی ہے۔

دوسرا یہ کہ مخلوق پر احسان کہ وہ اپنے مال سے لوگوں کو نفع پہنچائے، اور وہ نیکوۃ
و صدقات اور تحریات سے جس سے نفع پہنچایا جاسکتا ہے۔

تیسرا امر یہ ہے کہ مخلوق کی ایذا اور تکلیف پر صبر کرے، صبر سے کام لے لے، اور
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نماز اور صبر کو جمع کر دیا ہے۔ فرماتا ہے:-

اور صبر اور نماز کا سہارا لکھو۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَ

الصَّالِحَاتِ (بقرہ ع ۵)

اور فرماتا ہے:-

وَآتِمُوا الصَّلَاةَ طَرَفِي الْبَارِ

وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ

يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ هَذَا لِك

ذِكْرِي لِمَذَّكِرِينَ ه وَاصْبِرْ

نَارَ اللَّهِ لَا يُضِيعُ أَجْرَكَ

اور دن کے دونوں سرے صبح و شام
اور اوائل شب نماز پڑھا کرو، کیونکہ نیکیاں
گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ جو لوگ ذکر
کرنے والے ہیں ان کے حق میں یہ یاد دہانی
ہے اور عبادت کی تکلیف برداشت کرو

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (ہود ع ۱۰)

کیونکہ اللہ نیکو لوگوں کے ایک صانع نہیں بننے دیتا

اور فرماتا ہے :-

فَأَصْبَحُ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحَ
يَحْمَدُكَ رَبُّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوبِهَا (طہ ع ۸)

تو جیسی باتیں یہ کہتے ہیں، ان پر صبر کرو۔ اور
آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے
پہلے اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح
کیا کرو۔

اور فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ
صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ فَتَسْمِعُ يَحْمَدُ
رَبُّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ (تجرع - ۶)

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ کافر جیسی جیسی باتیں
کہتے ہیں، ان کی جو سر سے تم تنگ دل ہوتے ہو
تو تم اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ اس
کی تسبیح کرو۔ اور اس کی جناب میں سجدے کرو۔

اور نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ قرآن مجید میں بہت سی جگہ بیان کیا ہے، نماز، زکوٰۃ،
اور صبر سے بلائی اور رعایا۔ امیر و غریب دونوں کی اصلاح ہوتی ہے، جب ایک انسان
اس معنی کو سمجھ لیوے، اور جامع ترین اسماء خداوندی کو سمجھ لیوے، اور سمجھ کر نماز پڑھے۔ اور
ذکر خداوندی میں مشغول ہو جائے۔ دعا کرے۔ اللہ کے قرآن اللہ کی کتاب کی تلووت کرے
اور اخلاص دین۔ اور توکل علی اللہ کے ساتھ نماز پڑھے۔ اور زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ
مخلوق خدا پر احسان کرے، مظلوم کی نصرت و امداد کرے، غریب مصیبت زدہ لوگوں
کی امانت کرے، اور محتاجوں کی حاجتیں پوری کرے، صحیحین کے اندر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے مروی ہے۔

كُلُّ مَعْرُوبٍ صَدَقَةٌ۔ ہر اچھی بات صدقہ ہے

معروف میں ہر قسم کا احسان داخل ہے۔ کھلی پیشانی پیش آنا۔ کلمہ طیبہ۔ اچھی بات
کہنا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ صحیحین کے اندر حضرت علی بن حاتمؓ سے روایت ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيِّئَةٌ
رُبَّهٖ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حَاجِبٌ
تم میں سے ہر ایک اپنے پروردگار سے بات
کرے گا، اور پروردگار اور اس کے درمیان نہ

کوئی حاجب ہو گا نہ ترجمان۔ یہ اپنے داپنے
دیکھے گا تو اسے وہی چیز نظر آئے گی جو اس نے
پہلے بھیجی ہے اور بائیں جانب دیکھے گا تو وہی
چیز نظر آئے گی جو اس نے پہلے بھیجے آگے
دیکھے گا تو اسے آگ کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا
پس جو شخص تم میں سے چاہے کہ آگ سے بچ
جائے تو صدمہ وغیرات کرے، اگر چہ کھجور کا
ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی یہ بھی نہ پائے
تو اچھا بات کرے اور جہنم کی آگ اپنے اوپر
ٹھنڈی کر لیوے۔

وَلَا تَرْتَجِبَنَّ فَیَنْظُرَا یَمَنَ مِنْهُ فَلَا
یَرَى إِلَّا شَیْئًا قَدَمَهُ وَیَنْظُرُ
أَشَأْمَ مِنْهُ فَلَا یَرَى إِلَّا شَیْئًا
قَدَمَهُ فَيَنْظُرُ أَمَامَهُ فَتَسْتَقْبِلُ
النَّارَ۔ فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ
یَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ فَلِیَفْعَلْ
فَإِنَّ كَرْمِیْحًا فَبِكَلِمَةٍ طَلَبَتْ۔

اور سنن کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:-

تم معروف اور احسان کو حقیر مت سمجھو
اگر چہ تم اپنے بھائی سے کھلی پیشانی ملاقات کرو
اور اگر چہ تم اپنے ڈول سے پانی پینے والے کے
برتن میں پانی ڈال دو۔

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمُحْسِنِ شَیْئًا
وَلَوْ أَنَّ تَلَقَىٰ أَخَاكَ وَوَجَّهَكَ إِلَيْهِ
مُنْبَسِطًا وَلَوْ أَنَّ تَفَرَّغَ مِنْ دَلْوِكَ
فِي إِنَاءِ الْمُسْتَسْقَىٰ۔

اور سنن کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

بھاری سے بھاری ذرئی چیر، جو میزان میں
رکھی جائے گی اچھے اخلاق ہوں گے۔

أَنَّ أَثْقَلَ مَا یُوضَعُ فِي
الْمِيزَانِ الْمُخْلِطِ الْحَسَنُ۔

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ ام سلمہ سے فرمایا:-

اے ام سلمہ! حسن خلق دنیا اور آخرت
کی بھلائی ساتھ لے گیا۔

يَا أُمَّ سَلَمَةَ ذَهَبَ حَسَنُ
الْمَخْلُوقِ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

صبر میں لوگوں کی تکالیف و ایذا برداشت کرنا، غصہ کو پی جانا، لوگوں کو معاف کر
دینا، اور خواہشات نفس کی مخالفت کرنا۔ اور شر اور فخر و غرور ترک کرنا وغیرہ داخل
میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی چکھائیں

وَلَنْ نَّأَذُّنَا الْإِنْسَانَ مِمَّا

پھر اس کو اس سے چھین لیں تو وہ ناامید ہو جائے
والا نا شکر ہے، اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچی
ہو، اور اس کے بعد ہم اس کو آرام چکھائیں تو
کہنے لگتے کہ مجھ سے سب سختیاں دو ہو گئیں
کیونکہ وہ بہت ہی خوش ہو جانے والا شیخی خور
ہے، مگر جو لوگ صبر اور نیک عمل کرتے
ہیں، یہی ہیں جن کے لئے بخشش اور بڑا
اجر ہے۔

(ہرود ع ۲)

اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا:-

اور نیک اور بدی برابر نہیں ہو سکتی، برائی
کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو کہ وہ بہت ہی
اچھا ہو، تو تم میں اور کسی شخص میں عداوت
تھی تو اب ایک دم سے گویا وہ دل سوز دوست
ہو جائیگا، اور حسن مدارات کی توفیق ان ہی کو
دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں، اور یہ ان ہی کو
دی جاتی ہے جن کے بڑے نصیب ہیں اور اگر
تم کو کسی طرح کا شیطانی وسوسہ گدگدائے
تو خدا سے پناہ مانگ لیا کرو کہ وہی سب
کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

وَلَا تَسْأَلُوا الْحَسَنَةَ وَلَا
السَّيِّئَةَ إِذْ فَرَّ بِالْبَيْتِ هِيَ أَحْسَنُ
فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ
كَأَنَّكَ وَبِئْسَ مَا يُلْقَاهَا
إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقَاهَا
إِلَّا دُوحًا عَظِيمًا وَمَا يَنْزِعُكَ
مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ
بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(حم سجدہ ع ۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، اس
پر جو معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب
اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظلم
کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ
مِّثْلُهَا وَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ
عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ

(شوری ع ۴)

حسن بصری ج کہتے ہیں:-

قیامت کے دن عرش کے نیچے سے فرشتے پکاریں گے کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کا اجر و ثواب واجب ہو گیا ہے۔ تو کوئی کھرانہ ہوگا سوائے اس کے کہ جس نے معاف کیا اور اصلاح کی ہے۔

إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ مِّنْ بَطْنِ الْعَرْشِ أَلَا لِيَقْرَأَنَّ مَنْ رَجَبَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ فَلَا يَقُومُ إِلَّا مَنُ عَفَا وَأُحْلَىٰ.

رعایا کے ساتھ نیک نیتی کے معنی نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ وہ احسان کیا جائے جو ان کی خواہش ہو۔ اور وہ چھوڑ دیا جائے جس کو وہ مکروہ سمجھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اور اگر حق ان کی خواہش کے مطابق ہوا کرتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے درہم و برہم ہو گیا ہوتا۔

وَلَوْ أَتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَ عِبَادِهِ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ (مؤمنون ع ۴)

اور صحابہ کرام سے خدا خطاب کرتا ہے۔

اور جانے رہو کہ تم میں رسول خدا موجود ہیں بہتیری باتیں ہیں اگر وہ ان میں تمہارا کہنا مان لیا کریں تو تم ہی پر مشکل پڑ جائے۔

وَأَعْلَمُوا أَن فِيكُمْ رَسُولٌ اللَّهُ لِيُطِيعَكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَلَّكُمْ (حجرات ع ۱)

احسان یہ ہے کہ دین و دنیا میں جو ان کے لئے مفید ہو وہ کیا جائے۔ اگرچہ وہ اسے مکروہ اور برا ہی کیوں نہ سمجھیں، لیکن امیر و والی کا فرض ہے جسے وہ مکروہ سمجھتے ہوں، اور ان کیلئے مفید ہے تو رفق و نرمی کا سلوک کر کے ان کو منولئے، جیسا کہ صحیحین کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا :-

جب کسی چیز میں رفق و نرمی کی جائے تو وہ خیر و نرمی لاتی ہے، اور جب کسی چیز میں سختی کی جائے تو وہ برائی لاتی ہے۔

مَا كَانَ الرَّفْقُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَةً. وَلَا كَانَ الْعَنْفُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَةً.

اور آپ نے فرمایا :-

بے شک اللہ تعالیٰ رفق ہے، رفق کو پسند فرماتا ہے، اور رفق و نرمی کرنے والے کو

إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرَّفْقِ مَا لَا يُعْطَىٰ عَلَى الْعَنْفِ.

وہ کچھ دیتا ہے جو ترش رو کو نہیں دیتا۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: "میں ارادہ کرتا ہوں کہ ان کو ایک مرتبہ حق نکال دوں، لیکن میں ڈرتا ہوں کہ وہ اس سے نفرت کریں گے تو میں صبر کر جاتا ہوں تا آنکہ میٹھی دنیا میرے پاس آجائے تو میں ان کو ساتھ ہی ساتھ ان کا حق دے دوں۔ اگر اس سے نفرت کریں تو دوسری چیز سے ان کو سکون و اطمینان حاصل ہو جائے۔"

یہی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ جب کوئی شخص حاجت لے کر آتا تو اس کی حاجت پوری فرما دیتے، یا آسان، خوش کن جواب دے دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کے قرائندار نے منوئی اوقات بننے کی خواہش کی اور کہا اس میں سے کچھ روزینہ مقرر کر دیا جائے، تو آپ نے فرمایا:۔

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَجِدُ بِمُحْتَسِبٍ
صدقہ محمد اور ان کی آل کے لئے جائز
وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ۔
نہیں ہے۔

اور آپ نے صدقہ سے بالکل منع فرما دیا۔ اور نے کے مال میں سے کچھ دے دیا۔ ایک مرتبہ حضرت حمزہ کی لڑکی کی پرورش کے لئے تین دعویدار کھڑے ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا رشتہ بنا کر کہا کہ حق پرورش مجھے پہنچتا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنا رشتہ بنا کر کہا حق پرورش مجھے پہنچتا ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنا رشتہ بنا کر کہا حق پرورش مجھے حاصل ہے، لیکن آپ نے کسی کے حق میں بھی فیصلہ نہیں دیا۔ اور لڑکی کی خالہ کو دے دیا، کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے، اور یہ ایک کو کلمہ حسنا بھی باتوں سے خوش کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا:۔

أَنْتَ مِثِّي وَأَنَا مِنْكَ۔
تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا:۔
أَشْبَهْتِ خَلْقِي وَخَلَقِي۔
تم میرے خلق اور اخلاق کے مشابہ ہو۔

اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا:۔
أَنْتَ آخُونَا وَهَوْلَانَا۔
تم ہمارے بھائی ہو، ہمارے مولیٰ ہو۔

ولی الامر اور حاکم کو تقسیم مال اور دوسرے احکام دینے میں ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ لوگ ہمیشہ ولی الامر، اور حاکم سے ایسی ایسی چیزیں مانگتے رہتے ہیں جو ان کو نہیں دی جا

سکتیں، مثلاً ولایت و حکومت، مال یا منافع مال، اور حدود وغیرہ میں سفارش وغیرہ پویا کرنا، اور یہ سوال ان کا پورا نہیں کیا جاسکتا۔ تو ان کو دوسرے طریقے سے دوسری چیز سے خوش رکھنا چاہئے، یا رفق و نرمی اور نرم گفتاری خوش اخلاقی سے خوش رکھنا چاہئے، اور غفلت و سستی نہیں کرنی چاہئے جب تک کہ اس کی ضرورت نہ ہو، کیونکہ سال کے سوال کو متروک کرنا اسے سخت تکلیف دہ ہوتا ہے، خصوصاً ایسے لوگ کہ جن کی تالیف قلوب ضروری ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اور نہ سائل کو چھڑا کر دو۔

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ

(ضحیٰ ع ۱)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور رشتہ دار اور غریب اور سا فرم ایک کو اسکا حق پہنچاتے رہو، اور بے جہالت اڑو..... اور اگر تم کو اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار میں جس کی تم کو توقع ہو ان غریبوں سے منہ پھیرنا پڑے تو نرمی سے ان کو سمجھا دو۔

وَأَبِئْتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تَبْذُرْ بِنَاءَهُ
الْأَقْرَبَ - وَإِذَا مَا تَعْرَضْنَ عَنْهُمْ
فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۵۱

(بخاری اسرائیل ع ۳)

تو جب کسی شخص کو اس کی طلب و مانگ کے خلاف حکم دیا جاتا ہے اسے تکلیف ہوتی ہے، ایسے موقع پر قول و عمل سے اسے خوش رکھنا کامل ترین سیاست ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ حکیم ڈاکٹر کسی کو مکر وہ اور کڑوی دوا دیوے، اور پھر اسے ایسی چیز دیوے جو اس کا نعم البدل ہو جائے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف سے بھیجا تو ان کو کہا گیا
فَقُولْ لِي مَا أَعَلَيْتَ نَارًا
چہر اس سے نرمی سے بات کرو شاید وہ سمجھ جائے یا ہمکے عتاب سے ڈرے۔

أُوَيْسِيُّ ۵ (طہ ع ۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل (رض) اور حضرت ابو موسیٰ

اشعری (رض) کو مین کی طرف بھیجا تھا۔

فرمایا:-

يُنِيرًا وَلَا تُعْمِرًا وَبَشِيرًا وَلَا نَذِيرًا
 نُوْخًا رَکْهًا مُتَنَفِّرًا كَرْنَا، بَاهِمٍ اِيكٍ دوسرے
 كِي مَطَاوَعَتِ كَرْنَا، اِخْتِلَافِ نَذَرْنَا۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مسجد کے اندر پیشاب کر دیا، صحابہ کھڑے ہو گئے، اور اُسے
 ڈانٹنے لگے، آپ نے فرمایا:-

لَا تَذَرُمُوهُ عَلَيَّ بَوْلًا۔

اس کا پیشاب بند نہ کرو۔
 اس کے بعد آپ نے پانی کا ڈول منگو کر پیشاب پر بہا دیا۔ اور پھر صحابہؓ کو فرمایا:-
 اِنَّمَا بُجِنْتُمْ مَيْسِرِيْنَ وَنَحْرُ
 خدائے تمہیں آسانی دے کر بھیجا ہے،
 سُنِّي كَرْنِي كُوْنِيْهِ بِيْحًا۔
 ذیہ اور اوپر والی حدیث
 صحیحین کے اندر ہے)

اس سیاست کی ضرورت انسان کو اپنے لئے، اپنے گھر کے لئے، اور دنی الامر کو
 رعایا کی نگہداشت کے لئے ضروری ہے، کیونکہ نفس انسانی کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ
 حق بات جلدی قبول نہیں کرتا، جب تک کہ اس کو حظوظ اور خوش کن اور ضروری چیزوں
 سے خوش نہ کیا جائے، اور اس کی احتیاج و ضرورت پوری نہ کی جائیں، تو ان کے ساتھ حسن
 سلوک اور بھلی باتیں کرنا بھی عبادت الہی میں داخل ہے، اور یہ امور بھی طاعت خداوندی
 ہے، بشرطیکہ نیت نیک ہو، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کھانا، پینا، لباس اور کپڑے
 انسان کے لئے واجب اور ضروری ہیں، یہاں تک کہ بحالت اضطرار مردار کھانا بھی اس کے
 لئے جائز ہے، بلکہ واجب ہے، اور عام علماء کرام کا اس پر فتویٰ ہے، اگر اس نے حالت
 اضطراری میں نہیں کھایا اور وہ مر گیا تو دوزخی ہو گا۔ کیونکہ عام عبادتیں اس کے بغیر ادا
 نہیں ہوتیں، اور جس چیز کے بغیر واجب انجام نہ پائے اس کا کمرہ نا واجب ہوتا ہے، اور
 اسی لئے انسان پر اپنی جان اپنے اہل و عیال کا نفقہ دوسروں کے مقابلہ میں پہلے سے جیسا کہ
 سنن کے اندر حضرت ابوہریرہ رضی عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:-
 تَصَدَّقُوا۔
 صدقہ دیا کرو۔

ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک دینار ہے
 آپ نے فرمایا:-

تَصَدَّقْ عَلَى نَفْسِكَ - اپنی جان پر صدقہ کرو۔

اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا:-

تَصَدَّقْ بِهٖ عَلَى ذَوْجَتِكَ - اسے اپنی بی بی پر خرچ کرو۔

اس نے کہا میرے پاس تیسرا دینار بھی ہے، آپ نے فرمایا:-

تَصَدَّقْ بِهٖ عَلَى وَلَدِكَ - اسے اپنے لڑکے پر خرچ کرو۔

اس نے کہا چوتھا دینار بھی میرے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا:-

تَصَدَّقْ عَلَى خَادِمِكَ - اپنے خادم پر اسے خرچ کرو۔

اس نے کہا پانچواں دینار بھی میرے پاس ہے، آپ نے فرمایا:-

أَنْتَ الْبَصَرُ بِهِ - تم اسے خوب جانتے ہو کہ کہاں خرچ کرنا چاہئے۔

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ایک دینار تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اور

ایک دینار غلام آزاد کرنے میں خرچ کرو،

ایک دینار تم مسکین کو دو، ایک دینار اپنے اہل

عیال پر خرچ کرو، سب سے بڑا اجر اس

میں ہے، جو تم اپنے اہل و عیال پر خرچ

کرو۔

دِينَارًا لِنَفْسِكَ فِي سَبِيلِ

اللَّهِ، وَدِينَارًا لِنَفْسِكَ فِي رَقَبَةٍ

وَ دِينَارًا لِنَفْسِكَ عَلَى مَسْكِينٍ،

وَ دِينَارًا لِنَفْسِكَ عَلَى أَهْلِكَ -

أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ

عَلَى أَهْلِكَ .. (رواہ مسلم)

اور صحیح مسلم کے اندر ابی امامہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

نے فرمایا:-

اے ابن آدم! غنیمت حاصل کرو خرچ کرنا تمہارے

لئے بہتر ہے، روکے رکھنے سے، اور کفالت پر

ملاحت نہیں کی جائیگی، جبکی عیال داری کر رہے ہو،

اسکے لئے خرچ کرو، اور اوپر کا ہاتھ دینے والا)

نیچے کے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔

ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ تُبْذَلُ

الْفُضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ تَمْسِكُ

نَشْرُ لَكَ وَلَا تَلَامُ عَلَى كِفَايَةٍ - وَ

أَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ - وَالْيَدُ الْعُلْيَا

خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى -

اور یہی تاویل و تفسیر اللہ تعالیٰ کے اس قول کی ہے،
 وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا آتَيْنَاهُمُونَ ۗ قُلِ الْحَقُّوۗا (بقرہ ۲۴۷)
 اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ تمنا خیر
 کریں، تو سمجھا دو تمنا تمہاری حاجت سے
 زیادہ ہو۔

عفو کے معنی فضل کے ہیں کہ مال فاضل ہو، اس لئے کہ اپنی جان، اور اپنے اصل و
 عیال کا نفع فرض عین ہے، بخلاف جہاد فی سبیل اللہ اور غزوات میں خرچ کرنا، اور
 مساکین کو دینا یہ فرض کفایہ ہے، یا مستحب، البتہ کبھی کبھی فرض عین بھی ہو جاتا ہے، اور یہ اس
 وقت جبکہ کوئی دوسرا دینے والا نہ ہو، کیونکہ بھوکے کو کھانا کھلانا فرض عین ہے۔ اور اسی
 بنا پر حدیث میں وارد ہے،

لَوْ صَدَقَ السَّائِلُ لَمَّا أَفْلَحَ
 اگر سائل بچا ہے تو اسے روک کر نہ والا
 ہن ذکا۔ (رواہ الامام احمد)
 فلاح کو نہیں پہنچے گا۔

اور ابو حاتم ابستی نے اپنی صحیح کے اندر ایک طویل حدیث روایت کی ہے، جس
 میں علم و حکمت کی بہت سی باتیں ہیں، آل داؤد علیہ السلام کی ایک حکمت یہ بھی ہے
 کہ عقلمن پر یہ حق ہے کہ اپنے اوقات کو چارہ حصوں میں تقسیم کرے۔ ایک گھڑی اپنے
 پروردگار کے حضور میں مناجات، دعا کرے، اور ذکر و فکر میں صرف کرے، ایک گھڑی
 اپنے نفس اپنی جان کا محاسبہ کرے، ایک گھڑی دوست و احباب سے مل بیٹھے جو اس کو
 اس کے عیوب سے باخبر کریں، اور ایک گھڑی حلال و حلال لذتوں سے بہرہ ور ہو، کیونکہ
 اس گھڑی سے دوسری گھڑیوں کو مدد ملا کر لی ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مباح اور اچھی جائز لذتوں میں وقت خرچ کرنا
 بھی ضروری ہے، اس سے دوسری ساعتوں کو تقویت پہنچتی ہے، اور اسی لئے فقہانے
 کہا ہے، دین و مروت کی اصلاح و بہبودی عدالت ہے۔

اور حضرت ابو الدرداءؓ کہا کرتے تھے۔ "میں کبھی کبھی باطل سے اپنی جان کو خوش
 کر لیا کرتا ہوں۔ تاکہ حق کے لئے مجھے مدد ملے۔"

اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے لذتیں، شہوتیں اسی لئے پیدا کی ہیں کہ مخلوق کی مصلحتیں ان
 سے پوری ہوتی ہیں۔ اور اس سے اپنے فوائد منافع حاصل کر لیا کرتے ہیں۔ مثلاً غضب و

غصہ کو اس لئے پیدا کیا کہ اس کے ذریعہ ضرر رساں اور تکلیف دہ چیزوں کی ممانعت ہو سکے اور شہوتیں وہی حرام کیں جو ہمارے لئے مہترت رساں ہیں۔ لیکن وہ مباح اور جائز شہوات جن کے ذریعہ حق پر چلنے کی استطاعت ملتی ہو، تو ایسی شہوات اعمال صالحہ نیک کام ہوں گے۔ اور اس لئے صحیح حدیث کے اندر مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ۔
نبی بی سے خلوت کرنا بھی صدقہ ہے؛

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اپنی شہوت پوری کی جائے اس میں بھی اجر و ثواب ہے؟

آپ نے فرمایا۔

أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَذَائِرِ
أَمَا كَانَ عَلَيْهِ وَزْرًا؟
اگر وہ حرام میں خرچ کرتا تو اس پر
گناہ نہ ہوتا؟

صحابہ نے کہا ہاں کیوں نہیں، آپ نے فرمایا۔

فَلِمَ تَحْسَبُونَ يَا حَذَائِرِ وَلَا
تَحْسَبُونَ يَا حَلَالِ؟
حرام کا تو حساب لگاتے ہو اور حلال
کا حساب نہیں لگاتے۔

اور صحیحین کے اندر حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:-

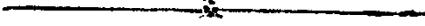
إِنَّكَ لَنْ تَنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي
بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَرَدْتَ بِهَا وَجْهَ
وَرِثَةً حَتَّىٰ أَلْقَمْتَ تَضَعُهَا فِي
فَمِرَامٍ تَلِكْ۔
تم اللہ کی رضا مندی میں خرچ کرتے ہو
اس سے تمہارا دھبہ بڑھتا ہے۔ رفعت و
بلندی حاصل ہوتی ہے۔ تا آنکہ تم اپنی بی بی
کے مز میں لقمہ رکھ دو تو یہ بھی کارِ ثواب ہے۔

اور اس بارے میں آثار بے شمار ہیں، اگر مومن نیت صالح رکھ کر اپنے اعمال و افعال انجام دیوے، تو ہر وقت ہر کام سے بڑے سے بڑا اجر و ثواب حاصل کر سکتا ہے، اور صالح اعمال و افعال جو مباح ہیں ان کے قلوب کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اور منافق کے لئے فساد قلب، فساد نیت کا موجب ہوتے ہیں، اور اس کو عقاب و سزا اس کے اعمال و افعال ہی سے ملتی ہے، اس کی عبادتیں ریاکارانہ ہوتی ہیں جو بجائے فائدہ کے اس کو نقصان

پہنچاتی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کے اندر ہے، آپ نے فرمایا:-

أَلَا لِي الْجَسَدِ مُضَغَةً إِذَا
 صَلَّيْتُ صَلَّيْتُ لَهَا سَائِدًا الْجَسَدِ
 وَإِذَا قَسَدْتُ فَسَدَّ لَهَا سَائِدًا الْجَسَدِ
 الْأَوْحَى الْقَلْبُ -

آگاہ رہو جسم میں ایک مضغہ لوتھڑا
 ایسا ہے جو اگر وہ اچھا ہو تو سارا جسم اچھا ہوتا
 ہے، جب وہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہو جاتا
 ہے، آگاہ رہو کہ وہ قلب ہے۔



بیسویں فصل کے مضامین

عقوبتیں۔ سزائیں، اس لئے مشروع کی گئی ہیں فرایض واجبات پر عمل کرایا جائے، اور حرام امور سے بچایا جائے، اور اس لئے ایسی چیزیں پیش کرنی چاہئے جو خیر و طاعات کی طرف رغبت دلائے، اور ایسی چیزوں سے روکا جائے جو پرانی اور شر کی رغبت دلائے۔

عقوبتیں، سزائیں، واجبات پر عمل کرنے اور محرمات سے بچنے کے لئے ہیں، اور اس لئے ہر وہ چیز مشروع ہے، جو اس کے لئے معین و مددگار ثابت ہو۔ اور ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے طریق خیر و طاعات، اور اس کی ترغیب و تحریص ہو، اور خیر و طاعت میں معین و مددگار ثابت ہو، اور ہر ممکن طریقہ سے اس کی طرف توجہ دلائی جائے، مثلاً لوگوں پر اہل و عیال پر اور اگر امیر و والی ہو تو رعایا پر صرف کیا جائے، اور ایسے طریقہ سے صرف کیا جائے کہ ان کے جذبات برا نکلیجئے ہوں، مال بیسیوں سے ہو یا تعریف ستائش سے یا کسی اور طریقہ سے۔ اور اس لئے شریعت نے مسابقت باخیل یعنی گھڑ دوڑ اور اونٹ دوڑوں میں بازی لے جانا نیزہ وغیرہ چلانے میں قوت وغیرہ تخریق کرنا مشروع فرمایا ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین رض گھڑ دوڑ کی مسابقت میں شرکت کیا کرتے تھے، اور بیت المال کے گھوڑے اس مسابقت میں لاتے تھے، اور یہی کیفیت مولفۃ القلوب کی ہے، مولفۃ القلوب کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے، چنانچہ روایت کے اندر ہے، "ایک آدمی مشروع میں یعنی صبح کو اسلام اس لئے قبول کرتا ہے کہ اسے دنیا مطلوب ہوتی تھی، لیکن آخر دن یعنی شام کو وہ اس قدر بچتہ اسلام ہوتا ہے کہ ہر چیز اور ہر آدمی سے اسے اسلام زیادہ محبوب ہوتا ہے، اور سب سے زیادہ اس کا اسلام پسندیدہ ہوتا ہے،"

یہی حال شر و معصیت کا ہے، شر اور معصیت کا جو اصل مادہ ہے اسے جڑ بن سے

اکھاڑ دینا چاہئے، گناہ کے ذرائع و وسائل کا سدباب کر دینا چاہئے۔ جو چیزیں بھی شر و معصیت کی طرف منغی ہوں پوری قوت سے اس کی ممانعت کرنی چاہئے۔ جب تک کہ کوئی ایسی مصلحت راجحہ اس کے خلاف نہ ہو کہ جس کی وجہ سے خاموشی اختیار کی جائے اس کی مثال خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ملتی ہے آپ نے فرمایا۔

لَا يَجْلُونَ لَتَرْجُلٍ بِأَمْرٍ
فَاتَّ سَالِئَهَا الشَّيْطَانُ -
کوئی غیر مرد کسی عورت سے تنہائی میں
نہ ملے، کیونکہ قیصران کے ساتھ شیطان ہوتا
ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے۔۔

لَا يَجْلُ لِأَمْرٍ تُوْمِنُ بِاللَّهِ
وَأَلْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَبِيْرَةً
يَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَهَا زَوْجٌ أَوْ ذُو حَرَمٍ
جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر
ایمان رکھتی ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ
دو روز کا سفر بھی بلا شوہر یا بلا ذی محرم
کے کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجنبی عورت کے ملنے، اور تنہا سفر کرنے سے ایسی
لئے روکا اور منع فرمایا کہ شر و معصیت کا سدباب ہو جائے، اور شر و معصیت کے مادہ
کی جڑیں کاٹ دی جائیں۔

امام شجاع سے مروی ہے، جب عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس میں ایک حسین و خوبصورت لڑکا بھی تھا۔ آپ نے اسے دیکھا
اور اپنی پشت کے پیچھے بیٹھنے کا اُسے حکم دیا، پھر آپ نے فرمایا حضرت داؤد کی خطا اور
گناہ ہی نظر دنگاہ تھی۔

جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے سنا کہ ایک عورت چند اشعار پڑھ رہی ہے،
اور ان اشعار میں یہ شعر بھی تھا۔

هَلْ مِنْ سَبِيلٍ إِلَى خَيْرٍ نَأْتِيهَا؟

هَلْ مِنْ سَبِيلٍ إِلَى نَصْرٍ بِنَجَّاجٍ؟

یعنی کیا شراب مجھے کسی راستے سے مل سکتی ہے؟ کیا کوئی واہ نصر بن حجاج سے ملنے

کی ہے؟

حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسی وقت نصر بن حجاج کو بلایا، دیکھا وہ جوان اور نہایت صبیح و خوبصورت ہے۔ آپ نے اس کا سر منڈوا دیا، لیکن اس سے اس کی خوبصورتی دور محسن زیادہ ابھر آ یا۔ تو اسے آپ نے بصرہ جلا وطن کر دیا، تاکہ مدینہ کی عورتیں فتنے میں پڑ جائیں۔

اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کسی شخص کے متعلق آپ کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس بہت سے لڑکے بیٹھا کرتے ہیں، آپ نے لڑکوں کو اس کے پاس پلٹھنے سے منع فرمایا اور کہہ دیا اس کے پاس مت بیٹھا کرو۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایسے آدمی کی مجالست اور ہم نشینی سے بھی منع کر دیا جس سے فتنے کا اندیشہ ہو، اور مردوں یا عورتوں کے لئے فتنہ کا سبب ہوں، ایسے لڑکوں کے والیوں کا فرض ہے کہ وہ بلا ضرورت انہیں نکلنے نہ دیں۔ بن سحر کر نکلنے اور خوشبو لگانے سے روکیں۔ حمام وغیرہ میں نہ جانے دیں، اگر جانے تو کپڑے وغیرہ نہ اتانے دیں۔ لہو و لعاب لگانے، بجانے کی مجلسوں میں نہ جانے دیں۔ ایسے امور میں

تعزیر کی ضرورت ہے۔

اسی طرح جس آدمی کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ فسق و فجور میں مشہور ہے، اسے خوبصورت غلام کا مالک بننے سے روکا جائے۔ اور غلاموں میں اور اس میں تفریق نہ کر دی جائے۔ کیونکہ تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اگر ایسا آدمی شہادت دیوے جو مشہور قسم کے فسق میں مبتلا ہے۔ تو اس کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ اور فریق ثانی کو حق پہنچتا ہے کہ اس کی شہادت پر حرج کرے، اگرچہ اس نے دیکھا نہ ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا لوگوں نے اس کی بہت تعریف کی۔ آپ نے فرمایا:-

واجب ہوگئی! -

وَجِبَتْ -

اس کے بعد دوسرا جنازہ گذرا، لوگوں نے کہا یہ بہت ہی بُرا آدمی تھا تو آپ

نے فرمایا:-

واجب ہوگئی! -

وَجِبَتْ -

صحیحہ پرف نے پوچھا:- یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے متعلق آپ نے

یہی فرمایا کہ "وَجِبَتْ" کیا وجہ ہے، اور کیا واجب ہوا؟ آپ نے فرمایا:

پہلے جنازہ کی تم نے تعریف کی تو میں نے کہا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، اول دوسرے جنازہ کی تم نے مذمت اور برائی کی تو میں نے کہا اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی، تیسرے جنازہ کی تم لوگ زمین پر خدا کے گواہ ہو۔

هَذِهِ الْجَنَائِزَةُ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ أَحْيَاءُ فَقُلْتُ وَجِبَتْ لَهَا الْجَنَّةُ - وَهَذِهِ الْجَنَائِزَةُ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهَا شَرًّا فَقُلْتُ وَجِبَتْ لَهَا الدَّارُ السُّفْلَى هَذَا اللَّهُ فِي الْأَرْضِ -

آپ کے زمانہ میں ایک عورت ایسی تھی جو علانیہ نسق و فحشور کیا کرتی تھی۔ اس کے حق میں آپ فرمایا کرتے تھے۔

اگر گواہوں کے بغیر میں کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا۔

كُونْتُمْ نَاجِمًا أَحَدًا بَعْدَ بَيْتِي لَدَجِبْتُمْ هَذِهِ -

کیونکہ حدود بلا بلیغہ یا اقرار کے بغیر نافذ ہو سکتیں۔ لیکن ایسے آدمی کی شہادت اور امانت وغیرہ میں معاینہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کے لئے عام شہرت کافی ہے، اگر مشہور نہ ہو، کم درجہ کی شہرت ہو تو اس کے دوستوں کو دیکھ کر دلیل لا سکتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔

لوگوں کا اعتبار اس کے دوستوں کے

رَاعَيْنَا النَّاسَ بِأَخْدَانِهِمْ -

ملاحظہ سے کیا کرو۔

دیکھا جائے کہ اس کے دوست کس قسم کے ہیں۔

اور یہ مدافعت شرعیہ ہے، اس سے اجتناب و احتراز لازم ہے، جیسے دشمن سے اجتناب و احتراز لازم ہے۔

جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا:

لوگوں کے سونپن سے بھی بچا کرو۔

اسْتَبْرَسُوا النَّاسَ بِسُوءِ الظَّنِّ -

حضرت عمر بن الخطاب کا حکم ہے، حالانکہ سونپن کی بنا پر عقوبتہ و سزا جاتا نہیں ہے۔

کیسوں فصل کے مضامین

حدود و حقوق، بلاوجہ، بلاسبب کسی کو قتل کرنا، کسی کی جان لینا، قیامت کے دن خون ناحق کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا۔ قصاص لینے میں زندگی ہے۔

کسی متعین اور مقرر شخص کے حدود و حقوق ہوں ان میں کسی کو قتل کرنا کسی کی جان لینا، کسی کو ہلاک کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتَلُ مَا حَرَّمَ
رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَا تُشْرِكُوا بِهِ
شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا
تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ
فَمَنْ نَرْتَفِئِكُمْ يَا هُمْ ط وَلَا تَقْرَبُوا
الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنٌ
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ
إِلَّا بِالْحَقِّ مَا ذَا بَكُمْ وَصَلَّيْتُمْ
تَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ
الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى
يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَيْلِ وَالْأَمِينَانَ
بِالْقِسْطِ لَأَنْكَلِفَ نَفْسًا إِلَّا وَسْطَ مَا
وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْبُدُوا لَوْ كَانَتْ ذَا
قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَا بَكُمْ
وَصَلَّيْتُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَذَكَّرُونَ ۝
وَإِنَّ لَنَا لَلْأَجْرَ الَّذِي مَسْتَقِيمًا فَتَبِعُوا

لوگوں سے کہو اصرار میں تم کو وہ چیزیں
پڑھ کر سناؤں، جو تمہارے پروردگار نے تم پر
حرام کی ہیں وہ یہ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک مت
کھپڑو۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرتے
رہو۔ اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل نہ
کرو، ہم ہی تم کو رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی یاد
دے جیانی کی باتیں جو ظالم اور جو پوشیدہ ہوں
ان میں سے کسی کے پاس بھی نہ پھسکانا اور جان
جس کو اللہ نے حرام کر دیا ہے ممانہ ڈالنا، مگر
حق پر، یہ ہیں وہ باتیں جن کا حکم خدا نے تم کو
دیا ہے، تاکہ دنیا میں رہنے کا طریقہ سمجھو، اور
تقیم کے حال کے پاس بھی نہ جانا، مگر ایسے طور
پر کہ بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے
اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپا کرو،
اور پوری پوری تولی، ہم کسی شخص پر اس کی
سمائی سے براہ کر بوجھ نہیں ڈالتے اور جب

بات کہو تو گو تو قرابت ۱۲ رمی ہی ہوا انصاف کرو
اور اللہ سے عہد ہے اس کو پورا کرو، یہ میرا وہ
باتیں جن کا خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو
اور یہ کہ یہی ہمارا میدان ہے تو ای ہی چلے جاؤ
اور دوسرے مسلمانوں پر نہ پڑھا تاکہ تم کو خدا کے
ہستے سے تتر بتر کر دیں گے، یہ باتیں ہیں جن کا خدا
نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پر میز کار بن جاؤ۔

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ
عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ؕ
(انعام ع ۱۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

کسی مسلمان کے لئے روا نہیں کہ مسلمان کو
جان سے مار ڈالے مگر غلطی سے۔۔۔ الی قولہ۔۔۔
اور جو مسلمان کہ دیدہ و دستہ مار ڈالے تو اس کی
سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش ہے گا۔ اور اس
پر اللہ کا غضب ہو گا اور اس پر اللہ کی لعنت ہو
گی، اور اللہ نے اس کے لئے بڑا سخت عذاب
تیار کر رکھا ہے۔

وَمَا كَانِ الْمُؤْمِنُ أَنْ يُقْتَلَ
مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَا ط_____ الی قولہ _____
وَمَنْ يُقْتَلَ مُؤْمِنًا مَعْرَدًا فَجَنَازَتُهُ
جَاهِلٌ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ
عَلَيْهِ وَلَعْنَتُهُ دَاعِدًا لَكَ عَذَابًا
عَظِيمًا ۝ (سورہ نساء ع ۱۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اس واقعہ کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو
تحریری حکم دیا کہ جو کوئی جان کے بدلہ نہیں اور
ملک میں فساد پھیلانے کی سزا کے طور پر نہیں
بلکہ ناحق کسی کو مار ڈالے تو گویا اس نے تمام
آدمیوں کو مار ڈالا، اور جس نے مرنے کو بچا لیا
تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا۔

وَمَنْ أَجْبَلَ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ
بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا
بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ مَسَا فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا
فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۝
(مائدہ ۵۷)

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
قیامت کے دن سب سے پہلے جس کا فیصلہ ہو
گا وہ ناحق خون کا ہوگا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
أَوَّلُ مَا يُقْضَىٰ بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فِي الدِّهَابِ (متفق علیہ)

قتل و خون میں قسم کا ہے۔ ایک قتل عمدے جس میں خطا اور شبہ خطا کا احتمال ہی نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کو بے گناہ قتل کر دیا جیسا کہ عام طور پر قتل ہوا کرتا ہے۔ مثلاً تلوار سے کسی کو مار دینا، یا خنجر اور چھری سے یا ہتھوڑے یا پتھر سے، کدال یا کلہاڑی، تہر وغیرہ سے یا گولی مار کر مار دینا، یا جلا کر مار دینا، یا غرق کر دینا، یا بلند اور اونچی جگہ سے پھینک کر مار دینا، یا گلا دبا کر مار دینا، یا پھینک کر مار دینا، یا منہ بند کر کے مار دینا، یا زہر خورانی سے مار دینا، وغیرہ وغیرہ تو اس قتل میں حد و فود جاری ہوگی، اور مقتول کے اولیاء اور ورثہ کو حق ہوگا کہ چاہیں اسے قتل کریں، چاہیں معاف کر دیں، اور اگر چاہیں دیتہ و نحو نہا لے کر چھوڑ دیں، مقتول کے اولیاء اور ورثہ کو جائز نہیں ہے کہ قاتل کے سوا کسی دوسرے کو قتل کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور کسی کی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہ کرو، اور جو شخص ظلم سے ملایا جائے تو ہم نے اسکے والی کو اختیار دیا ہے تو اس کو چاہئے کہ خون میں زیادتی نہ کرے کیونکہ واجباً بدلہ لینے میں اس کی حیثیت ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ
اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قَتَلَ مَظْلُومًا
فَقَدْ جَعَلْنَا لُولِيهِ سُلْطٰنًا فَلَا يَكْفُرُ
فِي الْقَتْلِ اِنْهَ كَانَ مُنْصَوِّرًا ۝۱

(ذی اسرائیل ۴۱)

اس آیت کی تفسیر یہی کی گئی ہے کہ قاتل کے سوا کسی دوسرے شخص کو قتل نہ کیا جائے۔ اور حضرت ابی شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا۔

جو خون ہو جائے یا خطرناک حالت میں پایا جائے، اور بچھڑ جائے، تو تین راستے ہیں جو چوتھا راستہ اختیار کر کے اسے روکو، ایک یہ کہ قاتل کو قتل کر دیوے، دوسرا یہ کہ اسے معاف کر دیوے، تیسرا یہ کہ دیتہ و نحو نہا لے کر چھوڑ دیوے، ان تین طریقوں کے علاوہ کوئی چوتھا راستہ اختیار کر کے تو وہ زیادتی کر رہا ہے۔ اس کے لئے ہمیشہ عیش کے لئے جہنم ہے۔

مَنْ أُصِيبَ يَدًا وَخَبِلَ فَرُّهُ
بِالْخِيَارِ بَيْنَ إِحْدَى ثَلَاثٍ فَإِنَّ
أَدَاةَ اللَّهِ اِبْعَةٌ فَخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ
أَنْ يَقْتُلَ. أَوْ نَعْفُوا أَوْ يَأْخُذَ الْبَدِيَّةَ
فَمَنْ فَعَلَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ تَعَادَيْنَا
لَهُ حَيْثُ خَالَدًا فَخُذْنَا فَيَبَأُ أَبَدًا۔

(رداء اہل السنن۔ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)

اگر کوئی شخص معاف کر دیوے، معاف کرنے کے بعد یا دیت و خونہا لینے کے بعد قاتل کو قتل کر دیوے، تو یہ بہت بڑا جرم ہے، ابتداً قتل کرنے سے بھی بہت سخت جرم ہے، یہاں تک کہ بعض علماء کا قول ہے اسے بطور حد قتل کیا جائے، اور مقتول کے اولیاء و ورثاء کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اسے قتل کریں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ۗ الْحَدُّ بِالْحَدِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ
وَالْأَنْثَىٰ بِالْأُنثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ
أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتَّبِعْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَأَدَاؤُ
رَأْسِهِ بِأَحْسَنِٰٓ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ
ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۗ وَكَفَّ رِئِيسَ
الْقِصَاصِ حَيَاةً يَأْتِي الْأَلْبَابَ
كَتَبَ اللَّهُ تَتَقُونَ ۝

دبقرہ ع ۲۲

جو لوگ تم میں ماسے جائیں ان میں تم کو جان کے بدلے میں جان کا حکم دیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر جس کو اس کے بھائی سے قصاص کا کوئی جرم معاف کر دیا جائے، تو مطالبہ دستور شرع کے مطابق اور قاتل کی طرف سے وارث مقتول کو خوش معاملگی کے ساتھ ادا کر دینا یہ تھا اسے پروردگار کی طرف سے تمہارے حق میں آسانی اور مہربانی ہے پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے تو اس کے لئے عذابِ دناک ہے اور عظیمہ قصاص میں تمہاری زندگی ہے تاکہ تم خونریزی سے باز رہو۔

علماء کہتے ہیں مقتول کے اولیاء و ورثاء کے قلوب غیظ و غضب سے لبریز ہوتے ہیں، ان کا بس چلے تو قاتل اور قاتل کے اولیاء و ورثاء کو بھی قتل کر دیویں، بسا اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ قاتل پر بس نہیں کرتے بلکہ قاتل کے ساتھ ہی ساتھ اس کے عزیزوں، قرباندوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں قاتل کے قبیلہ کے سردار ہتھیار و پیشوا کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔ اور یہ نہایت خطرناک صورت ہے، اصل قاتل نے تو اہل راہ میں ظلم کیا، لیکن مقتول کے اولیاء اور ورثاء نے خون کا بدلہ لینے میں جو ظلم و جور زیادتی کی ہے اصل قاتل نے نہیں کی۔ اور وہ کام کیا جو شریعت سے خارج اہل جاہلیت کیا کرتے تھے کہ شہری اور دیہاتی سب کے سب اس میں مبتلا ہو جاتے تھے، اور سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا تھا، مقتول کے اولیاء قاتل کے اولیاء کو قتل کر

دیتے تھے اور ان قاتل اولیاء کے قاتلوں کو دوسرا فریق قتل کر دیتا تھا، تا آنکہ بسا اوقات دونوں فریق اپنا اپنا جتھا بنالیتے تھے، اپنے اپنے حلیف بنالیتے تھے، ایک قوم ایک کی امداد کرتی، دوسری قوم دوسرے فریق کی امانت و امداد کرتی، اور اس طرح یہ قتلوں کا دروازہ کھل جاتا، اور انتہائی بغض و عناد اور کینہ ان میں گھر کر جاتا، اس کا سبب یہی ہوا کرتا تھا کہ یہ لوگ عدل و انصاف کو بالکل چھوڑ دیتے تھے، اور قصاص پر اکتفا نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر قصاص فرض کر دیا ہے، اور قصاص کے معنی یہی ہیں کہ قتل کے باسے میں مساوات اور عدل و انصاف کو ملحوظ رکھا جائے، زیادتی نہ کی جائے، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ قصاص میں تمہاری زندگی ہے، قصاص سے قاتل کے اولیاء، اور ورثہ کی خونریزی بند ہو جاتی ہے، غیر قاتل نکلتے ہیں، اور فتنہ ختم ہو جاتا ہے، علاوہ انہی یہ کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اسے معلوم ہو جائے کہ قصاص میں یہ بھی درالجا جائے گا تو قتل کرنے سے باز رہتا ہے، چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب اور عمر بن شعیب عن امیر بن ہدہ سے مروی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

أَلْمُؤْمِنُونَ تَتَكَفَّوْا مَا هُمْ وَ
هَمْ يَدْعُو عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ وَيَسْعَى
بِذَمِّهِمْ هَذَا هَذَا هَذَا لَا لَيْقُتِلَ مَسْلُومٌ
بِكَافِرٍ وَلَا ذُو عَيْبٍ فِي عَهْدِهِ۔

(رواہ احمد ابی داؤد وغیرہما سنن ابی اسحاق)

تمام مسلمانوں کے خون مساوی اور برابر ہیں
اور اس پر تمام مسلمان متفق ہیں اور ذیوں سے لے چھا
سلوک کرنے میں ادنیٰ علیٰ یسویٰ کو شمشک کرتے
ہیں، آگاہ رہو کہ کافر کے مقابلہ مسلمان کو قتل نہ
کیا جائے، اور نہ متعاہد کو جہتک کہ وہ اپنے
عہد پر قائم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریاد کر دیا کہ مسلمانوں کے خون مساوی اور بلا امتیاز
تمام برابر ہیں، عربی کو عجمی پر قریشی ہاشمی کو غیر قریشی غیر ہاشمی پر اور صلیٰ حر کو مولیٰ عقیق پر، عالم کو جاہل
پر امیر کو رعایا پر کوئی فضیلت نہیں دی، اور یہ تمام مسلمانوں میں متفق علیہ ہے، بخلاف انہی جاہلیتہ
اور حکام یہود کے کہ انہوں نے غلط راستہ اختیار کیا، اور غلط حکم جاری کیا تو دنیا سے عرب
باہم لڑا ہے،

مدینہ طیبہ کے قریب دو قسم کے یہود آباد تھے، فضیر اور قریظہ، قریظہ کے مقابلہ میں
فضیر کے خون بہت ہونے لگے اور سب لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم و منصف بنایا۔

اور عدز نامی کچھ ایسا تغیر و تبدل کر دیا کہ رجم کو لوہے کے داغ سے تبدیل کر دیا۔ یہ یہود مسلمانوں کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر تمہارے پیغمبر اس کا حکم دے دیں تو تمہارے لئے حجت ہے، ورنہ سمجھا جائے گا کہ تم نے تورات کا حکم چھوڑ دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزَنْكَ
الَّذِينَ يُبَايِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنْ
الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَقْوَامِهِمْ وَ
كَفَرُوا مِنْ قُلُوبِهِمْ الخ قوله
..... فَإِنْ جَاؤَكَ فَاحْكُم بَيْنَهُم
أَوْ اْعْوِضْ عَنْهُمْ فَإِنْ تَعْرَضْ
عَنْهُمْ فَكَنْ يَضُرَّكَ شَيْئًا إِنَّ
حُكْمَكَ إِذَا حُكِمَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ الخ قوله
..... فَلَا تَخْشَوْا الدَّامِنِينَ
وَلَا تَشْكُرُوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
وَمَنْ كَفَرَ يَحْكُم بَيْنَهُمُ اللَّهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ وَكَتَبْنَا
عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْتَ الْنَفْسُ بِالنَّفْسِ
فَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفُ بِالْأَنْفِ
وَالْأُذُنُ بِالْأُذُنِ وَالسِّنُّ بِالسِّنِّ
وَالْجُرُوحُ قِصَاصٌ ۗ

(سائدہ ص ۷۰-۷۱)

لے پیغمبر! جو لوگ کفر پر چکے رہتے ہیں ان کی دھبہ سے تم آزرہ خاطر نہ ہو، بعض ایسے ہیں جو اپنے منہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل ایمان نہیں لائے تو اسے پیغمبر! اگر یہ لوگ فیصلہ کرنے کو تمہارے پاس آئیں تو تم کو اختیار ہے کہ ان میں فیصلہ کر دیا جائے معاملہ میں دخل دینے سے کنارہ کش رہو۔ اگر تم ان سے کنارہ کشی کرو گے تو یہ تم کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر فیصلہ کرو تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا، کیوں کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے تم لوگوں سے نہ ڈرو، ہم اللہ کی ڈرنا، اور ہمارا آیتوں کے معاملے میں ناچیز فائدے نہ لو، اور جو خدا کی اتاری ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ ہے تو یہی لوگ کافر ہیں۔ اور ہم نے تورات میں یہود کو تحریر ہی حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ دیا ہی رجم۔

ان آیات میں خدا نے بیان کیا کہ تمام جانیں برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے

جیسا کہ یہود کیا کرتے تھے۔

..... اور سے پیغمبر ہم نے تمہاری طرف
 بھی کتاب برحق اتاری کہ جو کتاب میں اس کے آنے
 سے پہلے موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔ اور ان
 کی محافظ بھی ہے تو جو کچھ خدا نے تم پر اتارا ہے تم
 بھی اسی کے مطابق ان لوگوں کو حکم دو اور جو حق بات
 تم کو پہنچی ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی
 پیروی نہ کرو، ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک
 شریعت ٹھہرائی ہے اور طریقہ خاص.....
 کیا اس وقت میں زمانہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور
 جو لوگ یقین کرنے والے ہیں ان کے لئے اللہ سے
 بہتر حکم دینے والا کون ہو سکتا ہے؟

..... اِلٰی قَوْلِهِ وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ
 الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
 يَدَيْهِ مِنْ الْكِتَابِ وَ هُمْ فِيْنَا عَلِيَّةٌ
 فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ
 وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاؤَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ
 مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً
 وَمِنْهَا جَا ط .. اِلٰی قَوْلِهِ اِنْ كُنْتُمْ
 الْجَاهِلِيَّةَ يَدْخُونَ ط وَ هُنَّ اَحْسَنُ
 مِنْ اللّٰهِ حَكَمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ ه
 (مائدہ ص ۷۷)

اس آیت میں خدا نے فیصلہ کر دیا کہ مسلمانوں کے خون سب کے سب مساوی اور برابر ہیں
 .خلاف جاہلیت کے کہ اکثر خواہش نفس کی وجہ سے خون ہوا کرتے تھے، اور شہری دیہاتی آبادیاں
 تمام کی تمام اس سے متاثر ہوتی تھیں، اور یہ درحقیقت بغاوت اور ترک عدل و انصاف کی
 وجہ سے ہوا کرتا تھا۔ ہر گروہ اپنے کو دوسرے گروہ پر غالب رکھنے کی کوشش کرتا تھا خواہ خون
 کا معاملہ ہو یا مال کا۔ ایک دوسرے پر غالب رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور غلبہ پر فخر و ناز کرتا
 تھا۔ عدل و انصاف کا نام و نشان تک نہ تھا۔ دونوں فریق میں کوئی بھی خاموش نہیں بیٹھتا تھا
 ہر گروہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے وہی کرتا جو دوسرا گروہ کرتا تھا، قرآن مجید نے قسط و عدل۔
 اور انصاف کا حکم دیا، جاہلیت کے احکام کو بالکل باطل کر دیا جس میں اکثر لوگ مبتلا تھے۔
 جب کبھی اور جس وقت کوئی مصلح اصلاح کے لئے اقدام کرتا تو یہی اصول۔ اور یہی عدل و انصاف
 لے کر اقدام کرتا قرآن مجید نے فیصلہ کر دیا۔

اور اگر مسلمانوں کے دو فرقے آپس میں لڑ
 پڑیں تو ان میں صلح کرادو پھر اگر ان میں کا ایک
 فرقہ دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا
 ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی

وَ اِنْ طَاغَتْ اَبْ مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ
 اُفْتَتَلُوْا فَاَصْحِبُوْا بَيْنَهُمْ اَنْفَا ن
 بَعْتُ اِحْدَاهُمَا عَلٰى الْاُخْرٰى -
 نَقَاتَلُوْا اَلْتِيْ تَبْنٰى حَتّٰى تَفْسِحَ اِلٰى

طرف رجوع کئے پھر تہب رجوع کرے تو
فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرادو۔ اور
انصاف کو ملحوظ رکھو، بے شک اللہ انصاف
کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ مسلمان تو
بس آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں
میں میل جول کرادیا کرو۔

أَمْرَ اللَّهِ ط فَإِنْ قَامَتْ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا
بِالْعَدْلِ وَالْقِسْطِ وَإِنْ لَمْ يَجِبْ
الْقِسْطَيْنِ هَذَا تَمَا التَّوَسُّطُ إِخْوَةٌ
فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا كَمَا كَرِهْتُمْ
(حجرات ع ۱۱)

اور اس بارے میں اولیٰ افضل یہ ہے کہ پہلے اولیاء مقتول سے معافی کی درخواست کی جائے

کیونکہ قرآن مجید کے اندر ہے

اور زخموں کا بدلہ ویسے ہی زخم میں پھر جو
مظلوم بدلہ معاف کرے وہ اس کے گناہوں
کا کفارہ ہوگا۔

وَإِنْ جَرَدَ وَجْهٌ قِصَاصٌ لِّمَنْ تَصَدَّقَ
بِهِ فَمَنْ كَفَّرَ لَهُ (مائدہ ع ۷۷)

حضرت اس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

سب کوئی معاملہ پیش آتا جس میں آپ کو
قصا کا حکم فرمانا ہو لیکن آپ معاف کرنے کا حکم
فرماتے۔

مَا رَزِمَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ فِيهِ الْقِصَاصُ إِلَّا
أَسْرَفِيَهُ بِالْحَقِّ. (رواه ابوداؤد وغیرہ)

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی
اور جو کچھ بندہ معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ
اس میں عزت دیتا ہے اور جو اللہ کے لئے
تواضع عاجزی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے
رفعت عطا فرماتا ہے۔

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ
وَمَا زَادَا اللَّهُ عَبْدًا بِحَقِّهِ الْإِعْدَاءُ وَمَا
تَوَاضَعُ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ.
(رواہ مسلم)

اور یہ جو ہم نے کھائے مساوات کے متعلق لکھا ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کے بارے

میں ہے کہ مسلمان تراور آزادوں کے سب مساوی ہیں۔ ذی کفو نہیں، نہ مسلمان کے برابر
ہے۔ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ جیسے کہ کفار اسلامی شہروں میں سفر و تجارت کی غرض سے

آتے ہیں کہ یہ بالاتفاق کفو نہیں اور مسلمان کے برابر نہیں۔

بعض علماء کا قول ہے۔ ذمی کفو ہیں۔ اور مسلمان کے برابر ہیں یہی نذاع غلام اور صحر آزاد کے متعلق ہے کہ غلام کے مقابلہ میں صحر آزاد کو قتل کیا جائے یا نہیں۔

دوسری قسم کا خون قتل خطا ہے۔ جو شبہ عمدہ ہو۔ اور اس باسے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

أَلَا إِنَّ فِي قَتْلِ الْخَطَاءِ شِبْهُ
الْعَمْدِ مَا كَانَ فِي السُّوْطِ وَالنَّعْصَاءِ
وَمَا نَدَى قِنَ الْإِذِيلِ مِنْهَا أَرْبَعُونَ
خَلْقَةً فِي بَطُونِهَا أَوْلَادُهَا۔

آگاہ رہو کہ قتل خطا شبہ عمدہ میں جو کہ
کوڑے یا لکڑی سے ہو ستوا اونٹ ہیں، جن
میں سے چالیس اونٹ ایسے ہوں جن کے
بیٹ میں بچے ہوں۔

اور اسے شبہ عمدہ اس لئے کہا گیا ہے کہ کوڑا یا لکڑی مارنے والے نے زیادتی ضرور کی۔ اس نے مار مارنے میں اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھا، لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کی مار سے اکثر اوقات موت نہیں واقع ہوتی،

تیسری قسم خون کی قتل خطا ہے، مثلاً یہ کہ شکار پر تیر چلا جا۔ اور وہ انسان کو گنگ گیا نہ اور اس کے علم و ارادہ کے خلاف واقعہ پیش آیا۔ تو اس میں تو دو حد نہیں ہے۔ بلکہ اس میں کفارہ اور دیت، خون بہا ہوگا۔

اور اس باسے میں بے شمار مسائل ہیں جو اہل علم کی کتابوں میں درج ہیں۔

بائیسویں فصل کے مضامین

جرح و زخم کا قصاص، ہاتھ پاؤں کاٹنے سے ہاتھ پاؤں کاٹا جائے گا۔
دانت توڑنے سے دانت توڑا جائے گا۔ کسی کا سر پھوٹا، تو اس کا سر
پھوٹا جائے گا۔

جرح و زخم میں قصاص واجب ہے، اور یہ کتب و سنت اور اجماع امت سے
ثابت ہے، بشرطیکہ مساوات ممکن ہو، اگر کسی نے کسی کا ہاتھ جوڑے توڑ دیا تو اس کے لئے
جائز ہے وہ اس کا ہاتھ جوڑے توڑ دیوے، اگر کسی کا دانت توڑ دیا تو اس کے لئے جائز ہے
کہ اس کا دانت توڑ دیوے۔ سر اور منہ زخمی کر دیا تو ایسا کہ ہڈی نظر آنے لگ گئی، تو اس کے
لئے جائز ہے کہ اس کا سر اور منہ اسی طرح زخمی کر دیوے جس طرح اس نے زخمی کیا ہے۔

اگر ایسا اور اس طرح توڑ دیا یا زخمی کیا ہے کہ مساوات ممکن نہیں ہے، مثلاً اندر کی ہڈی
توڑی ہے یا یہ کہ اس طرح زخمی کیا ہے کہ ہڈی نظر نہیں آتی، تو اس میں قصاص نہیں ہے۔
بلکہ اس کا تاوان لے دینا پڑے گا۔

قصاص کی صورت یہ ہے کہ ہاتھ سے پیٹا جائے، یا بالٹھی یا کوڑے سے مارا جائے۔
مثلاً طمانچہ یا گھونڈا لگانے، یا بالٹھی وغیرہ سے مارا جائے، غلام کی ایک جماعت کہتی ہے
اس میں قصاص نہیں ہے، بلکہ اس میں تعزیر ہے، کیونکہ اس میں مساوات اور برابری ممکن
نہیں ہے، لیکن خلفار راشدین رضہ اور دوسرے صحابہ رضہ سے ماثور ہے کہ اس میں قصاص مشروع
ہے، اور یہی امام احمد وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ اور سنت نبویؐ بھی ایسی ہے۔ ابو فراس
کہتے ہیں حضرت عمر بن الخطابؓ نے خطبہ دیا، اس میں حدیث پیش کی۔ اس حدیث میں کہا۔

آگاہ رہو قسم خدا کی میں اپنے مال
تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجا کہ تاکہ وہ تمہیں مار
ماریں نہ تمہارا مال لینے کو بھیجتا ہوں۔ بلکہ
اس لئے بھیجتا ہوں کہ تم کو تمہارا دین اور سنتیں
سکھائیں، پس جو اس کے سوا دوسرا کرے

أَلَا إِنِّي وَاللَّهِ مَا أُرْسِلُ عُمَّالِي
إِلَيْكُمْ لِيُضْرَبُوا أَوْ تُكْرَهُوا وَلَا يَأْخُذُوا
أَمْوَالَكُمْ وَلَكِنْ أُرْسِلُهُمْ إِلَيْكُمْ
لِيُعَلِّمُواكُمْ دِينَكُمْ وَسُنَّتَكُمْ فَمَنْ
فَعَلَ بِه سِوَى ذَلِكَ فَلَيْدُ عُمَّالِي۔

قَوْلِي نَفْسِي بِيَدِكَ إِذَا لَأَقْتَصَمْتُ
میرے پاس لئے قسم ہے اس ذات کی
جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان سے
قصاص لوں گا۔

اس پر حضرت عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، امیر المؤمنین! اگر کوئی امیر
مسلمانوں کی نگرانی کر رہا ہے، اور وہ اپنی رعایا کو ادب سکھاتا ہے آپ اس سے بھی قصاص
لیں گے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ہاں قسم خدا کی میں اس سے بھی قصاص لوں گا۔ اور صرف
میں ہی قصاص نہیں لیتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے بھی قصاص لیتے تھے۔
خبردار تم مسلمانوں کو مت مانا کرو، ان کو ذلیل نہ کیا کرو، ان کے حقوق نہ روکا کرو، اس سے
وہ لوگ کفر اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ روایت مسند احمد وغیرہ میں موجود ہے۔

اس روایت کے معنی یہ ہیں کہ دانی، حاکم نا جائز، مانر مارا کریں، اگر مشروع مار ہو تو اجماع
ہے اس میں قصاص نہیں ہے، کیونکہ مشروع مار یا تو واجب ہوگی یا مستحب ہوگی، یا جائز ہو
گی، اور ان تینوں میں قصاص نہیں ہے۔

۲۳ تیسویں فصل کے مضامین

عزت و آبرو کا قصاص بھی مشروع ہے۔ گالی دینا جرم ہے اس کا بھی قصاص ہے، اگر کوئی کسی کے باپ دادا یا قبیلے کو برا کہے تو جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے باپ دادا اور قبیلہ کو برا کہے، کیونکہ انہوں نے اس پر ظلم نہیں کیا۔

عزت و آبرو کا بھی قصاص مشروع ہے، اور وہ یہ کہ مثلاً کوئی شخص کسی پر لعنت بھیجے یا مدد مانگے، تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کرے، اگر کوئی سچا گالی دیوے جس میں جھوٹ قطعاً نہیں ہے، تو یہ بھی گالی دے سکتا ہے، لیکن معاف کر دینا افضل و بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، اس پر جو معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور ہاں کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اس کے بعد بدلہ لے۔ تو یہ لوگ میں جن پر کوئی الزام نہیں۔

وَجَدَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا
فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْدَكُمَا عَلَى اللَّهِ
إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الظَّالِمِينَ وَ مَن
انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا
عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ -
(شوری ع ۴۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

آگے سامنے بولنے والے پر دیا ہوگا لیکن شروع کرنے والے پر کچھ زیادہ ہوگا جب تک کہ اس نے مظلوم پر زیادتی نہیں کی۔

الْمُسْتَبَانَ مَا قَالَا فَعَلَى
الْبَادِي وَمَنْهَا مَا لَمْ يُعْتَدِ
الْمُظْلَمُونَ -

اور اسی کو انتصار بھی کیا جائے گا۔ اور گالی گلوں ایسی کہ اس میں جھوٹ نہ ہو مثلاً یہ کہ جو برائیاں اس میں ہیں وہ ظاہر کرنی، یا یہ کہ کتا، یا لکڑھا، وغیرہ کہنا، تو اس میں قصاص ہے، لیکن اگر کسی نے افتراء و بہتان لگایا تو جائز نہیں ہے کہ افتراء و بہتان کے بدلہ میں افتراء و بہتان لگانے، اگر کوئی کسی کو بلا استحقاق کافر یا فاسق کہے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ

یہ بھی اسے کافر یا فاسق کہے، اگر کوئی کسی کے باپ دادا اور قبیلے یا اہل شہر پر لعنت بھیجے تو اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ جواب میں یہ بھی ایسا ہی کہے، کہ یہ تعدی اور زیادتی ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس پر کچھ نہیں کیا، بلکہ جو کچھ کیا ہے اس آدمی نے کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا
قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ
أَلَّا تَعْدِلُوا ۗ اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ
لِلتَّقْوَىٰ. (مائدہ ع ۲)

مسلمانو! خدا واسطے انصاف کے ساتھ گواہی
دینے کو آمادہ رہو اور لوگوں کی عدالت تم
کو اس جرم کی باعث نہ ہو کہ تم معاملات میں
انصاف نہ کرو، ہر حال میں انصاف کرو کہ
شیوہ انصاف پر میزگاری سے قریب تر ہے۔

اس آیت میں خدا نے حکم دیا ہے کہ کفار سے بغض و عناد کی وجہ سے اعتدال اور زیادتی
نہ کیا کرو، صاف صاف کہہ دیا۔

ہر حال میں انصاف کرو کہ شیوہ انصاف
پر میزگاری سے قریب تر ہے۔ (مائدہ ع ۲)

پس عزت و آبرو کے بارے میں بھی عدوان اور زیادتی حرام ہے، حالانکہ اس کا حق ہے
پس اگر ایذا اور تکلیف ایسی پہنچائے جس میں قصاص و بدلہ لیا جاسکتا ہے، مثلاً کسی نے کسی پر
بدو عاکی تو مظلوم بلا عدوان اور زیادتی کے بددعا کر سکتا ہے، لیکن اگر حق اللہ اسکے متعلق
ہوتا ہے مثلاً جھوٹ بولا تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ یہ بھی جھوٹ بولے۔

اسی طرح اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ کسی نے کسی کو جلا کر مار ڈالا، یا غرق کر دیا، یا گلا گھونٹ کر
مار ڈالا، یا اس کے مثل کسی اور طریقے سے قتل کر دیا تو اس کے لئے وہی کیا جائے جو اس نے
کیا ہے، لیکن ملحوظ رہے کہ وہ سزائی نغصہ حرام نہ ہو، مثلاً شراب پلائی تو اس کے بدلہ اور
قصاص میں شراب پلائی جائے۔ یا لواطت کی تو اس کے ساتھ لواطت کی جائے۔

بعض فقہاء کہتے ہیں جلا کر مار دینے، یا غرق کر دینے، یا گلا گھونٹ کر مار دینے کی
عقوبت و سزا، خود بالسیف ہے یعنی تلوار سے اس کی گردن اٹا دی جائے لیکن ہم پہلے کہہ
چکے ہیں وہی کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے زیادہ مشابہ ہے۔

چوبیسویں فصل کے مضامین

افترار میں قصاص نہیں ہے، اس میں عقوبت و سزا ہے، حد قذف بھی اس میں ہے، جبکہ مقذوف محسن، مسلم، حر اور عقیف ہو، جو شخص فسق و فجور میں مشہور ہو اس کے قاذف پر حد نہیں لگے گی۔

افترار و بہتان وغیرہ میں قصاص نہیں ہے، بلکہ عقوبت و سزا ہے اسی افترار و بہتان میں حد قذف بھی ہے جو کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور جو لوگ پاک دامن طور توں پر زنا کی تہمت لگائیں اور چہار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اتنی کوڑے مارو اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ خود بدکار ہیں مگر جنہوں نے ایسا کئے پیچھے توبہ کی اور اپنی حالت درست کر لی تو اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ لِكُفْرَانٍ
ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِبُرْهَانٍ شَرِيفًا
فَاجْلِدُوهُمْ مِائَتًا بِتَلَامِيذٍ جَلِدَاتٍ وَلَا
تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ
تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(نور)

جب کسی حر محسن پر زنا یا لواطت کی تہمت لگائی جائے تو اس پر حد قذف جاری کرنا واجب ہے، اور یہ حد اتنی کوڑے ہیں، اگر اس کے علاوہ کسی دوسری بات کی تہمت لگائی تو اسے نعرہ کی سزا دی جائے گی۔

اس حد کا حق مقذوف کو پہنچتا ہے، اور اس لئے حد اسی وقت جاری ہوگی جبکہ وہ اس کا مطالبہ کرے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، اگر مقذوف معاف کر دیوے تو حد ساقط ہو جائے گی، جبہر علماء کا اس پر اتفاق ہے، کیونکہ اس میں زیادہ تر حق آدمی کا ہے۔ جیسا کہ قصاص مال وغیرہ آدمی کا حق ہے، بعض کہتے ہیں کہ حد ساقط نہیں ہوگی کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا بھی حق ہے، اور جس طرح دوسری حدود معاف نہیں ہو سکتیں یہ بھی معاف نہیں

ہوگی۔

حد فذف اس وقت جاری ہوگی جبکہ مقذوف محسن ہو، اور مسلم، حر آزاد، عیثیت و با

ہو۔

جو شخص فسق بظنیہ کے معاملہ میں مجروح اور بدنام ہو، اس پر تہمت لگانے سے حد جاری نہیں ہوگی، اسی طرح کافر اور غلام پر تہمت لگانے سے حد جاری نہیں ہوگی، البتہ ان پر تعزیر ہوگی۔

شوہر کے لئے جائز ہے کہ اپنی بی بی پر تہمت لگائے جبکہ وہ زنا کی مرتکب ہو اور زنا سے حاملہ نہیں ہوتی ہے، اگر زنا سے حاملہ ہوگئی ہے، اور بچہ پیدا ہو گیا ہے، تو شوہر پر فرض ہے کہ اسے منہم کرے، اور بچہ کا انکار کر دے، پوسے کہ اس کا نہیں ہے، تاکہ جو اس کا نہیں ہے، وہ اس کی طرف منسوب نہ ہو۔

جب شوہر نے بی بی پر فذف اور تہمت لگائی تو بی بی یا تو زنا کا اقرار کر لے یا ملامت کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے اندر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت میں ذکر کیا ہے۔

اگر فاذف یعنی تہمت لگانے والا غلام ہے تو اس پر نصف حد جاری ہوگی، اور یہی حکم زنا اور شراب نوشی میں بھی ہے، کہ نصف سزا سے ہوگی، چنانچہ غلام اور باندی وغیرہ کے متعلق خدا کا ارشاد ہے :-

فَإِنْ آتَيْنَ بِهَا جَسَدًا فَكَلِمَاتٍ
رِضْفٌ مَّا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنْ
الْعَذَابِ۔ (نارع ۴)

پھر اگر نفید نکاح میں آئے پیچھے کوئی
بے حیاتی کا کام کریں تو جو سزا بی بی کی ہے
اس کی آدھی لوڑی گی۔

لیکن جس حد میں قتل واجب ہے، یا ہاتھ کاٹنا واجب ہے تو سزا نصف نہیں ہوگی بلکہ پوری پوری عقوبت و سزا ہوگی۔

پچیسویں فصل کے مضامین

حقوقِ ابضاع، زن و شوہر کے تعلقات اور حقوقِ مہر و نفقہ اور معاشرہ کے حقوق۔

میاں بی بی کے باہمی تعلقات اور حقوق، میاں اور بی بی دونوں پر واجب ہے کہ حکمِ خداوندی پر عمل کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

فَاِمْسَاكُ أَبْنَحْرُوبِ اَوْدُ
تَصْرِیْحُ بِاِحْسَانِ مَا (بقہ ۲۹۷)

دو طلاؤں کے بعد یا تو دستور کے مطابق
زوجیت میں رکھنا ہے یا حسن سلوک کے
ساتھ رخصت کر دینا۔

میاں اور بی بی دونوں پر فرض ہے کہ ایک دوسرے کے حقوقِ بطیب خاطر اور انشراحِ صدر کے ساتھ پورے کریں، بی بی کا شوہر کے مال میں حق ہے، اور وہ مہر اور نفقہ ہے، جسم پر حق ہے وہ عورت سے صحیح مباشرت رکھے اور اس سے استفادہ کرے، اور اس لئے اگر اس نے ایلا کیا اور نہ مننے کی تم کھالی تو عورت نفرت کی حقدار ہے، سب مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے، اگر شوہر محبوب اور عین ہے، جماع اور ہمبستری نہیں کر سکتا کہ اس پر جماع کرنا واجب ہے، بعض نے کہا ہے کہ اگر اس کا باعث طبعی ہے تو واجب نہیں ہے، لیکن صحیح مسلک یہی ہے کہ جماع و ہمبستری واجب ہے جیسا کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اصول شریعت و دلائل کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا وہ روزے بہت رکھتے ہیں اور نماز میں اکثر وقت گزارتے ہیں تو آپ نے فرمایا:-

اِنَّ لِرِزْوَانِ عَائِلَتِكَ حَقًّا
تہاری بی بی کا بھی نغم پر حق ہے۔

پس جماع و ہمبستری واجب ہے، نیشن کنٹری عرصہ میں جماع کرنا چاہئے، اس میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں چار ماہ میں ایک مرتبہ جماع واجب ہے، بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ اس کی طاقت اور بی بی کی حاجت کے مطابق واجب ہے، جس طرح کہ نان و نفقہ واجب ہے، اور یہی مناسب فیصلہ ہے، اور بی بی پر شوہر کا حق ہے جب چاہے

بی بی سے فائدہ اٹھانے، لیکن شرط یہ ہے کہ بی بی کو نقصان نہ پہنچے، یا کسی واجب حق سے قاصر نہ ہو جائے، بی بی پر واجب ہے کہ شوہر کو قدرت دیوے، اس کے گھر سے اس کی اجازت یا شائع کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔

گھر کی خدمت کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، مثلاً فرش بچھا دینا، جھاڑو وغیرہ لگا دینی، روٹی وغیرہ پکا دینا وغیرہ، تو بعض علماء کہتے ہیں، یہ بی بی پر واجب ہے، بعض واجب نہیں کہتے، بعض کہتے ہیں درمیانی خدمات واجب ہیں۔

چھبیسویں فصل کے مضامین

اموال کا فیصلہ عدل و انصاف سے کیا جائے، معاملات میں عدل و انصاف ہی دنیا کے امن و چین کا کفیل ہے، دنیا اور آخرت اسی سے درست ہوتی ہے۔

اموال کا فیصلہ عدل و انصاف سے کیا جائے، جیسا خدا اور رسول کا حکم ہے، مثلاً ترکہ، وارثوں پر کتاب و سنت کے مطابق تقسیم کیا جائے، گو بس کے بعض مسائل میں نزاع ہے، اسی طرح معاملات میں مہاینات، اجارات، وکالات، مشارکات، مہیات، اوقاف و عسایا وغیرہ میں عدل و انصاف واجب ہے۔ اور ان معاملات میں جن میں عقود اور قبضہ شرط ہے، عدل و انصاف واجب ہے۔ اس لئے کہ عدل و انصاف ہی سے دنیا و جہان کا توام ہے، اس کے بغیر دنیا و آخرت، درست ہی نہیں ہو سکتی، ان چیزوں میں عدل و انصاف ہر عقل مند سمجھتا ہے، اور مثلاً خریدار پر واجب ہے کہ وہ چیز کی قیمت فوراً ادا کر دیوے اور بیچنے والے پر واجب ہے کہ بیع خریدار کے حوالہ کر دیوے، اور مثلاً ناپ و تول میں کمی بیشی کرنا قطعاً حرام ہے، سچ بولنا، سچا بیان دینا واجب ہے، کذب و جھوٹ اور خیانت، فریب و دھوکہ حرام ہے، قرض ادا کرنا، جس سے قرض لیا اس کا شکر اور تکریم کرنی واجب ہے۔ عام معاملات جن کی کتاب و سنت نے حمانعت کی ہے وہ ہیں جن میں عدل و انصاف نہیں ہو سکتا، اور جھوٹا بڑا، کم زیادہ ظلم ہوتا ہو، مثلاً باطل کے ذریعہ مال لینا۔ جیسے ربا و دسور، جو اکھیلنا، ربا کی تمام صورتیں جو بے کی تمام اقسام جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، حرام ہیں۔ مثلاً بیع غرر و دھوکہ سے بچنا، بیع الطیر پرندہ اڑ رہا ہو اس کو بچنا، مچھلی پانی کے اندر ہو اسے بچنا، میعاد مقرر نہ کرنا اور بچنا، بیع المصراط، بیع الملامسہ، بیع منابذہ، بیع مزابنہ، بیع محاقلہ، اور خراب اشیاء کا بچنا، پھلوں میں صلاحیت پیدا نہ ہوان کو بچنا، ناجائز فاسد شرکرت کرنی، اور وہ تمام معاملات جن سے مسلمانوں کے اندر نزاع ممکن ہے اور جن میں کچھ نہ کچھ خرابی ہو، یا شہر ہو، یا وہ عقد جو کچھ لوگ صحیح اور عدل سمجھتے ہوں۔ اور کچھ لوگ ظلم

وجور سمجھتے ہوں۔ ان کا فاسد ہونا واجب و ضروری ہے، ان سے بچنا ضروری ہے۔ چنانچہ
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
 وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ
 فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ
 إِن كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
 الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا
 (سارع ۸)

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو، اور رسول کا حکم
 مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کا
 بھی، پھر اگر کسی امر میں تم آپس میں جھگڑا پڑو تو
 اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے کی شرط
 یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور رسول کی طرف
 رجوع کرو کہ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار
 سے بھی اچھا ہے۔

اور اس بارے میں اصل اصول اور ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ معاملات وہی حرام ہیں جن کو
 کتاب و سنت نے حرام قرار دیا ہو، اور عبادات وہی مشروع ہیں جس کی مشروعیت کتاب
 و سنت سے ثابت ہو، جن لوگوں کی خدائے مذمت کی ہے وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے
 وہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کی تھیں، اور ایسی چیزیں
 جائز کر لی تھیں جن کے جواز پر کوئی شرعی دلیل نہیں تھی، اللهم وفقنا لان نجعل الحلال
 ما حلتہ، والحرام ما حرمتہ، والدين ما شرعتہ۔

۲۴ تائیسویں فصل کے مضامین

امیر، ولی الامر، حاکم کے لئے مشورہ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ، اور جو لوگ مشورہ لیتے ہیں ان کی خدانے تعریف کی ہے، وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۵

ولی الامر کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشورہ لیا کرے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا ہے:-

تم ان کے قصور معاف کرو، اور خدا سے بھی ان کے گناہوں کی معافی مانگو، اور معاملات صلح و جنگ میں ان کو شریک مشورہ کر لیا کرو، پھر مشورے کے بعد تمہارے دل میں ایک بات ٹھن جانے تو پھر وسا خدا ہی پر رکھنا، جو لوگ خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں خدانے ان کو دوست رکھتا ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِينَ ۵
دآل عمران ۱۶

اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے صحابہؓ سے مشورہ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔
لَوَيْلَىٰ لِيَأْكُلَ الثُّمَارَ مُشَاوِرًا
عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی تالیف القلوب کی غرض سے مشورہ لینے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس غرض سے کہ آپ کے بعد آپ کی اقتدار کی جائے، اور جس امر کے متعلق وحی نے کوئی فیصلہ نہیں کیا، مثلاً حرب و جنگ وغیرہ اور جزئی امور میں لوگوں کی رائے اور مشورہ لیا جائے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ لیا کرتے تھے تو غیر بدرجہ اولیٰ مشورہ کے محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ نے مشورہ کرنے والوں کی تعریف

فرمائی ہے۔ فرماتا ہے:-

وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ط
لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ه
وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ إِثْمِهِ
أُتُوا جَسَدًا وَإِذَا هَا غَضِبُوا هُمْ
يَغْفِرُونَ ه وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا
لِرَبِّهِمْ وَأَتَا مَوَاصِيئَهُمْ
وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
يُقْفُونَ ه

(شوری ع ۴)

اور جو خدا کے ہاں ہے اس سے کہیں بہتر
اور یا تیار ہے، ان ہی لوگوں کے لئے جو ایمان
لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں
اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی
باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں، اور جب ان
کو غصہ آجاتا ہے تو درگزر کرتے ہیں، اور جو
اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور نماز پڑھتے
ہیں اور ان کے کام آپس کے مشورے سے ہوتے
ہیں اور جو تم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں
سے خرچ کرتے ہیں۔

ولی الامر جب مشورہ لیوے، اور کتاب اللہ کتاب الرسول اور اجماع سے حکم اور
قیصلہ معلوم ہو جائے تو ولی الامر کا فرض ہے کہ اس کے خلاف کسی کی اتباع نہ کرے اگرچہ وہ
دین و دنیا کا کتنا ہی بڑا امر اور معاملہ کیوں نہ ہو، غیر کی اتباع جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا
اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ
مِنْكُمْ (ساع ۸)

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول
کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت
ہیں ان کا بھی۔

اور اگر معاملہ ایسا ہے کہ اس میں مسلمانوں میں باہم تنازع ہے تو ضروری ہے کہ لوگوں
سے رائے اور مشورہ طلب کرے جو رائے جو مشورہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول کے
قریب اور مشابہ ہو اس پر عمل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:-

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ
إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ
خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (ساع ۸)

پھر اگر کسی امر میں تم آپس میں جھگڑو تو اللہ اور رسول
آخرت پر اپنا پان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ
اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، یہ تمہارے
حق میں بہتر ہے اور انجام کے اعتبار بھی اچھا ہے۔

اولی الامر کی دو قسمیں ہیں، ایک امراء، دوسرے علماء، یہ لوگ جب صالح اور نیک ہوں گے تو عوام بھی صالح اور نیک بن جائیں گے، ان ہر دو فریق کا فرض ہے کہ ہر قول و فعل کی جانچ کرے، جب کتاب اللہ اور کتاب الرسول کا حکم واضح ہو جائے تو اس پر عمل واجب ہوگا، مشکل اور دشوار معاملہ کی اچھی طرح جانچ کرے، اطاعت خدا اور اطاعت رسول، کس طریقہ سے ممکن ہے، کتاب و سنت کس چیز پر دلالت کرتی ہے، خوب جانچ لیو، اور جانچ کے بعد فیصلہ کریں، اگر تنگی وقت یا طالب کی کوتاہی، یا دلائل باہم متعارض ہیں یا کسی اور وجہ سے فوری فیصلہ ممکن نہیں ہے، تو ولی الامر کا فرض ہے کہ اس کی تقلید کرے جس کا غم دین مسلم ہے، اور یہی قوی ترین قول ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ تقلید جائز نہیں ہے اور تینوں قول مذہب امام احمد وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور جو شرط قضاة اور دالیان امر کے متعلق ہے اس پر حسب امکان عمل کیا جائے، بلکہ ہمہ قسم کی عبادتیں نماز، جہاد وغیرہ میں یہی حکم ہے، قدرت و طاقت کے مطابق عمل و فعل واجب ہے، جب قدرت نہ ہو، عاجزی اور مجبوری ہے تو اللہ تعالیٰ کسی کو طاقت و قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اسی کلیہ کے مطابق طہارت و پاکی کا معاملہ ہے، پانی سے پاکی حاصل کرے، اگر پانی معدوم ہو یا اس کے استعمال سے ضرر متصور ہو، مثلاً سخت ترین سردی ہے، یا پانی کے استعمال سے زخم بڑھ رہا ہے تو تیمم کر لیجئے، اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:-

صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ
فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلِي جَذِبْ

نماز کھڑے ہو کر پڑھا کرو، اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے تو بیٹھ کر، اگر بیٹھنے کی بھی طاقت

نہیں تو لیٹ لیٹے پڑھا کرو،

غرض! یہ کہ خدا نے نماز وقت پرا د کرنے کا حکم فرمایا جس طرح اور جس حال میں ممکن ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ
فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَاتًا
فَأُولَٰئِكَ مَتَّعْنَا مَا كُفَرْنَا ۗ وَاللَّهُ كَمَا عَمِلَكُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
دبقرة ۳۱۴

مسلمانو! تمام نمازوں کی عموماً اور پہنچ کی نماز کی خصوصاً محافظت کرو، اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو، اور پھر اگر تم کو دشمن کا ڈر ہو تو پیدل یا سوار جس حالت میں جیسے بن پڑے نماز ادا کرو، پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو پھر جس طرح

اللہ نے تم کو سکھایا ہے کہ تم پہ نہیں جانتے
تھے، اسی طریقے سے اللہ کو یاد کرو

نماز اللہ تعالیٰ نے آمن، مخالف، صحیح و نادرست، مریض، غنی فقیر، مقیم و مسافر،
تمام پر فرض کر دی جیسا کہ کتاب اللہ، کتاب الرسول میں وارد ہے، اسی طرح نماز کے لئے
طہارت، ستر پوشی، استقبال قبلہ بھی فرض کر دیا، اور جو اس سے قاصر ہو اس سے ساقط
کر دیا، اگر کسی کی کشتی ٹوٹ گئی اور ڈاکوں اور چوروں نے انہیں لوٹ لیا۔ کپڑے وغیرہ
اتروا گئے، تو اس وقت ننگے حسب حال نماز ادا کریں، اور جو امام ہو وہ درمیان میں کھڑا
رہے، تاکہ ستر کوئی نہ دیکھ پائے، اگر قبلہ ان پر مشتبہ ہو جائے تو حسب طاقت کوشش
کریں، اور کوشش کے بعد نماز ادا کر لیں، اگر کسی جانب ترجیح کی دلیل نہیں ہے تو
جس طرح جس جہت امکان ہو نماز ادا کریں، جیسا کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز
گزاری گئی تھی۔

یہی حال جہاد و ولایات اور تمام دینی امور کا ہے، اور ان امور کے متعلق قرآن حکیم کا یہ
قاعدہ کلیہ ہے۔

تو مسلمانو! جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ
سے ڈرتے رہو۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ
(تقوا بن ۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جب میں کسی چیز کا تمہیں حکم دوں تو اپنی
طاقت کے مطابق اس پر عمل کرو۔

إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأَتُوا
مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے خبیث اشیاء کے کھانے پینے کو حرام قرار دیا، تو ساتھ ہی
ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ:-

فَمَنْ اضْطُرَّ عَلَيْهِ بَاعَ وَلَا
عَادِ فَلَا إِثْرَ عَلَيْهِ۔

تو جو بھوک سے بے قرار ہو جائے
اور عدول حکمی کرنے والا، اور حد سے
بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر کسی چیز کے
کھانے کا بھی گناہ نہیں ہے۔

(بقرہ ۲۱۷)

اور فرمایا:-

دین کے بارے میں تم پر کسی قسم کی
سختی نہیں ہے۔

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ
مِنْ حُرْمٍ (سج ۱۰۷)

اور فرمایا:-

اللہ تم پر کسی قسم کی تنگی کرنا نہیں
چاہتا۔

مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ
مِنْ حُرْمٍ (مائدہ ۲۷)

پس اللہ تعالیٰ نے وہی فرض فرمایا جو انسانی طاقت میں ہو، اور جو طاقت و
قدرت سے خارج ہے و واجب نہیں ہے۔ حالت اضطراری میں ضرورت کے وقت جس
کے بغیر چارہ نہیں ہے حرام نہیں کیا، اضطرار کی حالت میں بندے نے حرام چیز پر بلا معصیت
عمل کر لیا تو جائز ہے، کوئی گناہ نہیں ہے۔

اٹھائیسویں فصل کے مضامین

ولایت امر، امارت و حکومت دین کا عظیم نشان رکن، اور اہم ترین واجبات سے ہے، بلکہ دین کا قیام و بقا اسی سے وابستہ ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ۔ (ابوداؤد)

جاننا چاہئے کہ ولایت امر اور امارت ملیہ دین کے اہم ترین اور عظیم ترین واجبات میں سے ہے، بلکہ دین کا قیام و بقا اسی سے وابستہ ہے، کیونکہ نبی آدم کی اجتماعی مصلحتیں اجتماع کے بغیر ناممکن ہیں، بعض بعض کی ضروریات اور حاجتیں اجتماع کے بغیر ممکن ہی نہیں ہیں، اور جب اجتماع واجب و لازم ہے اجتماع کے لئے امیر و سردار کا ہونا بھی واجب اور ضروری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ جَبِ تَمَّ مِّنْ أَدْمَى سَفَرٍ مِّنْ مَّكَلٍ تَوَّأَيْكَ كَو
فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ۔ ان میں سے اپنا امیر بنا لو۔

(رواہ ابوداؤد من حدیث ابی سعید و ابی ہریرہ)

اور امام احمد اپنی سند میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا يَجِئُ لِثَلَاثَةٍ يَكُونُونَ بِفَلَاحٍ مِّنَ الْأَرْضِ إِلَّا أُمِّرُوا عَلَيْهِمْ
أَحَدُهُمْ۔ (رواہ امام احمدی سندہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیل سے قلیل اجتماع میں جو بالکل عارضی اور بحالت سفر ہو واجب اور ضروری قرار دیا کہ ایک کو ان میں سے اپنا امیر بنا لیں اور امیر بنا لینا واجب قرار دیا۔ اور یہ اس لئے کہ دیگر ہمت م کے اجتماعات کے لئے تاکید و تشبیہ ہو جائے کہ جب سفر میں تین آدمی مجتمع ہو جائیں تو ایک کو اپنا امیر بنا لینا واجب ہے تو پھر دوسرے اجتماعات میں بدرجہ اولیٰ یہ حکم نافذ ہوگا، اور اس لئے نافذ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف

وَنُوحِي عَنِ الْمَلِكِ كَوَاجِبٍ كَرْدَانَا هِيَ، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قوتِ امارت کے بغیر ناممکن ہے، اسی طرح تمام فرائض و واجبات مثلاً جہاد، قیام عدل و انصاف، اقامتِ حج، اقامتِ جمعہ و عیدین، نصرتِ مظلوم، اقامتِ حدود بغیر قوتِ بغیر امارت ناممکن ہے، اور اسی لئے روایت کی گئی ہے۔

بَنَ السُّلْطَانَ ظَلَمًا فِي الْأَرْضِ۔ سلطان زمین پر خدا کا سایہ ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ ساتھ برس جابر و ظالم سلطان کا ہونا زیادہ مناسب اور صالح ہے۔ ایک رات بقیہ سلطان کے گزارنے سے، اور تجربہ بھی یہی بتلاتا ہے کہ بلا سلطان گزارنے سے ظالم بادشاہ، جابر سلطان کا وجود زیادہ مناسب ہے، اور اسی بنا پر سلف صالح کہا کرتے تھے، مثلاً فضل بن عیاضؓ اور امام احمد بن حنبلؓ وغیرہ۔

لَوْ كَانَ كُنَّا دَعْوَةً مَّجَابِلَةً
لَدَعَوْنَا بِهَا لِلسُّلْطَانِ۔
اگر ہماری دعا قبول و مستجاب ہوتی تو ہم سلطان کے لئے دعا کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا
أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا
وَأَنْ تَعْنَهُمْ وَأَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ جَمِيعًا
تین چیزوں سے اللہ تعالیٰ تم سے بہت خوش ہے، ایک یہ کہ اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور انوکھ تری یہ کہ

بلا سلطان، بغیر امیر و حاکم کے رعایا کسی طرح زندگی نہیں گزار سکتی، ایک دوسرے کو کھا جائے گا، تباہ و برباد کر دے گا۔ کیونکہ ان کو ظلم و جور، عدوان و زیادتی کرنے سے کوئی روکنے والا نہیں ہوگا، اربابِ نفس و ہویٰ بلا خوف و خطر ایک دوسرے پر مظالم توڑیں گے، ایک دوسرے کا مال توڑیں گے، اور پھر ان لوٹنے والوں میں باہم ہرٹا بونگ مچ جائے گی، آپس میں لڑمیں گے، خود بھی خراب ہوں گے، دوسروں کو خراب کریں گے، اسی لئے سلطان کا ہونا ضروری ہے، اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو، اور اسی لئے کہا گیا ہے ساتھ برس ظالم و جابر سلطان سلطنت کرے ایک رات بغیر سلطان، اور سلطنت کے گزارنے سے بہتر ہے۔

وَلَا تَفْرُقُوا. وَأَنْ تَسَاطَعُوا مَنْ
وَلَاةُ اللَّهِ أَمْرٌ كَثِيرٌ.

(رداء مسلم)

جبل اللہ کو سب مل کر مضبوط تھامے۔
فرتے فرتے مت بن جاؤ۔ تیسری یہ کہ جس
شخص کو خدا نے تمہارا والی بنایا اس کو
نصیحت کیا کرو۔

اور فرمایا:-

ثَلَاثٌ لَا يَخْلُقُ عَلَيْهِنَّ قَلْبٌ
مُسْلِمٍ. إِخْلَاصٌ لِلَّهِ
وَمَنْ صَحَّةٌ وَوَلَاةٌ لِلْأَمْرِ وَكُذُومٌ
جَمَاعَةٍ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ
تُحِيطُ مِنْ ذَرَأَتِهِمْ.

(رداء اہل السنن)

تین چیزوں میں مسلمان کا قلب غلوں
نہیں کر سکتا، اللہ کے لئے اخلاص عمل
میں، والیان امر والیان ملک کو
نصیحت کرنے میں، اور مسلمانوں کی
جماعت کو لازم پکڑنے میں، کیونکہ ان
لوگوں کی دعوت و دعواتیچھے سے گھیر
لیتی ہے۔

صحیح بخاری کے اندر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

دین نصیحت کا نام ہے، دین نصیحت
کا نام ہے، دین نصیحت کا نام ہے۔

الَّذِينَ النَّصِيحَةُ، الَّذِينَ
النَّصِيحَةُ، الَّذِينَ النَّصِيحَةُ.

(رداء البخاری)

صحابہ رحمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کس کو کی جائے؟
آپ نے فرمایا اللہ کے لئے، اور اس کی کتاب کے لئے، اور اس کے رسول کے
لئے المؤمنین اور عام مسلمانوں کو۔

پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ دین اور تقرب الی اللہ کو مد نظر رکھ کر امارت
اسلامیہ بنائیں، اور اس سے تقرب خداوندی حاصل کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا
اور اس کے رسول کی طاعت افضل ترین عبادت ہے، امارت قائم کرنا، امارت
کو مضبوط بنانا یہی زبردست عبادت ہے، لیکن اس میں فساد و خرابی بھی پیدا ہو جاتی
ہے، اکثر لوگ اس امارت اور ریاست کے ذریعہ مال و دولت کی خواہش رکھنے
میں، اور اس کو ذریعہ دنیا بنا لیتے ہیں، جس سے اپنا دین، اپنی آخرت و دنوں برباد کر لیتے

اور خدا کا ارشاد ہے:-

يَا آخِرَتِ كَا كَهْرَبِي جِس كُو مِي اِن
 لُوگوں كے لِي تيار كر رُكها ہے جو دنيا ميں
 كسى طرَح كى شِخِي نِيں كرنى جانتے اور نر فساد
 اور انجَام پر بيزگاروں جى كاسے .
 تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا
 لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي
 الْأَرْضِ وَلَا سَادًا وَالْعَاقِبَةُ
 لِلْمُتَّقِينَ (قصص ۹۷)

كيونكه لوگ چار قسم كے ميں ، ايک وه لوگ جو علو و سر بلندی ، سرداري كے طالب اور خواہاں ہيں ، اور زمين خداوندى پر فساد پھيلاتے ہيں۔ اپنى سر بلندی و سرداري كے ليے ہر ٹكرو فریب كو جائز كر ليته ہيں ، یہ سخت ترين مصيبت اور بہت بڑا گناہ ہے ، ايसे سلاطين ، شاہان ملك ، رؤساء مفدين ، فرعون اور فرعون كى ذريت ، فرعون كے گروہ ميں سے ہيں ، اور مخلوق خدا ميں شرير ترين لوگ بچا ہيں۔ اللہ تعالے كا ارشاد ہے:-

ان فرعون و علالى الارض
 وجعل اهلها شيعة يستضعف
 طائفة منهم يريدون ان يتاخذوهم
 ويستحي نساؤهم ان كان من
 المفسدين (قصص ۱۷)
 فرعون ملك ميں بہت بڑا چرچہ رہا
 تھا ، اور اس نے وہاں كے لوگوں كے الگ
 الگ گروہ قرار دئے تھے ، ان ميں سے ايک
 گروہ كو كمزور سمجھ ركھا تھا كه ان كے بيٹوں كو
 ذبح كر ديتا اور ان كى عورتوں كو زندہ كھٹنا
 تھا ، اس ميں كوئى شك نهيں كه وه فسادپوں
 ميں سے تھا۔

صحیح مسلم كے اندر حضرت ابن عباس رض سے مروى ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:-

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِي قَلْبِهِ
 مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ - وَلَا يَدْخُلُ
 النَّارَ مَنْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ
 مِّنْ اِيْمَانٍ - (مسلم)
 وه شخص جنت ميں داخل نهيں ہوگا
 جس كے قلب ميں ذرہ برابر كبر و غرور ہوگا
 اور وه شخص جہنم ميں نهيں جائیگا جس كے
 قلب ميں ذرہ برابر ايمان ہوگا۔

كسى نے كہا يا رسول اللہ مجھے بہت پسند ہے كه مير اكيڑا ، مير اجوتا اچھا ديكھے

تو کیا یہ بھی کبر و غرور ہے؟ آپ نے فرمایا:-

لَا اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ
اَلَيْكِبْرُ بَطْرًا لِحَقِّ وَعَمَطُ النَّاسِ

نہیں یہ کبر و غرور نہیں ہے، بلکہ اشرف
جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے، کبر و غرور
یہ ہے کہ حق کو ٹھکرایا جائے، اور لوگوں کو حقیر
ذلیل سمجھا جائے۔

یہ حال ان لوگوں کا ہے جو علو و سر بلندی، سرداری و برتری کے خواہاں ہیں، اور فساد و
فی الارض چاہتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ ہیں، جو فساد فی الارض چاہتے ہیں۔ علو، سر بلندی، اور سرداری
سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہے، جیسے چور، ڈاکو، راجزن، اور اس قسم کے جورائم پیشہ
عقائد اور کینے لوگ ہیں۔

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو علو و سر بلندی چاہتے ہیں، فساد فی الارض نہیں چاہتے
اور یہ دین والوں کا طبقہ ہے، جن کے پاس دین ہے، اور دین کے ذریعہ لوگوں پر علو و سر
بلندی کے خواہاں ہیں۔

چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں جو درحقیقت اہل جنت ہیں، خدا تو اس خدا پرست ہیں،
جو ز علو و سر بلندی کے خواہاں ہیں، نہ فساد فی الارض کے خواہشمند ہیں، اور پھر بھی لوگ
اعلیٰ اور سر بلند ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمْ
الْاَعْلَوْنَ اِنَّكُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
اور محبت نہ بارو اور آرزو خاطر نہ ہو
اور اگر تم سچے مسلمان ہو تو آخر کار تمہارا ہی
بول بالا ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-
فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا اِلٰى
السُّبُوْرِ وَاَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ ؕ وَاللّٰهُ
مَعَكُمْ وَاَنْ يَّبْرِكُوا عَلَيْكُمْ
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-
تو مسلمانو! بوجہ نہ بنو، اور خود پیام سے
کرو دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ، اور جانے
رہو کہ آخر کار تم ہی غالب رہو گے، اور اللہ
تمہارے ساتھ ہے، اور تمہارے اعمال کے ثواب
میں کسی طرح کمی نہیں کرے گا۔

(محمد ص ۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا (منافقون ۱۷)

عزتِ الٰہی اور اس کے رسول کی اور
مسلمانوں کی ہے۔

پس بہت سے علو و سر بلندی کے طالب ایسے ہیں جو سب سے زیادہ ذلیل و خوار
ہوتے ہیں، اسفل السافلین میں گرے ہوتے رہتے ہیں، اور کتنے ایسے جو علو و سر بلندی اور
فساد فی الارض سے گریز کرتے ہیں، پھر بھی وہ علو و سر بلندی کے سناروں پر بیٹھے جئے ہوتے
ہیں، اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ مخلوق خدا پر علو و سر بلندی کی نیت مخلوق پر سخت ترین
ظلم ہے، کیونکہ تمام انسان ایک ہی جنس ہیں ایک ہی نوع ہیں، اور ایک انسان یہ ارادہ
اور نیت رکھتا ہے کہ اپنے انبار جنس پر علو و سر بلندی حاصل کرے، اور اسی کے مثل دوسرے
ہیں وہ اس کے ماتحت رہیں یہ سخت ترین ظلم ہے، اور ایسے لوگوں سے بغض و عناد و حسد و
کینہ لازمی ہے، اور جو عادل اور منصف ہوتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ اپنے بھائیوں سے سر بلند
رہے، اور اپنے بھائی جو اسکے جیسے ہی ہیں وہ مقہور و ذلیل و خوار ہو کر رہیں، غیر عادل انسان
یہی چاہتا ہے کہ وہ قاسر و غالب اور سر بلند ہو کر رہے، ان کے پاس بھی دین عقل موجود ہے
وہ دیکھتے ہیں کہ بعض کو بعض پر خدا نے فضیلت دی ہے، فَضَلْنَا بَعْضًا عَلَىٰ بَعْضٍ،
جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ انسان کا جسم ہے، اور اس جسم کی اصلاح بغیر سر کے ممکن نہیں۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ
الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجَاتٍ لِّيُبَيِّنَ لَكُمْ آيَاتِهِ
(انعام ۲۰)

اور وہی ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا
نائب بنایا ہے، اور تم میں سے بعض کو بعض پر
درجوں میں فوقیت دی ہے تاکہ جو نعمتیں
تم کو دی ہیں ان میں تمہاری آزمائش کرے،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ
فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَعِيرًا (زخرف ۳۱)

سواس زندگی میں تو ان کی روزی ان میں ہم
تقسیم کرتے ہیں اور ہم نے درجوں کے اعتبار سے
ان میں ایک کو ایک پر ترجیح دی ہے تاکہ ان میں
ایک کو ایک اپنا سحرگاہ بنائے رہے۔

شریعت اسلام نے یہ لازم اور ضروری کر دیا کہ سلطنت، ریاست، اور مال و دولت اللہ کی راہ میں خرچ ہو، سلطنت و ریاست کا اصل مقصد یہی ہے، تقرب الہی حاصل کیا جائے خدا کا دین قائم اور مضبوط ہو، اور جب اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کی جائے گی، تو لازمی طور پر دین و دنیا کی اصلاح ہوگی، اور فلاح و بہبود نصیب ہوگی، اگر امیر و سلطان دین سے علیحدہ رہے گا تو لوگوں کے حالات خراب ہو جائیں گے۔

طاعت الہی اور اہل معصیت کا امتیاز نیت و ارادہ اور عمل صالح سے ہوتا ہے، جیسا کہ صحیحین کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا:-

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِهِمْ كَمْ
وَلَا إِلَى أَمْوَالِهِمْ كَمْ
وَلَا إِلَى أَعْمَالِهِمْ كَمْ

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارا مال نہیں دیکھا کرتا، بلکہ وہ تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

اکثر والیان ملک و لاۃ، امرار، روسا، ایسے ہیں جن پر دنیا مسلط ہو چکی ہے۔ مال و شرافت، دولت و بزرگی سے دنیا ہی کے کام لیتے ہیں۔ حقیقت ایمان، اور کمال دین سے سراسر محروم ہیں۔ بعض ان میں ایسے ہیں جن پر دین غالب ہے، لیکن تکمیل جن امور سے ہوتی ہے ان سے سراسر ناواقف ہیں۔ اور اس لئے وہ ان امور کو چھوڑنے بیٹھے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو اس کی ضرورت سمجھتے ہیں، لیکن پھر بھی دین سے اعراض کئے بیٹھے ہیں، اور یہ اس لئے کہ سلطنت و ریاست و ولایت و امارت کو وہ دین کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے یہ دین کے منافی ہے، دین ان کے نزدیک دولت و خواری کا نام ہے، علو و سربلندی، عزت و بزرگی سے قطعاً محروم ہے۔

اور یہی حال ان دو مذہبوں کا ہوا، یہود اور نصاریٰ نے دیکھا کہ ان کا دین مکمل نہیں ہے نہ دین تکمیل دین سے اپنے کو عاجز پایا، اور اقامت دین، اقامت مذہب میں بلا اور مصائب دیکھے تو گھبرا گئے، اور طریقہ دین کمزور ہو گیا، دین کو ذلیل سمجھ کر چھوڑ بیٹھے، انہوں نے دیکھا کہ اس دین، اس مذہب سے نہ تو اپنی مصلحت پوری ہوتی ہے، نہ دوسروں کی اس لئے اصل دین کو ہی چھوڑ بیٹھے، یہ دو دین اور دو راستے تھے، ایک نے دیکھا کہ تکمیل دین کے لئے جس سلطنت اور حرب و جنگ اور مال و دولت کی ضرورت ہے، اور جس کی ان کو

احتیاج ہے ان کا دین اس ضرورت و احتیاج کو پورا نہیں کرتا، اس لئے وہ اصل دین ہی سے نفرت کرنے لگے اور دین کو چھوڑ بیٹھے۔

دوسرا گروہ سلطنت مال و دولت عرب و جنگ کا سامان اپنے دین اپنے مذہب میں پاتا ہے، لیکن اقامت دین ان کے مقصد سے خارج ہے، اس لئے یہ بھی دین و مذہب کو چھوڑ بیٹھے۔

یہ دو گروہ مَعْضُوبِ عَلَيْهِمْ یُجْرِبُونَ اور ضَالِّینَ نصاریٰ ہیں یہود نے سلطنت و سیاست اور امارت و سیاست کو چھوڑ دیا، اور نصاریٰ، عیسائیوں کے دین کو چھوڑ دیا۔

صراطِ مستقیم انہی لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہوا ہے۔

وَصِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا سَلَطَنًا لَمْ يَكْفُرُوا بِهِمْ بِحَبْلِ اللَّهِ الْكَلْبِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِهِمْ بِحَبْلِ اللَّهِ الْكَلْبِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِهِمْ بِحَبْلِ اللَّهِ الْكَلْبِ

اور یہ راہ ان لوگوں کی ہے جن پر اللہ کا خاص انعام ہوا ہے، جو انبیاء کرام، صدیقین، شہداء و صالحین ہیں۔

ہمارے رسول، ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی

ظریقہ رہا۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی ظریقہ رہا۔

اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور نیز وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے ایمان لائے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

(توبہ ۱۳)

پس ہر مسلمان کا فرض علیہ ہے کہ حسب استطاعت کوشش کرے اور جو شخص

ولایت و حکومت پر مامور ہے اس سے وہ طاعتِ خدا اور اقامتِ دین اور مصالحِ مسلمین کی خدمات کیسے اور ولایت و حکومت کو حقیقی الامکان مقصد و حید سمجھ کر اس

کو مضبوط کرے، اور تا امکانِ مہرمات سے بچے اور بچائے جس سے وہ عاجز اور قاصر ہے اس کا مواخذہ نہیں ہے، ابراہیم نیکو کار کو ولی امر بنا کر امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے بڑی خیر و برکت ہے، بمقابلہ فجار و فساق کو ولی الامر بنانے کے، اور جو سلطنت و ریاست، امارت و سیاست، ولایت کے ذریعہ اقامتِ دین، جہاد فی سبیل اللہ

سے عاجز و قاصر ہے وہ اسی قدر خدمات انجام دلوے جس پر وہ قادر ہو مخلص قلب سے قوم کو نصیحت کرے، اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبت اور خیر و بھلائی

کی دعا کرے، اور جو خیر و بھلائی اس کے امکان میں ہے کرتا رہے، کیونکہ خدا اس چیز کو سبک نہیں کر دانتا جس سے وہ عاجز و قاصر ہے، دین کا قیام کتاب اللہ سے ہے

جہاں وہی ہے، اور حدیث سے ہے جو ناصر و مددگار ہے۔ ان دو کو راہ نما، راہبر بنا کر عزت الہی حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم، اور حدیث خیر الانام کو سب پر مقدم سمجھے اور اللہ تعالیٰ ہی سے اعانت و امداد چاہے اور خیر طلب کرتا رہے اور پھر دنیا

تو اسی لئے ہے کہ اس کے ذریعہ دین کی خدمت کرے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا ہے:-

يَا بَنَ آدَمَ اَنْتَ مُحْتَاَجٌ اِلَى نَصِيْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَنْتَ اِلَى نَصِيْبِكَ مِنَ الْآخِرَةِ .

اَلْآخِرَةُ اَحْوَجُ فَاِنَّ بَدَأْتَ بِنَصِيْبِكَ مِنَ الْآخِرَةِ وَ بِنَصِيْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا فَاتَّخَذْتُمْ نَا اِنْشَاطًا مَّا وَا

اِنَّ بَدَأْتَ بِنَصِيْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا فَاتَّخَذْتُمْ نَا اِنْشَاطًا مَّا وَا فَاتَّخَذْتُمْ نَا اِنْشَاطًا مَّا وَا فَاتَّخَذْتُمْ نَا اِنْشَاطًا مَّا وَا

فَاِنَّكَ نَصِيْبِكَ مِنَ الْآخِرَةِ وَ اَنْتَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى خَطَرٍ .

اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو ترمذی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

مَنْ أَصْبَرَ وَالْآخِرَةَ الْكِبْرِيَاءِ
حَجَمَ اللَّهُ لَهُ شِمْلَهُ وَجَعَلَ
عِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَإِنَّهُ الدُّنْيَا
وَمَنْ رَأَى عَمَةً وَمَنْ أَصْبَرَ وَالْدُّنْيَا
الْكِبْرِيَاءِ فَدَقَّى اللَّهُ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ
وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَوْ
يَأْتِيهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كَتَبَ لَهُ.

میں نے اس حالت میں صبح کی کہ آخرت اس کا اہم مقصد ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حالات کو درست کر دے، اور اس کے دل میں غنا پیدا کر دے گا، اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی، اور جس نے اس حالت میں صبح کی کہ اس کا اہم مقصد دنیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے سامان کو بچھیر دے گا، اور فقر اس کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا، اور دنیا تو اسی قدر اس کو ملے گی جو خدا نے اسکے حق میں لکھ رکھی ہے۔

اور اس کی اصل قرآن حکیم کے اندر ہے :-

اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کریں، ہم ان سے کچھ روزی کے تو خواہاں ہیں نہیں۔ اور نہ اس کے خواہاں ہیں کہ ہم کو کھلائیں پلائیں، اللہ تو خود بڑا روزی دینے والا قوت والا زبردست ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَهُ مَا أُرِيدُ مِنْكُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونَهُ
إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْكَبِيرِ

خاتمہ و دعا

ہم بارگاہِ خداوندی میں دستِ بدعا ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے بھائیوں اور تمام مسلمانوں کو اس چیز کی توفیق بخشنے۔ جسے وہ محبوب رکھتا ہے۔ اور جس سے وہ راضی ہے۔

فَاتِنَهُ لِأَحْوَالٍ وَلَا تَوَقُّعَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ - وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ - وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ
تَسْلِيمًا كَثِيرًا - دَائِمًا إِلَى يَوْمِ الدِّينِ .

صراطِ مستقیم اُردو

از حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب حضرت سید احمد شہیدؒ کے ان بیس بہا معارف، ارشادات، ودیایات کا ذخیرہ ہے جو مختلف اوقات اور متفرق مجالس میں آپ کے سینہ انور سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور ان جواہرات کو آپ کے شاگرد رشید حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ نے ایک خاص ترتیب کے ساتھ جلدوں فرمایا تھا۔

پہلی کتاب فارسی میں تھی اب اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ”کلاہر کمپنی“ اپنے مخصوص روایتی حسن اہتمام کے ساتھ اس کتاب کا سلیس اُردو ترجمہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہے۔

کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ کانڈ گلیز۔ قیمت جلد مع رنگین گروپوش ۷/۵۰

شاہ عبدالعزیز اور ان کی تعلیمات

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے حالات زندگی علمی لطیف، باطن سے متعلق چٹکے، کشف، کرامات، معمولات، تعویذات اور عملیات کا حسین مجموعہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے ایک مسلمان اپنی زندگی صحیح اسلامی سانچے میں ڈھال سکتا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ دل میں نور اور عمل آخرت کی زندگی سنوارنے میں بحد ممد و معارف نامت ہوگا۔ عرصہ دراز کے بعد یہ جواہر پارہ ”کلاہر کمپنی“ کے زیر اہتمام بے شمار خوبوں کے ساتھ بدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

کتابت و طباعت عمدہ۔ کانڈ گلیز۔ قیمت جلد مع رنگین گروپوش ۵/۹۰ روپے

کلام کمپنی ناشران و تاجران کتب، مقابل مولوی مسافر خانہ
کراچی ۱

منہاج العابدین اُردو

تصنیف :- حضرت امام غزالیؒ
ترجمہ :- مولانا عبدالرحمن صدیقی۔
منہاج العابدین امام غزالیؒ کی سب سے آخری تصنیف ہے جو آپ کی پوری زندگی کی تعلیمات وارشادات کا خلاصہ اور فن تصوف کا نچوڑ ہے، اور اسلامی تعلیم و تصوف میں امام صاحب کی بلیغ علمی معلومات کا مخزن ہے، اس بے نظیر کتاب کو حاملانِ شریعت و طریقت پیش نظر رکھتے ہیں اور نشانِ راہ سمجھتے ہیں۔

موجودہ دور میں اسلامی تصوف کی بگڑی ہوئی شکلیں معلوم کرنے اور صحیح فہم و افہام حاصل کرنے کے لئے بہترین معلومات کا خزانہ ہے۔
اب اس کتاب کا باقاعدہ و سلیس اردو ترجمہ "کلاہر کمپنی" کے روایتی حسن اہتمام اور اعلیٰ معیار کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہے۔

کتابت عمدہ طباعت و لکھنؤ کاغذ گلبرہ۔ قیمت مجدد مع رنگین گروپوش ۱۰/۰

نور الصدور فی شرح القبور

تصنیف :- علامہ جلال الدین سیوطیؒ
ترجمہ :- مولانا محمد علیؒ از کارِ علفا حضرت تھانویؒ
معتبر روایت اور صحیح روایات کی روشنی میں موت، قبر اور آخرت میں پیش آنے والے واقعات پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی مسرت والا کتاب شرح الصدور کا اردو ترجمہ ہے جس کا مطالعہ عمال کو پاکیزہ بنانے میں ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

آخر میں رسالہ المولود المبرحہ فی الحکیم الامت علامہ اشرف علی تھانویؒ اور رسالہ تمیز الاموات از حضرت مولانا احمد حسین مبارکپوریؒ شامل ہیں۔

یہ بابرکت کتاب "کلاہر کمپنی" کے روایتی معیار حسن اہتمام اور مخصوص کمال کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ گلبرہ۔ قیمت مجدد مع رنگین گروپوش ۶/۵۵

بُستانُ المحدثین اُدُدو

تصنیف :- حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ر

ترجمت :- حضرت مولانا عبدالسمیع دیوبندی ر

تذیبین :- جناب مولانا سبحان محمود صاحب

دین کی بنیاد دو چیزوں پر قائم ہے، ایک قرآن اور دوسرے سنت رسولؐ۔ اس وجہ سے قرن اول سے لے کر آج تک علماء کرام ان کی دو بنیادوں پر مسائل کی تعمیر کرنے میں اپنی تمام کوششیں صرف کرتے رہے ہیں۔

اس بے نظیر کتاب میں ایک سو سے زیادہ کتب احادیث و رجال کا تعارف اور ان کے مرتبین و شارحین حضرات کے حالات و علل و کوششیں درج ہیں جنہوں نے خدمت دین کیلئے اپنی زندگیاں وقف کیں اور پھر ان کی نشر و اشاعت میں حیرت انگیز کاوشیں انجام دئے۔

کتابت و طباعت عمدہ کاغذ کثیر، جلد عمدہ رنگین گروپوش قیمت ۹/۲۲

بُستانُ العارفین اُدُدو

تصنیف :- امام ابو زکریا محی الدین بن شرف نووی ر

ترجمت :- مولانا حامد الرحمن صدیقی کا ندھلوی۔

امام نووی ر کی کاوشوں کا بہترین اور جامع مجموعہ جس میں فقہ و مسائل، تصوف و اخلاق اور اعمال پر مشتمل خاص انداز میں نفس لطافت اور علمی حقائق کے ساتھ معرفتِ اہل حق باطنہ اور ان کے معالجات سے قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اولیائے کرام و مشائخ طریقت کے مناقب، واقعات و کرامات سے ذہن کو حلا اور روح کو تازگی بخشی گئی ہے، اس بے نظیر کتاب کا با محاورہ و سلیس اُردو ترجمہ "گلاہر کپہنی" کے روایتی متن اہتمام اور اعلیٰ معیار کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہے۔

قیمت :- جلد مع رنگین گروپوش ۹/۵

ہماری شہنشاہی

از محمد عطا اللہ خان عطا

ہم کیا تھے اور اب کیا ہیں؟ اس کا جواب صرف تاریخ کے صفحات ہی دے سکتے ہیں۔ جو قوم اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد رکھتی ہے، اُسے دنیا کے نیر و نور و حوادث مترنزل نہیں کر سکتے، جب سے ہم نے اپنی تاریخ کو پس پشت ڈالا زمانے بھی ہم کو پستی و زوال کے غارتگ پہنچا دیا۔ اس کتاب کے اندر نہایت دل نشین انداز میں اپنے بزرگوں کی چودہ سو سالہ تاریخ کو پیش کیا گیا ہے۔

کتابت و طباعت عمدہ۔ کاغذ گلیر۔ قیمت مجلد مع رنگین گرد پوش ۵/۰۰ روپے

مجالس المؤمنین

از محمد عطا اللہ خان عطا

ہمیں کوئی شک و شبہ نہیں کہ انبیائے کرام اور صوفیائے عظام کی روحانی کیفیات کے حالات پر طہ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اس کتاب میں انبیاء کرام، اولیاء اللہ اور حضرات صوفیائے عظام کے واقعات دلکش، مختصر مگر جامع انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔

کتابت۔ طباعت دیدہ زیب کاغذ گلیر

قیمت مع رنگین گرد پوش ۵/۶۲ روپے

کلام کمپنی پبلشرز تاجران کتب ترقی داس روڈ مقابل لوی مسافر خانہ
کراچی

خطبات الاحکام مترجم عربی مع اردو

آنحضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی مع احکام الخطبہ از مفتی محمد شفیع صاحب
ہر ہینڈ کے مناسب پورے سال کے جمعہ وعیدین وغیرہ کے خطبات قرآن وحدیث سے جمع کئے
گئے ہیں جو تمام ضروری مسائل پر حاوی ہیں۔ اردو داں حضرات کی آسانی کے لئے آخر میں تمام خطبات
کا اردو ترجمہ بھی شامل ہے، سب ہی المہ مساجد میں مقبول ہے یہ بابرکت کتاب در کلام کمپنی
کے مخصوص روایتی حسن اہتمام کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ کاغذ گلینز کتابت طباعت دیدہ زیب
قیمت بے جلد ۴/۲۱ روپے۔ جلد مع رنگین گروپوش ۵/۳۲ روپے

اکرم المواعظ

آنحضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب

مبلغ اور واعظ حضرات کے لئے ایک بے نظیر تحفہ ہے۔ لیکن افسوس کہ اب تک
بیس ہزار ایڈیشن شائع ہونے اس کتاب کے شایان شان نہ تھے اس در کلام کمپنی
نے یہ ایڈیشن اپنے خاص اہتمام سے عمدہ کتابت دیدہ زیب طباعت اور اعلیٰ گلینز
کاغذ پر شائع کیا ہے۔

قیمت بے جلد ۳/۰۰ روپے۔ جلد مع رنگین گروپوش ۳/۹۲ روپے

افضل المواعظ

آنحضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دہلوی

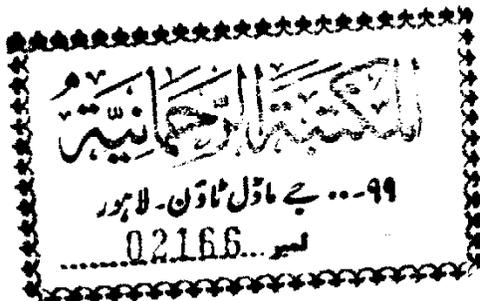
یہ کتاب بھی اکرم المواعظ کی طرح مبلغ اور واعظ حضرات کے لئے شاندار پیشکش ہے

قیمت بے جلد ۳/۰۰ - قیمت جلد مع رنگین گروپوش ۳/۹۲

کلام کمپنی ناشران و تاجران کتب۔ تیرتھ داس روڈ۔ مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

————— (الناشر) —————

کلام کھنپنی۔ نثاران و تاجران کتب
نیرنگداس روڈ، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۷



Handwritten signature or mark.

بُستانِ عارفینِ اردو

تصنیف

امام ابو زرک یامین الدین بن شریف نووی

ترجمہ

مولانا حامد الرحمن صدیقی کانڈھلوی

امام نووی کی کاوشوں کا بہترین اور جامع مجموعہ

جس میں فقہ و مسائل، تصوف و اخلاق اور عمال پر مشتمل

خاص نمازیں، انہیں لطافت اور علمی عقائد کے ساتھ صرف

امراضِ باطن اور ان کے معالجات سے قرآن و حدیث کی روشنی

میں بحث کی گئی ہے۔ اولیائے کرام و مشائخ کرامیت کے مناقب

و مناقب و کرامت سے زینت کرنا اور زینت کو نازی بستی گئی ہے

اس لیے ان کے کتب کا اعادہ و تالیف اور ترجمہ کلامِ کسب

کے روایتی متن اہتمام اور اصلاحی میدان کے ساتھ جدید تالیف ہے

قیمت جلدت: پانچ روپے 5/50

کلامِ کسب

ترجمہ داس روڈ مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

بُستانِ عارفینِ اردو

امام ابن تیمیہ

کلامِ کسب
کراچی